مطالعہ ادیانِ عالم سیریز33

اسلام ہی میرا دین کیوں؟

بجواب: ”میں نے اسلام کیوں چھوڑا؟“

مؤلّف

ڈاکٹر عمر فاروق سعید

مترجم

مولانا محمد شاہ رخ خان



Islam Hi Mera Deen Kion?
Writer : Dr. Umer Farooq Saeed
Bismillah Book House 2021
232 p
Research

نام کتاب	:	اِسلام ہی میرا دین کیوں؟
	:	بجواب: ''میں نے اسلام کیوں چھوڑا؟''
مؤلّف	:	ڈاکٹر عمر فاروق سعید
مترجم	:	مولانا محمد شاہ رخ خان
اشاعت	:	2022ء
صفحات	:	232
قیمت	:	950 روپے

التماس: اللہ ربّ العزت کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتاب کی کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، اور طباعت میں حد درجہ احتیاط کی گئی ہے۔ تاہم غلطی کا احتمال بہرحال باقی رہتا ہے۔ بشر ہونے کے ناطے اگر سہواً غلطی رہ گئی ہو یا صفحات درست نہ ہوں تو ناشر، کمپوزر، پروف ریڈر، طابع ہر قسم کے سہو پر اللہ غفور الرحیم سے عفو و درگزر کے درخواست گزار ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ کتاب میں اگر کہیں بھی غلطی یا خامی نظر آئے تو ازراہِ کرم مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درستگی عمل میں لائی جاسکے۔ اِدارہ ''بسم اللہ بک ہاؤس'' کے متعلقین اپنے کرم فرماؤں کے تعاون کے لیے بے حد شکر گزار ہیں۔ (ناشر)

اسٹاکسٹ: **بسم اللہ بک ہاؤس**
اُردو بازار، کراچی

محمد خلیل ملک: 0303-2353839، 0312-2846175

فہرست مضامین

مضمون **صفحہ نمبر**

مضمون صفحہ نمبر

صفحہ نمبر | مضمون

مضمون | صفحہ نمبر

صفحہ نمبر مضمون

مضمون صفحہ نمبر

مضمون	صفحہ نمبر

مضمون | صفحہ نمبر

مضمون　　　　صفحہ نمبر



عرضِ مؤلّف

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ!

احقر کی کتاب "The Blessings of God" جو کہ انگریزی زبان میں ہے حال ہی میں شائع ہوئی اور اللہ کے فضل و کرم سے بے پناہ مقبولیت حاصل کی۔ یہ کتاب حارث سلطان کی کتاب "Curse of God" کے جواب میں تحریر کی گئی جو کہ ایک ملحد ہے اور اپنی کتاب میں اسلام اور اس کی تعلیمات، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام و امہات المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان کے خلاف اس میں کلام کرتا ہے اور نا صرف یہ بلکہ اسلام کی حقانیت کو بھی فلسفیانہ اور سائنسی انداز میں جھٹلاتا ہے۔

اس ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ بعض الناس اور خاص کر عوام جو کہ فلسفے اور سائنس کو بہتر انداز میں نہیں سمجھتے ان کی رہنمائی کے لئے اس کتاب کا مدلل جواب دیا جانا ضروری ہے۔ لہذا احقر نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اس فرض کو پایہ تکمیل تک پہنچایا والحمدللہ۔

لیکن اس کتاب میں یہی دو زاویے مدنظر نہیں رکھے گئے بلکہ اسلامی تعلیمات اور کچھ تاریخی واقعات جن کا حوالہ دے کر حارث سلطان نے اسلام پر تنقید کی ان تمام اعتراضات کا بھی قرآن و حدیث اور سلف صالحین کی تعلیمات کی روشنی میں جواب دیا گیا۔ اس کے علاوہ کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا جس میں پہلا حصہ حارث سلطان کی کتاب کے جائزے پر مشتمل ہے اور دوسرا حصے کو احقر نے " خدا کی رحمتیں" کو نام دیا۔ اس دوسرے حصے میں یہ بیان کیا گیا کہ کس طرح دین اسلام کی ہر تعلیم انسانیت کے لئے راہ نجات ہے، انسانیت کے تمام دکھوں کا مداوا کس طرح صرف اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے ہی ممکن ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمیں یہ کیسے معلوم ہو کہ

ایمان کیا ہے، اسلام کیا ہے، کس طرح پتہ چلے کہ اللہ ہی کی ذات برحق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سچے نبی ہیں اور ان چیزوں پر ایمان کو کس طرح سے پروان چڑھایا جائے اور اس کے لئے کیا اسباب اختیار کیے جائیں ان سب چیزوں کو تفصیل میں بیان کیا گیا۔

جب کتاب انگریزی زبان میں شائع ہوئی تو اردو دان طبقے کی جانب سے یہ مطالبہ بارہا کیا گیا کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی کروایا جائے اور جلد از جلد اس کو اردو قالب میں ڈھال کر شائع کروایا جائے تا کہ اس سے سے وسیع تر استفادہ ہو سکے خاص کر پاکستان اور انڈیا جیسے مما لک میں جہاں اردو زبان سمجھی جاتی ہے اور حارث سلطان بھی چونکہ یوٹیوب پر اردو میں بات کرتا ہے تو اس کے اٹھائے گئے اشکالات کا جواب اسی کی زبان میں ہو جائے تو مستحسن ہے۔

لٰہذا برادرم محمد شاہ رخ خان نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور بہت مختصر وقت میں احقر کی کتاب کا اردو ترجمہ مکمل کیا۔ جو کہ ہمارے قائم کردہ ادارے The Muslim کا پہلا مصوبہ ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے اور اللہ اس کام کو شرف قبولیت سے نوازے آمین۔

اب یہ ترجمہ چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں ہے اور مجھے یہ بات کہنے میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ سب اللہ عزوجل کی خاص رحمت سے ممکن ہوا ہے۔ لہذا اگر آپ اس کتاب سے کوئی ایک نفع بخش لفظ بھی سیکھ پائیں تو مؤلف اور مترجم کے لئے دعائے خیر ضرور فرمائیں۔

جزاکم اللہ خیرا کثیرا

مؤلّف

ڈاکٹر عمر فاروق سعید

لاہور، پاکستان



مقدمہ

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ اما بعد:

خدا کی ذات اور کائنات اور انسانیت کے ساتھ اسکے تعلق کی بحث صدیوں پرانی ہے اور اس سلسلے میں مختلف آراء سامنے آتی رہی ہیں لیکن خدا کے وجود کے مطلقا انکار کے موقف کو کبھی بھی تاریخ کے کسی بھی طبقے میں اس قدر پذیرائی نہیں ملی جس طرح آج اسکی ایک لہر دوڑ گئی ہے۔

یہ موقف نا صرف یہ کہ غیر مقبول رہا ہے بلکہ اس قدر کمزور بھی تھا کہ خود قرآن میں اس رائے کے رد پر اس انداز میں توجہ نہیں دی بلکہ اسکا ایسا رد پیش کیا کہ جو فطرت اور عقل کے بالکل عین مطابق تھا جیسا کہ قرآن میں ایک مقام پر ہے:

اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ترجمہ: کیا اللہ کے متعلق کوئی شک ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے؟

(سورہ ابراہیم: آیت نمبر 10)

غالباً مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے متعلق آتا ہے کہ ان سے کسی نے سوال کیا کہ خدا کے وجود کی کیا دلیل ہے تو بے ساختہ انہوں نے یہ آیت پڑھ دی۔

اسی طرح ایک مقام پر ایک انتہائی بنیادی اور انتہائی معقول کلیہ بیان فرما دیا:

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ ھُمُ الْخٰلِقُوْنَ

ترجمہ: کیا وہ کسی شے کے بغیر ہی پیدا کر دیئے گئے ہیں یا وہ خود ہی (اپنے) خالق ہیں؟

(سورہ طور: آیت نمبر 35)

لہٰذا یہ بات فطرتِ انسانی میں منقوش ہے کہ کوئی چیز بغیر کسی بنانے والے کے وجود میں

نہیں آسکتی اور نا ہی کوئی کام بغیر کسی کرنے والے کے انجام پا سکتا ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور بے شک عالم (دنیا) کا وجود میں آجانا بغیر کسی مُوجِد (ایجاد کرنے والے) کے ایسی بات ہے کہ جس کا باطل ہونا ظاھر ہے، اور یہ بات بنی آدم کی طبیعت میں ایک دم جمی ہوئی ہے، یہاں تک کہ چھوٹے بچوں کو بھی اسکا علم ہے، اگر کسی بچے کو مارو اور اس سے کہو کہ اسے مارنے والا کوئی نہیں تو اسکی عقل اس بات کو تسلیم ہی نہیں کر سکتی کہ یہ کام کسی وجود کے بغیر ہی ہو گیا ہے۔

الجواب الصحیح: 3/202

اب جو چیز اس قدر واضح ہو اس پر دلیل طلب کرنے سے زیادہ احمقانہ کام کوئی نہیں ہوسکتا یہی وجہ ہے کہ ماضی قریب بعید کے اکثر و بیشتر فلاسفہ، سائندان وغیرہ خدا کے وجود پر ایمان رکھتے رہے ہیں بشمول نیوٹن، آئنسٹائن، بلکہ خود ڈارِون بھی۔ یہ وہ سائنسدان ہیں جو مسلمان سائنسدانوں کے علاوہ ہیں۔

اور اس دور میں جو خدا کے وجود کا انکار عروج پر پہنچا ہے وہ دراصل علمی شبہات نہیں بلکہ نفسانی خواہشات اور مادر پدر آزاد زندگی اور آوارہ گردی کی طلب کا نتیجہ ہے، ورنہ حقیقی علماء چاہے کسی بھی فن یا زمانے کے ہو خدا کے وجود کا اثبات کرتے رہے ہیں۔

خود اللہ تعالی نے اس طرف اشارہ کیا ہے:

اَفَرَاَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ

ترجمہ: کیا آپ نے اسے دیکھا کہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا؟

(سورہ الجاثیہ: آیت نمبر 23)

جو لوگ بظاہر معبودِ حق کا انکار کرتے ہیں وہ دراصل اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا چکے ہیں۔

اسی بات کا اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک فرمان میں بھی کیا ہے:

خبردار! میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا سارا بدن درست ہوگا اور جہاں بگڑا سارا بدن بگڑ گیا۔ جان لو وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔ (صحیح بخاری:52)

لہٰذا یہ انکار علمی بنیادوں پر قطعاً قائم نہیں بلکہ یہ محض ناجائز خواہشات اور دل میں آنے والے وسوسوں کی اندھی پیروی کا نتیجہ ہے اور اسی لیئے ہمیں اس انکار کی دلیل طلب کرنی چاہیئے کیونکہ یہ اصول سمجھنا بہت ضروری ہے جس سے الحاد کی بنیادیں گر جاتی ہے کہ دلیل صرف وجود کی نہیں ہوتی دلیل عدمِ وجود کی بھی ہونی چاہیئے ورنہ بالجزم کسی ایسی چیز کا انکار کہ جسکے وجود پر ہر چیز ہی دلیل ہے جیسا کہ لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا شعر:

فِی کُلِّ شَیءٍ لَهُ آيَةٌ تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدُ

ترجمہ: ہر چیز میں اسکی نشانی ہے، جو اسکی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے

قطعاً تسلیم نہیں کیا جا سکتا، یہی اصول امام ابن تیمیہ نے سمجھایا ہے:

فینکرھم لعدم العلم، لا للعلم بالعدم

ترجمہ: کہ یہ لوگ (فرشتے، جنات، غیبی چیزوں کا) انکار اپنی لاعلمی کی وجہ سے کرتے ہیں نا کہ اس وجہ سے کہ ان چیزوں کے عدمِ وجود پر انکے پاس کوئی دلیل ہے۔

النبوات: ص195

لہٰذا اس معاملے میں Burden of Proof ملحدین پر ہی ہے۔

اور ملحدین کا یہ کہنا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا اس لیئے ایمان نہیں لا سکتے حالانکہ جن باتوں اور تھیوریز کو بنیاد بنا کر یہ خدا کا انکار کرتے ہیں مثلاً نظریہ ارتقاء اور کائنات کا وجود میں آنا، تو اسکا مشاہدہ بھی انہوں نے خود نہیں کیا۔ جب مشرکین نے کہا کہ فرشتے مونث ہیں، والعیاذ باللہ، تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا:

أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ۚ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ

ترجمہ: کیا یہ لوگ انکی پیدائش اور تخلیق کے وقت حاضر تھے جو انکی گواہی لکھی جائے

اوران سے اس متعلق راہنمائی لی جائے؟(سورہ الزخرف: آیت نمبر 19)

کوئی ملحد اپنی پیدائش کے واقعات بھی نہیں بیان کرسکتا چہ جائکہ اندازوں اورتخمینوں کی بنیاد پر کائنات کی پیدائش کی بات کرے اور اخدا کے وجود کا انکر کرے۔لہٰذا ملحدین جن چیزوں سے بچنا چاہتے ہیں انھی چیزوں میں خود پھنس جاتے ہیں۔اور جسکا الزام اہلِ ایمان کو دیتے ہیں اس سے زیادہ بری طرح ان معاملات میں مبتلاء ہیں۔

انھی ملحدین میں سے ایک نام جناب حارث سلطان کا بھی ہے جوکے ایک پاکستانی ہی ہیں اور بقول انکے کہ وہ پہلے مسلمان تھے پھر انہوں نے اسلام کو چھوڑ دیا اور اسی تناظر میں موصوف نے ایک کتاب لکھی جسکا نام رکھا:

Why I left Islam:The Curse of God

یہ کتاب تو انگریزی میں ہے لیکن اسکے علاوہ جناب یوٹیوب پر بعض دیگر ملحدین کے ساتھ اردو زبان میں اسلام اور مسلمانوں پر تبرا کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔

اس کی کتاب کا جواب ڈاکٹر عمر فاروق سعید نے تحریر کیا جسکا نام:

The Philosophical and Scientific Analysis of Harris Sultan's"Curse of God, Why I left Islam"

BLESSINGS OF GOD

رکھا ہے۔ڈاکٹر صاحب اس سے قبل موجودہ الحاد کے بانی کی حیثیت رکھنے والے رچرڈ ڈاکنز کی کتاب The God Delusion کا جواب بنام

Philosophical and Scientific Analysis of Richard Dawkins God Delusion لکھا وہ بھی عنقریب اردو زبان مین شائع ہونے والا ہے۔ان شاءاللہ

ڈاکٹر صاحب کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ نا صرف یہ کہ اسلامیات مین ڈاکٹریٹ کی

ڈگری حاصل کر رہے ہیں بلکہ ایک قابل اور ڈگری یافتہ میڈیکل ڈاکٹر بھی ہے۔ لہٰذا یہ ایسے موضوعات میں دلچسپی رکھنے والوں پر ڈاکٹر صاحب کا یہ احسان ہے کہ انہوں نے اس وقت راہنمائی کے لیئے قلم اٹھایا کہ جب ان موضوعات پر اس قدر توجہ نہیں دی جارہی ہے کہ جتنی دی جانی چاہیے۔

اس لیے اردو زبان میں اس مواد کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے کیونکہ جہاں اس موضوع سے تغافل برتا جارہا ہے وہی اب انگریزی زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں بھی ان شبہات کو عام کیا جارہا ہے یا اردو جاننے والے اس مواد کو انگریزی میں پڑھ کر سوالات کرتے ہیں جس س عام اذھان مین تشویش کی فضا قائم ہوگئی ہے لہٰذا یہ ضرورت ہے کسی فتنے کے سر اٹھانے سے پہلے ہی اسکو دبا دیا جائے یا کم از کم اتنا مواد فراہم کر دیا جائے کہ وہ فتنہ اس طرح تباہی نا مچا سکے جیسے پانی کو روکنے کے لیے بندھ باندھا جاتا ہے۔

اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے میں نے اور ڈاکٹر صاحب نے ملحدین اور دیگر اسلام مخالف طبقات کی اسلام اور مسلمانوں متعلق پھیلائی گئی غلط فہمیوں اور الزامات کو رفع کرنے کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو عام کرنے کے لیے میں نے اور ڈاکٹر عمر فاروق صاحب نے ایک ادارہ قائم کیا ہے The Muslim کے نام سے جس کے تحت یہ ہماری پہلی بڑی کاوش ہے۔ اور اس کتاب کے ترجمے کو ہم بنام: ''اسلام ہی میرا دین کیوں؟ بجواب میں نے اسلام کیوں چھوڑا'' شائع کر رہے ہیں اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے حارث سلطان کی دجل بیانیوں کی نا صرف یہ کہ نقاب کشائی کی ہے بلکے اسکے ہر اعتراض اور الزام کو مدلل چوٹیں لگائی ہیں اور قرآن، حدیث، سلف صالحین کے علاوہ سائنس اور فلسفے کی روشنی میں حارث کی جہالت کا پردہ چاک کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ حارث نے محض نفرت اور تعصب کی بنیاد پر صرف وہ باتیں نقل کی جس سے انکو اسلام پر اعتراض کا موقع ملا بھلے ہی وہ پایہ ثبوت کو پہنچتی ہو یا نہیں؟ اور اس میں سے بھی تقریباً سارا مواد کاپی پیسٹ ہی ہے نا کہ خود کے مطالعہ سے اخذ شدہ ورنہ حارث نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کہ وہ پہلوں ضرور نقل کرتا جو انکے عظیم الشان کردار کے متعلق مخالفین اور غیر مسلم محققین مؤرخین بھی تسلیم کرتے آئے ہیں۔لیکن حارث نے صرف وہ باتیں نقل کی جن کے غیر ثابت ہونے پر مسلمان سمیت اسلام کا مطالعہ کرنے والے بہت سے غیر مسلم علماء بھی صراحت کر چکے ہیں۔

مزید یہ کہ ڈاکٹر صاحب نے حارث کی تقریباً ہر بات کا ہی جواب دیا ہے اور لفظ بلفظ جواب دیا ہے تو جنہوں نے حارث کی کتاب کا مطالعہ کر رکھا ہے یا اسے سن چکے ہیں تو انہیں اس کتاب سے اور بھی زیادہ فائدہ ہوگا، بصورتِ دیگر ہر طالبِ علم کے لیے یہ کتاب اس اعتبار سے مفید ہے کہ ملحدین کے اعتراض تقریباً ملتے جلتے ہی ہوتے ہیں،لہٰذا اسکے لیے ملحدین کا مقابلہ کرنے کے لیے بہت سا معلوماتی مواد اس کتاب کے اندر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

''جو لوگوں کو شکریہ نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا ہے۔''

ابوداود: 4811

لہٰذا ،اس کتاب کی تیاری میں ساتھ دینے والے جملہ معاونین بالخصوص برادرم ریحان قریشی صاحب،ام فوزان صاحبہ اور مصباح صاحبان کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اپنی گونا گو مصروفیات میں سے وقت نکال کر ہمارا ساتھ دیا، ناشر خلیل ملک صاحب کا شکریہ کہ جنہوں نے اس کتاب کو طبع کر کے ہماری حوصلہ افزائی کی، ہمارے اہل خانہ بالخصوص اہلیہ کہ جنہوں نے دیگر کاروبارِ زندگی سے مستغنی ہو کر اس کتاب کی تیاری میں وقت صرف کرنے میں مدد کی۔

آخر میں انتساب ان ہستیوں کی طرف کہ جنکا اللہ تعالی کے کرم اور احسان کے بعد سب سے زیادہ مجھ پر احسانات ہیں،اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جنکا احسان پوری دنیا کے لوگوں پر ہے،اور اسکے بعد یہ انتساب اپنے والدین کی طرف کروں گا کہ اللہ کے بعد جو کچھ ہوں انکی وجہ سے ہوں۔

اس کتاب میں جو بھی اچھی بات ہے وہ اللہ کی توفیق سے ہے اور جہاں کوئی غلطی ہے وہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے، لہٰذا آپ کو کتاب پڑھ کر کوئی فائدہ ہو تو مؤلف اور مترجم کو دعاؤں میں یاد رکھیں ۔والسلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

محمد شاہ رخ خان

11 /ستمبر 2021ء

کراچی، پاکستان

مؤلف اور مترجم سے رابطے کے لیے:

https://www.facebook.com/TheMuslimOrganization



پہلا باب: عنوان

حارث سلطان صاحب جنہوں نے اپنی کتاب کا نام:

Why I Left Islam:The Curse of God یعنی ''خدا کی لعنت: میں نے اسلام کیوں چھوڑا؟'' رکھا ہے۔ حالانکہ دلچسپ بات تو یہ ہے کہ لفظ Curse (لعنت) اپنی وضع میں ایک مذہبی لفظ ہے۔ حارث صاحب اپنی کتاب کے لیے ایک ایسا لفظ تلاش کرنے سے بھی عاجز رہے ہیں کہ جو غیر مذہبی ہو۔ اس قدر ان لوگوں کے ذہن واعصاب پر خدا اور مذہب سوار ہے کہ باوجود ایمان نہ رکھنے کے یہ ان حقائق کو اپنی زندگیوں سے نہیں نکال پاتے۔ ذیل میں لفظ Curse کا مفہوم بیان کیا جاتا ہے:

Curse ایک ایسی تمنا یا بیان کو کہتے ہیں جسے کوئی غیبی یا روحانی طاقت موثر بنائے۔ جیسے خدا، یا بہت سے خدا، یا کوئی روح یا قدرتی طاقت یا پھر کوئی جادوئی منتر۔ کرس کو Hex اور Jinx بھی کہا جا سکتا ہے۔ مختلف عقائد کے لوگ Curse بذات خود ایک ایسی چیز سمجھتے ہیں کہ جس کے نتیجے میں کوئی موثر طاقت حرکت میں آئے گی۔ اس کے اثر کو ختم کرنے کیے جانے کو removal یا breaking بھی کہتے ہیں کو اکثر مختلف رسومات یا دعاوں کے نتیجے میں ختم ہوتا ہے۔

ایک اور دلچسپ بات اس کتاب کے ذیلی عنوان میں ہے (جسے آپ ایک تبصرہ بھی کہ سکتے ہیں) جو کہ یاسمین محمد صاحبہ کی جانب سے کیا گیا ہے جس میں انکا کہنا ہے کہ: یہ کتاب ہر اس شخص کے لیے ہے جس نے کبھی بھی یہ ناقابل جواب، سوال پوچھا ہے کہ خدا کو کس نے بنایا؟

حالانکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کو اس سوال کی کیا ضرورت پیش آئی، کیا اسکا جواب

ملنے کے بعد آپ خدا پر ایمان لے آئیں گے؟ دوسری بات جب کسی نے خود ہی یہ یقین کر رکھا ہے کہ اس سوال کا جواب دیا ہی نہیں جا سکتا نہ کہ یہ کہ جواب دیا نہ گیا ہو، تو اس صورت میں یہ سوال کرنا سوائے ایک شرارت کے اور کیا ہو سکتا ہے؟۔ البتہ اگر واقعتا کسی کو اس کا جواب چاہیے تو اسکا جواب یہ ہے:

سوال ہے: خدا کو کس نے بنایا؟

جواب: خدا نہ آفریدہ اور بے ساختہ ہے (یعنی جسے پیدا نہ کیا گیا ہو بلکہ وہ خود بخود موجود ہو)۔

بس قصہ ختم، اتنی سی بات تھی؟

سو اگر مقصد اس سوال کا جواب تھا تو وہ ہم نے دے دیا البتہ مزید کچھ گذارش ہے، یاسمین اور حارث کے لیے نہیں کہ انکے سوال کا جواب دیا جا چکا ہے۔ بلکہ اپنے قارئین کے لیے میں اسکی کچھ مزید وضاحت کرنا چاہونگا۔ جیسا کہ اسلام میں اللہ (خدا) کو سب سے زیادہ کامل صفاتی ناموں کے ساتھ جانہ اور مانہ جاتا ہے، جن میں سے چند ذیل میں ملاحظہ کیجیئے:

الما لک: بادشاہ

المھیمن: نگہبان

العزیز: غلبے اور عزت والا

المتکبر: کبریائی اور بڑائی والا

الخالق: تخلیق کرنے والا

المصور: صورت گری کرنے والا

یہ خدا کی چند صفات ہیں جو بہت واضح طور پر یہ بتاتی ہیں کہ خدا بذات خود خالق مطلق ہے، ہر چیز کی ابتداء کرنے والا ہے اور کسی کا پیدا کیا ہوا نہیں بلکہ بے ساختہ ہے۔ یہ اسی طرح کا سلسلہ ہے کہ مثلا اگر خدا کو کوئی بنانے والا ہوتا تو وہ خود خدا سے زیادہ عظیم ہوتا کیونکہ جو کسی چیز کو تخلیق کرتا ہے وہ اس سے زیادہ بڑا اور بلند ہوتا ہے۔ اگر خدا کا ہی کوئی خالق ہوتا تو پھر وہ خالق خدا

ہوتا نہ کہ تخلیق کیا گیا ایک چھوٹا سا خدا۔ مثلاً اگر آپ کوئی موبائل بنائیں تو قد و قامت اور رتبے میں کون بڑا ہوگا، آپ یا پھر وہ موبائل؟ دوسرے لفظوں میں کیا یہ معقول بات ہے کہ جس نے خدا کو بنایا وہ خود اتنا عظیم ہے، لیکن اس نے ایک مخلوق کو خدا بنا دیا حالانکہ خود مجہول اور بے کار ہے؟

اب ہم سرے سے سوال کا بھی جائزہ لے لیتے ہیں کہ کیا واقعتاً یہی طریقہ کار ہے اور ہونا چاہیے کسی چیز کا جواب تلاش کرنے کا کہ اگر ہمارے پاس اسکا جواب نہیں تو ہم اسکے وجود کا ہی انکار کر دیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو میں کچھ مثالیں پیش کرنا چاہونگا جس سے سائل خود اپنے سوال میں پھنس جائے گا۔ آج تک سائنس کے پاس بہت سی چیزوں کا جواب نہیں مثلاً:

- بگ بینگ Big Bang سے پہلے کیا تھا؟ کیا یہ کائنات ہمیشہ سے وجود رکھتی تھی یا کوئی اور معاملہ تھا؟
- ہم وقت میں ہمیشہ آگے ہی کیوں بڑھتے ہیں، کبھی وقت پیچھے کیوں نہیں جاتا؟
- خلاء Space کی تین ہی ڈائمینشنز کیوں ہیں؟
- پروٹون کتنی دیر تک زندہ رہتا ہے؟
- کیا یہ کائنات لامتناہی infinite ہے یا محض بہت زیادہ بڑی ہے؟

اور بہت سے ایسا سوالات ہیں۔

تو جبکہ سائنس کہ پاس ان چیزوں کا جواب نہیں ہے تو کیا آپ یہ کہنا شروع کر دینگے کہ سائنس کا وجود ہی نہیں؟ اور آپ کوئی ایسی کتاب کیوں نہیں لکھتے کہ The Curse of Why I left Science:Science اور پھر اس عنوان کو ان سوالات سے مزین کریں کہ جن کا حل سائنس کے پاس آج تک موجود نہیں۔ کیونکہ اگر یہی طریقہ ہے تو پھر آپ کو یہ کرنا چاہیے۔ لیکن اگر آپ ایسا نہ کریں جو کہ ظاہر ہے آپ ایسا نہیں کرینگے تو اسکا مطلب کتاب کے سرورق پر اس طرح کا سوال پیش کرنا محض بدنیتی ہی ہو سکتی ہے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے۔

کیا آپ ہر چیز جان سکتے ھیں؟

جیسا کہ میں نے وضاحت کی، ذہین اور سمجھدار نقطہ نظر یہ بتاتا ہے کہ کچھ سوالات ایسے ہیں جو سرے سے پوچھے ہی نہیں جانے چاہئیں۔ نیز خدا کا تصور خدا کو ماننے والوں کے ہاں بہت واضح ہے کہ وہ" کامل خدا" ہے سے عظیم کوئی چیز نہیں ہے۔ نیز، جب وہ ہر چیز سے بالاتر ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اسکے متعلق ہر سوال کا جواب نہیں ڈھونڈ سکتے اور نہ اسکا احاطہ کر سکتے ہیں۔تو، اسے آسان الفاظ میں، آپ کے پاس اس سے متعلق ہر سوال کا جوب نہیں ہوسکتا۔ اگر وہ چاہتا کہ لوگ سب کچھ جان لیں۔ وہ، وہ زمین پر ان کے ساتھ رہتا۔لیکن کیا ہوگا کہ اگر کوئی شخص ضد کرے کہ اسے ہر سوال کا جواب مل جائے۔ مثلا:

کہکشاں Galaxy MACS0647-JD[1] اب تک کی دریافت گئی سب سے زیادہ دور کی کہکشاں ہے۔ اگر میں یہ سوال پوچھنا شروع کر دوں کہ میں جاننا چاہتا ہوں کہ MACS0647-JD کہکشاں سے آگے کیا ہے۔تب ہی میں باقی سب پر یقین کروں گا۔ چاہے فلکیاتی چیزیں ہوں یا آسمانی اشیاء، تو کیا اس بات کا کوئی تک بنے گا؟۔ اسی طرح، Pistol پستول سٹار[2] سب سے بڑا جانا جانے والا ستارہ ہے (مادے اور حجم کے اعتبار سے)، اگر میں ضدی بن کر پوچھتا رہوں کہ میں اس وقت پستول سٹار سے بڑے ستارے کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں اور وہ بھی اس سے کم از کم 100 گنا بڑا ہونا چاہیے، مطلب جواب میری خواہشات کے مطابق ہونا چاہیے، پھر آپ مجھے کیا سمجھیں گے؟ عقل مند؟ معقول؟ سائنسی؟ یا احمق؟۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے سوالات ہیں جو نہیں پوچھے جانے چاہئیں کیونکہ وہ انسانوں کی پہنچ سے باہر ہیں۔ اگر ہم اپنی رسائی کی ان حدود کو تسلیم نہیں کرتے، پھر ہمیں واقعی ایک

[1]: https://hubblesite.org/news/news-releases

[2]: starchild.gsfc.nasa.gov>StarChild>questions>question21

میڈیکل شیک اپ کی ضرورت ہے۔ یہ تو محض مخلوق کا معاملہ ہے خالق کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ اگر ہم نہیں جانتے ریت کے کتنے دانے ہیں۔ دنیا اور سمندروں میں پانی کے قطرے کتنے ہیں۔ کتنے اسیٹر آئڈز خلا میں موجود ہیں، پھر ہم کیسے یہ توقع اور امید کر سکتے ہیں کہ ہم ان سب کے خالق کے متعلق سب جان جائیں گے۔ ہمیں اپنے ہوش وحواس میں رہنا چاہیے یہ کہتے وقت کہ ہمیں ہر ہر سوال کا جواب چاہیے۔ ورنہ میں حارث سے پوچھتا ہوں کہ مجھے بتائیں کہ بلیک ہول (Black Hole) کے اندر کیا ہے۔اتنی سی بات ہے!

کیا اسلام نے اس سوال کا جواب نہیں دیا کہ "خدا کو کس نے پیدا کیا؟"

جب آپ کسی سوال کو بے جواب قرار دیں، تو پھر وہ لازما ایسا ہی ہونا چاہیے کہ اسکا جواب نہ دیا گیا ہو ورنہ آپ کا یہ دعوی غلط ہوگا۔ یہاں بھی یہ دعوی غلط ہی ہے کہ اس سوال کا جواب نہیں دیا گیا حالانکہ اسلام نے بالکل واضح طور پر اسکا جواب دیا ہے۔ کیسے؟ آیئے دیکھتے ہیں:

واجب الوجود اور بے ساختہ:

اسلام میں خدائے برتر کا ایک صفاتی نام ہے القیوم جسکا معنی ہے بذات خود قائم یا خود اپنا وجود رکھنے والا۔ اب اس طرح کے سوالات کا جواب اصل میں خدا کے صحیح تعارف میں موجود ہے۔ اور اسلام خدا کی ایسی صفات بیان کرتا ہے جو ان تمام سوالوں کا دم توڑ دیتی ہیں۔ یہ تمام صفات اسلام کے نظریہ توحید کے ایک جزو "اسماء وصفات" کا اہم حصہ ہیں، اسماء صفات یعنی خدا کے ناموں اور صفات کی توحید۔ جب آپ ان ناموں کو جانتے ہونگے تو خدا کی صفات اور کمالات سے بھی واقف ہونگے اور پھر اُس خدا سے زیادہ کامل اور برتر ذات یا چیز کو نہیں پیش کر سکیں گے۔ اور جب آپ کو اسکا احساس ہو جائے گا، تو آپ کو اس سوال کا جواب بھی مل جائے گا کہ خدا کو کس نے بنایا؟ اور وہ یہی ہے کہ خدا کو پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ اسے لازمی بے ساختہ اور واجب الوجود ہونا ہوگا، یہ دراصل خدا کے متعلق ایک کمزور تصور کا نتیجہ ہے کہ حارث جیسے لوگ اس طرح کے سوالات کرتے ہیں کہ جنکا جواب دیا جا چکا ہوتا ہے لیکن وہ ان جوابات کو نہیں جانتا یہ نوازش ہے انکی لاعلمی

کی۔اگر وہ ان باتوں سے لاعلم ہیں تو قصور کس کا ہے؟ آپ اسکے متعلق یہ دعوی نہیں کر سکتے کہ اسکا جواب ہی نہیں دیا گیا۔رہی بات کیا یہ اطمینان بخش اگر یہاں تک بات حلق سے اتر گئی ہے تو آگے کی نہیں اترنے والی۔ابھی تو بہت کچھ کہنا باقی ہے۔

یاسمین محمد کا تبصرہ:

تو موصوفہ تسلیم کرتی ہے کہ حارث نے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔اس نے محض واضح طور پر ان جوابوں کو غلط ثابت کیا ہے جو اس متعلق دیئے گئے ہیں (یعنی خدا کے وجود کے متعلق)۔ایک مرتبہ پھر یاددہانی کروانا چاہتا ہوں کہ حارث صاحب مسیح کے 2018ء سالوں بعد،اور دنیا کے آغاز کے اربوں سالوں بعد یہ انکشاف لے کر آئے ہیں کہ کولوگ جو بھی کچھ جانتے ہیں یا مانتے ہیں سب جھوٹ ہے۔کیا ہی عظیم انکشاف ہے اور ظاہر ہے ہونا ہی تھا۔یہیں پر بس نہیں موصوفہ یہ بھی فرماتی ہیں کہ لوگ جو بھی مانتے رہیں وہ ایک طاعون تھا اور خطرناک کہانیاں تھیں کہ آسمانوں میں بھی انکا کوئی دوست رہتا ہے۔واہ کیا کہنے! میں بڑا متعجب ہوں کہ اربوں سالوں سے لوگ اس طاعون اور ایسی خطرناک کہانیوں کے ساتھ آج تک زندہ رہے اور کسی کو بھی انکے غلط یا جھوٹ ہونے کی خبر تک نہ ہوئی۔ہمیں تو اس بات پر انہیں کوئی تمغہ دینا چاہیے کہ انہوں نے انسانیت کی کس قدر عظیم خدمت کی ہے۔آپ جانتے ہیں کہ ہم سب تو ڈوب رہے تھے تقریباً مر چکے تھے۔مسکرانا اور سانس لینا تک دشوار تھا لیکن حارث اور یاسمین نے اس سچ کے ساتھ ہمیں بچا لیا خدا کا شکر ہے کہ اب میں بہتر محسوس کرر ہا ہوں۔

علی اے رضوی کا مقدمہ:

ایک مرتبہ پھر، میں سیدھا مدعے پر آؤں گا۔ میں علی رضوی کے مقدمے کو صرف صفحات سیاہ کرنے کی ایک کوشش قرار دوں گا۔دو تین معاشرتی چیزوں کی وضاحت کرتے ہوئے علی رضوی صاحب حارث سلطان کی کتاب کا جواز پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ بھی آزاد سوچ کے نام پر۔رضوی صاحب کو یہ شکایت ہے کہ مسلمانوں میں آزادانہ طور پر سوچنے والے

بہت ہی کم لوگ موجود رہے ہیں، انکواس بات سے تکلیف ہے کہ مسلمان اپنی مقدس کتاب قرآن کا احترام کیوں کرتے ہیں۔ انکو یہ شکایت ہے کہ مسلمان قرآن پڑھنے سے پہلے طہارت کیوں اختیار کرتے ہیں، جیسے کہ مسلمان ان سے پانی مانگ رہے ہوں۔ ایک شکایت موصوف کو یہ بھی ہے کہ مسلمان اسے پڑھتے ہی کیوں ہیں۔ اگر آپ علی رضوی صاحب کا مکمل کلام پڑھیں تو آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ موصوف نے صرف ایک ہی کام کیا ہے اور وہ شکوہ اور بس شکوہ۔ کہ مسلمان یہ کیوں کرتے ہیں اور یہ کیوں نہیں کرتے، ایسا کیوں ہوتا ہے اور ایسا کیوں نہیں ہوتا۔ کیوں ہر چیز میری خواہشات کے مطابق نہیں ہورہی۔ کیوں ساری دنیا میری مرضی کے مطابق زندگی نہیں بسر کر رہی؟ کیوں مسلمان ایسے ہیں جو سب سے زیادہ اپنے مذہب اور اپنی کتاب کا احترام کرتے ہیں؟ ذرا تصور کریں ایسے شخص کو جو اپنی بے تکی خواہشات کا احترام واکرام چاہتا ہے وہ مسلمانوں سے مطالبہ کرنے لگے کہ وہ اپنے سب سے زیادہ معزز اور محترم چیزوں کا احترام نہ کریں۔ کیا آپ نے کبھی کسی ایسے شخص کے متعلق سنا ہے کہ جسکو کسی کی عزت کئے جانے سے مسئلہ ہو اور پھر وہ اس کی توہین یا بے عزتی کا مطالبہ اور حوصلہ افزائی کرے؟ مسلمانوں کو تو یہاں تک تعلیم دی گئی ہے کہ دوسروں کے باطل معبودوں کی بھی توہین نہ کریں جیسا کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا:

''اور جن کو یہ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں انکو برا بھلا نہ کہو، یہ نہ ہو کہ یہ اللہ کو برا بھلا کہنا شروع کردیں بغیر علم کے''

یہ وہی لوگ ہیں جو لوگوں سے ہم جنس پرستوں کے احترام کا مطالبہ کرتے ہیں جبکہ سائنسی طور پر اسکا ایک معذوری اور بیماری ہونا ثابت ہو چکا ہے[1] البتہ ہمارے مذہب کا احترام نہیں چاہتے کیونکہ وہ اسے پسند نہیں کرتے۔ اور مسلم دنیا میں بھی بالکل یہی صورتِ حال ہے۔ علی رضوی صاحب جانتے نہیں ہیں کہ مذہب سے متعلق مکالمے اور اسلام پر تنقید کوئی نئی چیز نہیں ہے یہ دسویں صدی عیسوی تک لوٹتی ہے یا کم از کم اسی سن سے مستشرقین نے اسلام کے خلاف لکھنا

[1]:https://jamanetwork.com/journals/jamapsychiatry/fullarticle/481699

شروع کیا اور مسلمان علماء نے اسکا جواب لکھا، اور یہ سارا ریکارڈ آج تک بہت اچھی طرح محفوظ ہے۔ لیکن کیا مسلمانوں نے ان تمام لوگوں کو قتل کر دیا جو اسلام کے خلاف لکھ رہے تھے؟ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ واقعتاً مسلمان ایسے ہیں (کہ کسی کو بولنے کا موقع نہیں دیتے نہ سوچنے کا) حالانکہ مسلمان اسوقت اپنے سب سے طاقت اور عروج کے دور میں تھے۔ کیوں انہوں نے مستشرقین اور مخالفین کے خلاف جنگ کا اعلان نہ کیا؟ کیا تم کسی ایک ایسے واقعہ کو پیش کر سکتے ہو؟۔ بلکہ مسلمانوں نے انکے الزامات کا جواب اپنی تحریروں سے دیا اور مسئلہ اچھے انداز میں حل ہو گیا۔ لیکن ان لوگوں کا مسئلہ آج یہ ہے کہ انہیں بس اسلام کے خلاف شور مچانا ہے۔

رضوی صاحب جیسے لوگوں کو مسلمانوں کے رویے کی شکایت ہی کیوں ہے؟ وہ ذرا کچھ لکھیں تو ہم اسکا جواب دینگے، جو کہ اس وقت ہم دے بھی رہے ہیں۔ لیکن بات وہی ہے کہ جسکا پہلے بھی ہم نے ذکر کیا اگر آپ توہین کرنے کی کوشش کرینگے تو اسکی اجازت بہرحال نہیں دی جا سکتی ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ آپ کسی چیز کی اہانت تب ہی کرتے ہیں جب آپ کے پاس اس کام کو کرنے سے زیادہ عقل اور علم نہیں ہوتا۔ قرآن نے واضح طور پر کہہ دیا ہے کہ ''دین میں جبر نہیں،، لیکن اگر آپ دین کی اہانت کرنے کی کوشش کرینگے تو عوام، حکمران اور قانون آپ کو بالکل روکے گا۔ تم نے کبھی ان امریکی ریاست کے قوانین کی تو شکایت کی جہاں وِیڈ (weed) پینے کی اجازت ہے حالانکہ یہ صحت کو مکمل تباہ کر دیتی ہے لیکن تمہیں ان قوانین سے ضرور مسئلہ ہے جو تمہیں صرف اچھی بات کرنے کی تلقین کرتے ہیں ورنہ خاموش رہنے کی۔ اور اگر یہ صورتِ حال بھی تمہاری عقل میں نہیں آتی تو بہتر ہے کہ اپنی زندگی پر توجہ دو ان مباحث سے دور رہو۔

آخر میں رضوی صاحب نے حارث کی کتاب میں اسکے کام کی تعریف کی اور اسے ایک ذہین شخص قرار دیا۔ خیر یہ تو ہم دیکھیں گے ہی کہ حارث صاحب کتنے ذہین ہیں اور پھر رضوی صاحب نے اپنے مقدمے کا اختتام جس تاثر سے کیا ہے کہ مذہب کوئی نامعقول اور غیر سائنسی تصور ہے۔ یہ کتنی گول مول دلیل ہے اسکا جواب بھی آئندہ صفحات میں لیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

کتاب کے تعارف کا جائزہ:

حارث صاحب کہتے ہیں:

''میں مذہب کے خلاف نہیں ہوں، میں زَن بیزاریت کے خلاف ہوں، غلامی کے خلاف ہوں، میں جنس پرستی کے خلاف ہوں، میں تشدد کے خلاف ہوں، میں جہالت کے خلاف ہوں، میں بچوں پر تشدد کے خلاف ہوں، ظلم کے خلاف ہوں، جنگ کے خلاف ہوں۔ تو دراصل مذہب میرے خلاف ہوا۔''

اگر حارث صاحب واقعتاً ان سب چیزوں کے خلاف ہے تو پھر تو انہیں مسلمان ہونا چاہیے کیونکہ یہ سب تو اسلام کی خوبیاں ہیں، اگر وہ مسلمان نہیں ہیں، تو پھر دو ہی چیزیں ہوسکتی ہیں: یا پھر وہ اسلام سے بالکل لاعلم ہیں یا پھر جھوٹ بول رہے ہیں۔

مزید یہ ہے کہ حارث صاحب کتاب لکھتے وقت اپنے ڈر کا اظہار کرتے رہے اور ساتھ ساتھ ہی یہ بھی دکھاتے رہے کہ وہ کتنے بہادر ہیں۔ موصوف نے یہ باور کروانے کی کوشش کی ہے کہ اگر وہ کتاب لکھیں گے تو مسلمان انہیں قتل کر دینگے، لیکن کیا ہوا؟ دو سال گذر چکے ہیں اور کسی ایک مسلمان نے ایک سوئی تک نہیں اٹھائی قتل کی بات تو چھوڑ ہی دیں۔ ایک مرتبہ پھر موصوف کا ایجنڈا ناکام ہوگیا لیکن بات یہیں نہیں رکتی۔ حارث صاحب نے اپنی کتاب کے عنوان میں لفظ ''خدا کی لعنت'' کا استعمال کیا ہے اور تعارف میں فرماتے ہیں کہ اللہ کی مذمت کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں اسکے دین سے واقف ہوں۔ لیکن درحقیقت وہ اس مذہب کے متعلق سب سے کم علم نظر آتے ہیں اور محض ان غلط فہمیوں اور الزامات سے واقف ہیں جو اس مذہب کے متعلق پھیلائے گئے۔ اور دلچسپ بات یہ کہ اللہ کے نام کی تاثیر ہے کہ موصوف عنوان میں لفظ اللہ بھی استعمال نہ کر سکے۔

حارث کی کھانی:

حارث صاحب نے اپنی کہانی سنائی ہے جو انتہائی مشکوک اور غیر حقیقی معلوم ہوتی

ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مذہب کے متعلق 9، 10 سال کی عمر سے ہی شکوک وشبہات میں تھے۔ میری (مصنف کی) آئی کیو ذاتی طور کافی اچھی ہے جو کہ Mensa سے ٹیسٹ شدہ ہے اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس عمر کے بچے اس عمر میں ان چیزوں کو جانتے تک نہیں ہیں اور اگر جانتے بھی ہوتو ان چیزوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ موصوف کہتے ہیں کہ رچرڈ ڈاکنز وہ شخص تھا جس کا، ملحدانہ نظریات میں، ان پر کافی اثر تھا۔ میں پہلے سے ہی رچرڈ ڈاکنز کی کتاب کا تنقیدی جائزہ اپنی کتاب "Philosophical and Scientific Analysis of Richard Dawkins God Delusion" میں لے چکا ہوں۔

مزید یہ کہ مذہب کے معاملے میں اور خدا کے وجود کو تسلیم کرنے کے متعلق بھی، ایک سائنٹفک میتھڈ کو اپنا اصل طریقہ کار بتا کر، حارث نے میرا کام اور بھی آسان کر دیا ہے۔

مجھے حارث کی اصل عمر کو تو علم نہیں لیکن وہ میری عمر کا ہی لگتا ہے۔ میں 29 سال کا ہوں اور ہم دونوں ہی لاہور، پاکستان میں پیدا ہوئے اور اپنی ابتدائی زندگی یہی گذاری۔ میں بہت اچھے سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ حارث نے جو باتیں کہی ہیں وہ گوگل کا مواد ہے۔ اسکی اپنی کوئی تحقیق نہیں ہے کیونکہ اس نے جو اپنی عمر 9، 10 سال لکھی ہے، یعنی 14، 15 سال پہلے جو اسکی عمر تھی، اس وقت ہمارے معاشرے میں ایسے مسائل تھے ہی نہیں۔ میں ایک اچھے کھاتے پیتے رئیسانہ ماحول میں بڑا ہوں اور میں اچھی طرح یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ اس زمانے میں انٹرنیٹ تک رسائی اتنی آسان نہ تھی اور نہ ہی انٹرنیشنل کتابوں تک۔ اور اس وقت والدین بھی ان معاملات کو سدھارنے کے لیے ڈنڈا استعمال کرلیا کرتے تھے، لہٰذا یہ کہانی کافی غیر حقیقی ہے۔ حارث نے لازما یہ سب چیزیں ''گوگل بابا'' سے لیں اور پھر ایک کہانی گڑھ لی ہے۔ اسکا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ موصوف کو عربی نہیں آتی، تو ظاہر ہے موصوف نے پورا قرآن، اسکے معانی اور مفہوم کے ساتھ، نہیں پڑھا ہوگا، البتہ وہ اسکے باوجود بھی اس میں سے غلطیاں نکال رہے ہیں۔ تو پھر انکا مددگار گوگل بابا کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے۔ چھوٹے ہوتے تو حارث سلطان تو قرآن اور

حدیث کی الف ب سے بھی واقف نہ ہوگا، وہ کیسے انکار دلیل کی بنیاد پر کرسکتا ہے۔لہٰذا اب بھی یا تو موصوف انتہائی زیادہ جاہل ہیں یا پھر جھوٹے ہیں۔

کیا سائنس کے پاس ہر ایک چیز کا جواب ہے؟

جیسا کہ میں نے پہلے بھی بہت سی چیزوں کا ذکر کیا کہ جن کا جواب سائنس نہیں دے سکتی۔ایک مرتبہ پھر، یہ بات یاد کروانا چاہتا ہوں، اگر حارث ان تمام باتوں کو جانتا ہے اور اسکے باوجود سائنس کے متعلق یہ کہتا ہے کہ سائنس بے عیب ہے اور غلطی نہیں کرسکتی تو پھر اسکے سوچنے کے طریقے میں بہت بڑا خلل ہے۔ ہر سال کتنے ہی ریسرچ پیپرز دوبارہ واپس منگوا لیے جاتے ہیں اور انہیں کہا جاتا ہے Retrieved Papers۔اب ذرا سوچیں کہ حارث صاحب ان ریسرز پیپرز پر مذہبی طرز کا یقین وایمان رکھتے ہیں اور یہی پیپرز ہر سال مزید تحقیق کے بعد غلطیوں کی وجہ سے واپس لے لیے جاتے ہیں۔تو اب حارث صاحب اپنی اس سائنس کو لے کر کس مقام پر کھڑے ہیں؟ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ سائنس خود ایک جگہ قائم نہیں رہ سکتی۔ بے شک کچھ تھیوریز ہوتی ہیں لیکن تھیوری تو پھر تھیوری ہی ہوتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔تو کیا ایسی صورت میں خدا کے وجود کو کنفرم کرنے کے لیے سائنس کا استعمال کیا جاسکتا ہے؟ اسکا جواب بالکل آسان ہے کہ: نہیں!۔سائنس صرف خدا کی نشانیوں کو پڑھنے اور انہیں سمجھنے کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے، جسکا خدا نے خود قرآن میں حکم دیا ہے کہ ان پر غور کیا جائے۔لیکن سائنسی طور طریقوں کے ذریعے صرف خدا کے جاننے کی کوشش کرنا اسی طرح کمزور اور غیر یقینی ہے جس طرح دنیا کی کوئی بھی دوسری چیز۔سوچیں کسی کارپینٹر سے کہا جائے کہ جہاز بنا دو یا پھر کسی سائنسدان سے خدا اور پیغمبروں کے پیش کیئے گئے پیغام کے متعلق پوچھا جائے۔ دونوں ہی مختلف چیزیں ہیں اور دونوں کو ملانا بہت بڑی حماقت ہوگی۔ موصوف نے ایک اور غلط دعویٰ کیا ہے کہ سائنس تو یہ بتا سکتی ہے کہ زندگی اور دنیا کیسے وجود میں آئی لیکن مذہب نہیں بتا سکتا، جو کہ بذاتِ خود ایک جھوٹ ہے۔ نہ ہی سائنس کے پاس ان تمام سوالات کے ہی جوابات ہیں اور نہ ہی مذہب سب ہی سوالات پر

خاموش ہے۔ بلکہ حارث صاحب ایک مرتبہ پھر ایسی بات کر گئے ہیں جس کی میں ذیل میں وضاحت کر رہا ہوں۔

ھرسو سنڈروم:

میں اب ایک نئی اصطلاح متعارف کروا رہا ہوں Harsu Syndrome۔ Harsu (ہرسو) اردو کا لفظ ہے جسکا معنی ہے ہر طرف، ہر سمت اور یہ Haris نام کے ابتدائی حروف بھی ہیں سو اس سے ایک دلچسپ اصطلاح بنام Harsy Syndrome وجود میں آتی ہے۔لیکن اس اصطلاح کا مطلب کیا ہے اور میں نے اسے کیوں ایجاد کیا؟۔ دراصل یہ سلطان صاحب کے دماغ کا ایک تذبذب ہے جو انہیں ہر وقت اس سوال پر مجبور کرتا ہے کہ خدا کو کس نے بنایا؟ یہ اسی طرح اگر آپ موصوف سے پوچھیں کہ کیا آپ نے آج دوپہر کا کھانا کھایا تھا تو وہ کہیں گے خدا کو کس نے بنایا؟، کیا رات کا کھانا کھایا تھا، جواب دینگے: خدا کو کس نے بنایا؟، سوال کریں: آج کونسا دن ہے، جواب ملے گا: آج خدا کو کس نے بنایا: تو Harsu Syndrome کی دراصل یہ حقیقت ہے۔

ایک ایسی دماغی کیفیت کہ جس میں انسان ہر وقت یہی سوال کرتا ہے کہ خدا کو کس نے بنایا جبکہ ضرورت بھی نہ ہو نہ ہی مناسب وقت اور جگہ ہو۔ نتیجتاً یہ کیفیت ایک ایسی بیماری میں تبدیل ہوگئی کہ اسکا علاج اور اسکی پہچان لازمی ہے۔ حارث صاحب اپنی کتاب کے تعارف میں سائنس اور اسکے اشاروں کی باتیں کرتے کرتے، کہ کس طرح سائنس کچھ سوالات کے جواب دے سکتی ہے، اچانک مذہب کی جانب لپک پڑے کہ خدا کو کس نے بنایا؟ جیسے آپ نے جانا تو آسٹریلیا ہو لیکن آپ نائجیریا کی فلائٹ میں چڑھ جائیں۔

ھرسو کا علاج:

جیسا کہ میں خدا کی کچھ صفات ذکر کی تھی انہی صفات میں سے ایک صفت الکبیر بھی ہے جسکا مطلب ہے کہ عظیم ترین یا سب سے عظیم اور جو ذات سب سے عظیم ہو تو ظاہر ہے کہ اسکو کوئی

بنانے والا نہیں ہوسکتا۔ جسکے لیے لازم ہوگا کہ وہ اس سب سے عظیم سے بھی عظیم ہو۔ اب یہاں سوال میں ہی بڑی خرابی ہے کہ جب آپ یہ سوال کریں کہ خدا کو کس نے بنایا تو آپ سوال میں ہی خدا کے وجود کا اقرار کر رہے ہیں پھر آپ ''ہرسو'' کیفیت سے ایجاد ہوئے سوال کی طرف بڑھتے ہیں۔ اب اگر آپ کا ماننا یہی ہے کہ سائنس ہر چیز کا جواب دے سکتی ہے تو وہ یہ کیوں نہیں بتا سکتی کہ خدا کو کس نے پیدا کیا؟ بلکہ سائنس یہ کیوں نہیں بتا سکتی کہ خدا ہے بھی یا نہیں؟ یہ معیار کس نے مقرر کیا ہے کہ جو بھی چیز وجود رکھتی ہو اسکو اپنے وجود کی تصدیق سائنس سے کروانا لازمی ہے؟ اگر معیار واقعتاً ایسا ہی ہے تو پھر آپ کہہ سکتے ہیں کہ UY Scuti سے بڑا کوئی ستارہ نہیں کیونکہ سائنس نے اس سے بڑے کسی ستارے کی تصدیق نہیں کی۔ جبکہ اس سے بڑا ستارہ موجود ہوسکتا ہے لیکن سائنس کے علم میں یہ بات نہیں۔ تو کیا یہ چیز ستارے کو کالعدم بنا دے گی؟

کامن سینس اور معقول طریقہ کار آپ کو لازماً یہ بات سمجھائے گا کہ اگر خدا ہے تو لازماً وہ اپنی مخلوق سے بڑا اور عظیم ہے۔ اور اگر اس نے امتحان کی غرض سے زمین پر بھیجا ہے تو پھر ایسی صورتِ حال کہ جسکے متعلق آپ کسی بھی علم سے چاہے سائنس ہو فلسفہ اس طریقہ کا اثبات نہیں کر سکتے (سوائے وحی کے)، ورنہ وہ امتحان ہی کیسا رہ گیا؟ اور جبکہ کائنات کا وجود ہے، ہمارا وجود ہے اور خدا کا بھی وجود ہے تو پھر امتحان بھی ہے اور ایسے میں یہ سوال کرنا کہ خدا کو کس نے بنایا انتہائی احمقانہ کام ہے اور خدا کے متعلق ہر چیز جاننے کی کوشش کرنا بھی، کیونکہ خدا انسان کی رسائی سے باہر ہے۔

مسلمانوں کو داعش اور طالبان قرار دینے کے بعد ایک شرمناک تجزیہ:

حارث صاحب کہتے ہیں: اصل اسلام اصل میں طالبان اور داعش والا اسلام ہے۔

پہلے تو موصوف اسلام کو اپنی غلط معلومات سے پرکھتے ہیں اور اب اس پر تجزیہ بھی کرتے ہیں وہ بھی بغیر کسی حوالے اور ثبوت کے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی حارث صاحب کو جنسی زیادتی کا عادی، قاتل

اور شرابی بیوڑہ قرار دے وہ بھی بغیر کیسی حوالے اور ثبوت کے تو یہ ایک ہوا میں پھینکی ہوئی بات ہی ہوگی۔ اسی طرح یہ کہنا کہ حقیقی اسلام فلاں فلاں گروہ کا اسلام ہے تو یہ دراصل شور شرابے کے علاوہ کچھ نہیں۔

دوسری بات، سابق امریکی صدر ڈانلڈ ٹرمپ داعش کو باراک اوباما اور ہلیری کلنٹن کا بنایا ہوا گروہ قرار دے چکے ہیں، [1] تو ایک گروہ جسے سیاسی مفادات کے لیے بنایا گیا اور بنایا بھی مذہب کے دشمنوں نے ہے، انتہائی خاص سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے، تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسکا مذہب سے کوئی لینا دینا نہیں۔ جیسا کہ یہ تاثر ہے کہ سارے مسلمان شدت پسند ہیں، تو اسوقت دنیا میں ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمان ہیں اور اگر سب شدت پسند ہوتے تو یہ دنیا کب کی سمندر کی گہرائیوں میں دفن ہو چکی ہوتی۔ بلکہ خود حارث صاحب کا وجود اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان شدت پسند نہیں کیونکہ حارث صاحب زندہ بھی ہیں اور صحت مند بھی، کسی نے انکا بال بھی بیکا نہیں کیا۔

یہ چورن مزید نہیں بکے گا:

مسئلہ تب شروع ہوتا ہے جب کوئی تمام کے تمام افراد کو ایک ہی لکڑی سے ہانکنے لگتا ہے۔ چند ہزار یا لاکھ لوگ ڈیڑھ ارب کی زیادہ آبادی میں سے کوئی کام کریں اور اسکا نزلہ سب پر گرایا جائے تو مسئلہ ان ڈیڑھ ارب لوگوں میں نہیں بلکہ اس شخص میں ہے جو ڈیڑھ ارب کو محض اسکے صفر سے بھی کم اشاریہ فیصد کی بنیاد پر سب پر ایک حکم لگا رہا ہے۔ اسکا معقول طریقہ تو یہ تھا کہ ان چند ہزار یا لاکھ لوگوں کو کو پوری دنیا سے علیحدہ ایک عدد شمار کیا جائے اور یہ اسلام کی صحیح نمائندگی ہوگی۔ لیکن اگر کوئی اسکے باوجود ان سب چیزوں کو اگنور کرے یا انکار کرے اور مسلمانوں کا نام خراب کرنے کی کوشش کرے تو یہ پھر وہی پرانا چورن ہے جسے سیاست دان بیچتے آرہے ہیں اسلام کو بدنام کرنے کے لیے لیکن وہ بھی نہ کام رہے اور نا کام ہی رہیں گے، امید ہے حارث

---

[1]: https://www.reuters.com/article/us-usa-election-trumpidUSKCN10M146

صاحب اگلی مرتبہ کچھ نیا لے کر آئیں گے۔

آخر میں حارث صاحب کا کہنا یہ ہے کہ انکی آڈیئنس مسلمان خواتین ہیں جن پر اسلام نے تشدد کیا ہے۔ حالانکہ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ حارث صاحب کسی ایک بھی ایسی خاتون کا حوالہ نہیں دے سکتے (اور نہ ہی انہوں نے دیا ہے) جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے خواتین پر تشدد کیا ہے۔ ہاں ایسے مسلمان ضرور ہو سکتے ہیں جنہوں نے عورت پر تشدد کیا ہو، تو اسکا حل یہ ہے کہ اسلام کو اپنی زندگیوں میں نافذ کیا جائے کیونکہ انسان بہرحال بے خطا نہیں ہوتے، لیکن اسلام ہے۔ خواتین کے مسائل کے لیے دنیا میں اسلام ہی واحد حل ہے۔ اور یہ محض ایک دعویٰ نہیں، میں اپنی کتاب میں یہ ثابت کروں گا ان شاء اللہ۔

حارث سلطان نے کتاب کیوں لکھی؟

بظاہر تو حارث صاحب نے کچھ اعداد و شمار پیش کیے ہیں جنہوں نے ان کو کتاب لکھنے پر مجبور کیا۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ دنیا میں 1.6 ارب مسلمانوں نے ان کو سوچنے یا مذہب چھوڑنے پر آمادہ نہیں کیا بلکہ واضح طور پر محض چند لاکھ لوگوں نے انکو کتاب لکھنے پر آمادہ کر دیا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اعداد و شمار دراصل سبب نہیں تھے کتاب سرقہ کر کے چھاپنے کا بلکہ اصل میں انکی ذہنیت تھی۔

حارث سلطان نے اسلام کیوں چھوڑا؟

ظاہر ہے علم کی کمی کی وجہ سے۔ آسان سے سوال کا آسان سا جواب۔ حارث نے مذہب اس لیے چھوڑ دیا کیونکہ یہ مذہب کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا اور میں یہ ثابت کروں گا کہ اسکو واقعتاً مذہب کے متعلق کچھ نہیں معلوم۔ بلکہ خود اس نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے۔ دوسری بات، حارث نے اپنا وہی Harsu Syndrome پیش کیا ہے کہ جسکا (بقول اسکے اپنے) وہ بچپن سے ہی شکار ہے لیکن میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ حارث کا کہنا ہے کہ وہ مسلسل سوالات کر رہا تھا لیکن اسے جواب نہیں ملے۔ ہاں یہ بات میں مانتا ہوں کہ بچے بہت سے سوالات کرتے ہیں لیکن

اس بات سے اختلاف ضرور کروں گا کہ وہ اس عمر میں ان سوالوں کے جواب سمجھنے یا پھر اس جواب کو تسلیم کرنے کی یا انکار کرنے کی قابلیت رکھتا تھا۔۔حارث نے یہاں ایک بہت ہی غلط طریقہ کار اپنایا ہے کہ اس نے اس وجہ سے اسلام چھوڑا کہ بچپن کا حارث کچھ چیزیں نہ سمجھ سکا۔ کیوں ایک 9 سال کے بچے کو آسان سے الفاظ سکھائے جاتے ہیں نہ کہ تفصیلی سائنسی نظریات؟ لیکن حارث صاحب کو تو خدا کے متعلق سب جاننا تھا اس عمر میں جب وہ ABDC بھی بمشکل سمجھ پاتے ہونگے۔

حارث صاحب نے یہ بھی تسلیم کیا ہے وہ مذہب پر زیادہ عمل پیرا نہ تھے محض جمعہ کی نماز پڑھتے تھے۔اور وہ صرف عربی پڑھ تو پاتے تھے لیکن ظاہر ہے سمجھ نہیں پاتے تھے اور فطری بات ہے کہ انہیں پھر قرآن کی چھ ہزار سے زائد آیات بھی سمجھ نہیں آئی ہونگی اور نہ ہی پچیس ہزار کے قریب مستند احادیث۔سوچیں کہ حارث کو ان سوالات کا جوابات نہیں ملے،جس نے (قرآن و حدیث کو) سرے سے پڑھا ہی نہیں۔اگر یہی طریقہ کار ہے،تو سائنس پر خدا رحم کرے جسے حارث صاحب باقاعدہ سمجھ پاتے ہیں۔

حارث نے تین سوالات پیش کیے ہیں جس کی وجہ سے وہ اسلام چھوڑنے پر مجبور ہوا اور بقول اسکے ان سوالوں کے جواب اسے نہیں مل سکے۔ہم دیکھتے ہیں کہ کیا یہ واقعتاً سچ ہے:

1) کیا اس خدا کے حق میں کوئی دلیل موجود ہے؟

جواب: بالکل ہے،اس کی تمام کی تمام مخلوق ہی اسکے وجود کی گواہی ہے۔

2) شرم وحیاء کا جو تصور اس مذہب میں پیش کیا گیا ہے کیا وہ اچھا ہے؟

جواب: اگر کسی چیز کو شرم وحیاء کا نام دے دیا گیا ہے تو اسکا مطلب وہ اچھی ہی ہے بھلے آپ اتفاق کریں یا اختلاف۔

3) کیا اس مذہب میں موجود سائنس درست ہے؟

جواب: مجھے اسکی تعلیمی قابلیت کا تو علم نہیں لیکن اس نے اپنی کتاب میں سائنس کو لے کر بڑی

غلطیاں کی ہے جس پر میں کتاب میں آگے چل کر بات کرونگا۔

مصنف کے خیالات کا جائزہ:

جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ صحیح علم تو عجائب پیش کرسکتا ہے لیکن کم علمی نمونے بھی پیش کرسکتی ہے۔

مصنف کہتا ہے کہ خدا اپنی اس چھوٹی سی مخلوق انسان کے متعلق بہت تجسس میں رہتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی زندگیوں میں کیا کررہے ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ خدا کے سامنے کچھ بھی ڈھکا چھپا نہیں اور نہ ہی ذاتی ہے۔ بلکہ وہ دیکھنے والا ہے اور ہر چیز سے مکمل واقف ہے۔ وہ البصیر ہے یعنی خوب دیکھنے والا، جسکا مطلب ہے کہ اس سے کچھ چھپ نہیں سکتا نتیجتاً کسی کی کوئی بھی چیز اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ دوسری بات، انسان، مجموعی طور پر، خدا کی تمام مخلوقات میں سے سب سے بہترین مخلوق ہے جیسا کہ وہ انہیں اشرف المخلوقات کہتا ہے، جس میں اربوں کہکشائیں بھی شامل ہیں۔ خدا نے انسانوں کو سب سے زیادہ علم سے نوازا ہے یہاں تک فرشتوں سے بھی زیادہ (قرآن کی دوسری سورہ دیکھیں)۔ انسان سے زیادہ کوئی ذہین مخلوق اس پوری کائنات میں نہیں۔ تو علم کی زیادتی کے ساتھ ذمہ داری بھی زیادہ ہوجاتی ہے۔ انسان اس حقیقت سے نہیں بھاگ سکتے کہ انہیں علم دیا گیا ہے اور اب انکے خدا کی طرف بھی کچھ حقوق ہیں۔ خدا نے کسی پر جبر نہیں کیا، اس نے ہر ایک کو ارادے کی آزادی دی ہے البتہ اس نے جنت کی طرف جانے والے راستے کی راہنمائی ضرور کردی ہے۔ اس سے مصنف کے اس سوال اور دعوے کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ خدا بس ہر ایک پر غصہ ہوتا ہے جبکہ اسکے برعکس اسے تو الصبور کے نام سے جانا جاتا ہے یعنی انتہائی زیادہ صبر کرنے والا۔ اگر کوئی اس میں ایمان نہیں رکھتا تو وہ اسکو ایک ہی باری میں برباد نہیں کردیتا، وہ اسکے باوجود اسکے کھانے کو رزق دیتا ہے، سانس لینے کو ہوا اور پہننے کو کپڑے جیسا کہ خود مصنف کا بھی یہی حال ہے۔ اب ذرا سوچیں کوئی آپ کو کھانا دے، پانی دے اور کپڑے دے اور آپ اسکے احسانات کے منکر بن جائیں بلکہ کہیں کہ میں تو اسے جانتا تک نہیں، اس بندے کا کیا

ردِعمل ہوگا؟ وہ تمام چیزیں روک دے گا کیونکہ آپ اسکو تسلیم ہی نہیں کرر ہے۔ جبکہ خدا بہت زیادہ صبر کرنے والا ہے اور وہ کسی چیز کو بھی نہیں روکتا، تمہیں اور کیا چاہیے؟ اور یہ سوال کہ وہ کیوں چاہتا ہے کہ اسکی عبادت کی جائے، تو جان لیں کہ یہ تو انسانیت کی تخلیق کا مقصد ہے۔ خدا نے کسی اور مخلوق پر کوئی ذمہ دار نہیں ڈالی کیونکہ اس نے انسانوں کو ہی ذہانت والا جاندار بنایا ہے جنکو اس نے علم سے نوازا ہے اور اسی کو اس نے مقصد تخلیق بتایا ہے۔ اور ہاں وہ اس کی مخلوق ہے، وہ اسکا مالک ہے وہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے اور انہیں کیا حکم دینا ہے اور کیا حکم نہیں دینا۔ ہر چیز اسی کی ہے تو مجھے اور آپ کون ہوتے ہیں اس پر جھگڑا کرنے والے؟ (میں ابھی ہم جنس پرستی اور سیکس فری سوسائٹی والا نکتہ آگے کے لیے چھوڑ رہا ہوں)۔ پوری کی پوری وسیع ترین کائنات ہی اسکے وجود کا ثبوت ہے۔ خدا تمہاری خواہشات کے مطابق نہیں چلتا بلکہ وہ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ اس نے یہ دنیا کسی مقصد کے تحت بنائی ہے اور وہ اس مقصد کو ختم نہیں ہونے دے گا بھلے ہی سب لوگ اس پر ایمان لائیں یا نہ لائیں وہ حالات تبدیل نہیں کرتا۔ تو میں ایک مرتبہ دوبارہ یاددلاتا چلوں کہ زندگی ایک امتحان ہے۔

حارث کی کتاب کی طرف واپس آتے ہیں حارث نے ایک تاریخی غلطی کی ہے کیوں خدا نے پیغمبروں کو پوری دنیا میں نہیں بھیجا بلکہ صرف مشرقِ وسطی میں ہی سب پیغمبروں کو بھیجا۔ امریکہ اور آسٹریلیا میں کیوں نہ بھیجا؟۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ پندرھویں صدی سے پہلے امریکہ اور سترھویں صدی سے پہلے آسٹریلیا میں کوئی آبادی ہی نہیں تھی۔ تو خدا وہاں کہاں پیغمبروں کو بھیجتا کہ جہاں آبادی ہی نہیں تھی، کیا درختوں کی طرف بھیجتا؟۔ دوسری بات یہ کہ خدا نے اپنے پیغمبروں کو انسانی آبادی کی طرف بھیجا ہے جیسا کہ قرآن میں 35:24 میں فرمایا اور 16:36 میں کہ خدا نے روئے زمین پر موجود ہر انسان کی طرف پیغمبروں کو بھیجا ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم ابھی تک نبی محمد ﷺ کے متعلق دوسرے مذاہب کی غیر عربی کتب میں پیشن گوئیاں پاتے ہیں، جیسے وید وغیرہ میں۔ تو یہ عذر اب نہیں چلے گا بالخصوص جب دنیا خود ایک گلوبل وِلیج بن چکی ہے۔

پرانے صحیفے خراب ہو گئے اور خدا کو یہ معلوم تھا۔ اس نے لوگوں تک پیغمبر بھیجے اور لوگ ان تعلیمات کو سنبھال کر رکھنے میں ناکام رہے۔ اسی وجہ سے آخری امت کی طرف ایک آخری نبی کو بھیجنے کی ضرورت پیش آئی، کہ جنہوں نے اس پیغام کو سنبھال کر رکھا۔ اگر پرانے صحیفے بھی با حفاظت رکھے جاتے تو اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے کوئی بڑی ضرورت پیش نہ آتی۔ اور ہاں پرانے صحیفے بھی مکمل تبدیل نہیں ہوئے بلکہ ان میں کچھ حصہ تحریف شدہ ہے جیسا کہ ان مذاہب کے اپنے علماء اور اسکالرز مانتے ہیں۔ خدا نے ہمیں حکم دیا ہے کہ قرآن میں 3:64 کہ مشترکہ باتوں کی تصدیق کریں، تاکہ صحیفوں کے بچے کھچے حصوں کی تصدیق کی جا سکے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہاں اعتراض کیا ہے؟ اور حارث کے لیے یہ اہم بھی کیوں ہے؟ اسکو اس سے کیا ملے گا سوائے ایک بودی دلیل کے ساتھ چند صفحات سیاہ کرنے کے۔

میں آگے کتاب میں اس کا بھی جائزہ لینا چاہوں گا کہ حارث نے قرآن میں غلطیاں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

عبادت میں کیا نکتہ ھے؟

حارث نے یہ بات اٹھائی ہے کہ لوگ کیوں خوش ہیں باوجود اسکے کہ وہ ایک غلط خدا کو پوج رہے ہیں؟ میں اسکا جواب پہلے بھی دے چکا ہوں کہ خدا نے یہ کہیں نہیں کہا کہ وہ ان لوگوں کو زمین سے ختم کر دے گا جو اسکی عبادت نہیں کر رہے۔ اس نے انسانوں کو آزادیِ ارادہ عطا کیا ہے وہ جو چاہے کر سکتے ہیں۔ وہ سب سے زیادہ تحمل اور صبر والا ہے اور وہ انتظار کرے گا۔ انسان سے ہمیشہ توبہ کی توقع رہتی ہے۔ یہ صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ مستقبل میں کیا ہوگا۔ شاید اللہ حارث کو بھی توبہ کی توفیق دے دے اور وہ دوبارہ مسلمان ہو جائے۔ رہا یہ سوال کہ جو آپ مانگتے ہو آپ کو ضرور ملنا چاہیے، تو ہم انسان ہیں خدا نہیں کہ جو ہم چاہیں اسے حاصل کر سکیں، ممکن ہے ہم ان چیزوں کا سوال کر رہے ہوں جو ہمارے لیے بہتر نہیں۔ اگر ہم پیسے کا سوال کر رہے ہیں تو ممکن ہے ہم اس کے حصول کے بعد ظالم بن جائیں، صرف خدا ہی یہ جانتا ہے اور اپنی حکمت کے مطابق

تقسیم کرتا ہے۔ اور ان چیزوں کا کیا جو اس نے تمہیں بغیر مانگے ہی عطا کر دی ہیں؟ تمہاری زندگی، تمہاری سانس، ماں کی کوکھ اور گود میں میں تمہیں کھانا دیا، پہننے کو کپڑے، ہاتھ جن سے تم چیزیں پکڑتے ہو، پیر جن سے تم چلتے ہو۔ ہم دن رات اسکی نعمتیں استعمال کرتے ہیں پھر بھی منکر بن جاتے ہیں کہ وہ ہمیں عطا نہیں کرتا؟ معذرت حارث صاحب لیکن آپ غلط ہیں۔

بطورِ انسان ہمیں خدا کی نعمتوں کا اقراری ہونا چاہیے۔ اگر ہم ایسا نہیں کر رہے ہیں تو ہم اپنی آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں، جیسے ایک انسان سورج سے آنکھیں چرالے اور کہے کہ انکا وجود ہی نہیں۔ تم جو چاہو کرو جیسا تمھارے من میں آئے جانوروں کی طرح۔ لیکن اپنی خواہشات کی تکمیل کی دوڑ میں تم ان بالکل واضح حقیقتوں کو نہیں جھٹلا سکتے۔

میرا نام عمر ہے اور میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں۔



دوسرا باب: ایمان کیسے لایا جائے؟

ایک شخص نے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ: کس طرح کے اعمال اور خوبیاں اسلام کے لیے بہتر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا:

''غریب کو کھانا کھلانا اور اس شخص کو سلام کرنا جس کو تم جانتے ہو یا جس کو نہیں بھی جانتے۔'' (صحیح بخاری:05)

خدا کے متعلق باتوں پر یقین رکھنے سے انسان ایک بہتر شخص بن جاتا ہے۔ جس لمحے آپ خدا پر ایمان رکھنے لگتے ہیں آپ کا رویہ دوسری مخلوقات کے متعلق تبدیل ہونے لگتا ہے۔ آپ لوگوں کو اہمیت دینے لگتے ہیں، آپ کی اپنے اردگرد موجود لوگوں کے متعلق فکر بڑھ جاتی ہے، لوگوں کی خدمت کرنے کا جذبہ جگ مگا اٹھتا ہے۔ آپ اپنے والدین کے بارے میں مزید ذمہ دار ہو جاتے ہیں۔ آپ زیادہ امداد کرنے لگتے ہیں۔ آپ کے اندر کی برائی کم ہو جاتی ہے اور آپ پہلے کی نسبت اچانک ایک اچھے انسان بن جاتے ہیں۔

آپ کا چیزوں کو دیکھنا کا نظریہ بدل جاتا ہے اور آپ چیزوں کو خود کی جاگیر سمجھنے اور انکے متعلق بے پرواہی والا رویہ ترک کر دیتے ہیں۔ خدا پر ایمان آپ کو اس طرح بدل دیتا ہے۔

کیا مذہب آپ کو علم کے حصول سے روکتا ہے؟

انس رضی اللہ عنہ، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (ابن ماجہ:244)

حارث صاحب کا مقدمہ تو محض ایک حدیث سے ہی تمام ہو گیا۔ لیکن میں اسکی مزید وضاحت کروں گا۔ قرآن اور حدیث میں ایسا ایک بھی جملہ یا حکم موجود نہیں جو آپ کو علم کے حصول

سے روکتا ہو۔ بلکہ اللہ تعالی نے تو ہر مسلمان پر یہ فرض کیا ہے اور اسے علم سیکھنے کا پابند کیا ہے۔

اس وقت دنیا میں لاکھوں گریجویٹڈ مسلمان موجود ہیں، ہزاروں ایسے ہیں جو ماسٹرز اور پی ایچ ڈی ڈگری ہولڈرز ہیں۔ میں خود اسکی مثال ہوں میں نے میڈیکل میں تعلیم لی ہے اور اسلامی تعلیمات میں ایم فِل مکمل کیا ہے اور اب پی ایچ ڈی کر رہا ہوں۔ میں لوگوں کی جسمانی اور روحانی ہر اعتبار سے مدد کرتا ہوں۔ اسلام نے مجھے یا دیگر لاکھوں مسلمانوں کو علم کے حصول سے نہیں روکا۔ قرآن نے یہ کہیں نہیں کہا کہ قلبی امراض کے علاج کے لیے مجھے پڑھو بلکہ وہ سیکھنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ میں آپ کو بہت سے سائنسدان ملیں گے۔ اور اگر کسی نے حارث کو اس کے علاوہ کچھ بتایا ہے تو حارث کو اپنے دوست بدلنے چاہئیں۔

حارث سلطان کا اعتراف:

کتاب میں دلچسپ موڑ تب آتا ہے کہ جب حارث صاحب زمین کے چپٹا یا گول ہونے کے متعلق کچھ نظریات پیش کرنے کے بعد تسلیم کرتے ہیں کہ سائنس بہت سے سوالات کا جواب دینے کے لیے پرفیکٹ اور بے خطا نہیں۔ اسکے باوجود یہ سائنس کو معیار بنائے ہوئے ہیں خدا کے وجود کو جاننے کے لیے۔ پہلی بات، سائنس ہمیں نہیں بتا سکتی کہ بِگ بینگ سے پہلے کیا ہوا تھا اور یہ بہت سے مسائل کو بھی جنم دیتا ہے۔ البتہ دوسری طرف مذہب ہمیں یہ بتاتا ہے۔ یہاں ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ سائنس جب ہمیں بگ بینگ سے پہلے کیا ہوا تھا نہیں بتا سکتی تو ظاہر ہے وہ ہمیں خدا تک تو بالکل نہیں لے جا سکتی۔ لہٰذا نتیجتاً یہ خدا کی تلاش کا معیار نہیں ہوسکتی۔ اور جب بات ایسی ہی ہے اور خود حارث اسکا معترف ہے تو حارث صاحب اس سائنس کو لے کر شوخیاں کیوں مار رہے ہیں؟ جب کہ یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ سائنس صرف چیزوں کی مادی صفات کے بارے میں ہی بتا سکتی ہے یہ مافوق الفطرت چیزوں کے بارے میں نہیں۔ تو سائنس کے محدود ہونے پر یقین رکھو اور اسکی حدود سے زیادہ نہ بڑھاؤ۔ اور دوسری بات حارث نے یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ وہ خدا کے وجود کا انکار تو نہیں کر سکتا لیکن وہ ان خداوں کا انکار کرتا ہے جنکو مذاہب نے

پیش کیا ہے۔ اس دعوے کا بھی ہم پہلے فلسفیانہ رو سے جائزہ لیتے ہیں۔ انسانیت کی ابتداء سے لے کر آج تک اربوں کھربوں لوگ اس دنیا میں موجود رہے ہیں۔

ذہین ترین لوگوں میں زیادہ تر لوگ کسی نہ کسی مذہب کے پیروکار رہے ہیں۔ تاریخ کی اکثر نمایاں ترین شخصیات اور حال میں بھی کسی نہ کسی خدا پر ایمان رکھنے والے مذہب کے پیروکار رہے ہیں بالخصوص ابراہیمی ادیان جیسے اسلام، عیسائیت اور یہودیت۔ جو حارث صاحب کا دعوی ہے کہ وہ تمام مذاہب کے خداوں کو رد کرتے ہیں کہ وہ دنیا کے موجودہ لوگوں میں اور ماضی کے تمام لوگوں میں بھی سب سے زیادہ ذہین ہیں حالانکہ انہوں نے ابھی تک کوئی ایسا تیر نہیں مارا۔ تو تمام مذاھب کو ماننے والے احمق ہیں اور حارث صاحب اکلوتے ذہین شخص ہیں جھو لاکھوں سالوں بعد دنیا میں تشریف لائے ہیں۔

ایک بیمار ذھنیت کو تبدیلی کی ضرورت ھے:

حارث کا کہنا ہے کہ ہم جب یہ دعوی کرتے ہیں کہ سائنس تبدیل ہوتی ہے، اور ہمیشہ تبدیل ہوتے رہنے والا رجحان ہے، تو پھر کیوں سائنس کو معیار بناتے ہو خدا اور اسکی کتابوں کا جائزہ لینے کے لیے؟۔ اسکے جواب میں حارث کہتا ہے، یہ تو اچھی چیز ہے نہ کہ سائنس تبدیل ہوتی رہتی ہے اور ہم بہتر سے بہتر ہوتے رہتے ہیں۔ ہم اسکا جواب بہت آسان الفاظ میں دیتے ہیں کہ جب سائنس تبدیل ہوتی رہتی ہے اور حارث بھی اسکا اعتراف کرتا ہے، تو جس چیز پر ابھی تمھارا یقین ہے وہ کل بدل سکتی ہے۔ تو کس طرح دنیا میں تم سائنس کو ایک معیار مقرر کر سکتے ہو؟۔ ایک اور آسان سا جواب کہ ہمیشہ بدلتے رہنے والا رجحان یہ کہہ ہی نہیں سکتا کہ آسمانی کتابوں میں کوئی غلطی ہے۔ اسکے لیے تو ایک ٹھوس اور مسلسل قائم رہنے والا قانون چاہیے، محض تھیوری کسی چیز کا سائنسی طور پر بھی فیصلہ نہیں کر سکتی۔ اسی طرح سائنس کی موجودہ معلومات قرآن میں کسی غلطی کی نشاندہی نہیں کر سکتی البتہ یہ تحقیقات تو قرآن کی بہت سی چیزوں کی سائنسی تصدیق کر رہی ہوتی ہیں۔

دوسری طرف حارث صاحب یہ دعوی کرتے ہیں کہ ارتقا Evolution کا جینیاتی ثبوت Genetic Evidence بھی موجود ہے اور فاسلز کا ریکارڈ بھی اسکی تصدیق کرتا ہے۔ اولاً تو یہ کہ مجھے حارث کی میڈیکل فیلڈ میں قابلیت کا علم نہیں لیکن یہاں موصوف نے ایک بددیانتی پر مبنی بات کہی ہے جان بوجھ کر یا نادانی میں لیکن یہ ایک گمراہ کن اور بد دیانتی پر مبنی بات ضرور ہے۔

ایک پانچویں جماعت کا بچہ بھی Evolution کو جانتا ہے کہ یہ Mutation اور یہ ہوتی ہے بھی جینز میں ہے، تو اسکو بائلوجیل ایوولوشن کہتے ہیں۔لیکن نوع میں جینیاتی تبدیلی کا کوئی بھی ثبوت نہیں جو کہ ڈارون کا نظریہ ارتقا ہے۔ رہی بات فاسل رویکارڈ کی یہ بھی انتہائی مشکوک ہے جیسا کہ Scientific American کے خاص شمارے کے صفحہ نمبر 15 کا بھی یہی کہنا ہے فاسل ریکارڈ انتہائی زیادہ متنازع ہے اور عام عوام کی اس تک رسائی ہونی چاہیے تا کہ اس پر تحقیق ہو سکے۔اسی طرح، میری پچھلی کتاب میں Philosophical and

God ʼscientific analysis of Richard Dawkins Delusion بھی صفحہ نمبر 60-62 پر اس متعلق گفتگو کرتی ہے اور تصویر کا دوسرا رک پیش کرتی ہے جو کہ ثابت کرتا ہے کہ فاسل ریکارڈ میں نوع میں تبدیلی کا کوئی ثبوت نہیں۔لہذا اپنہ سارا اعتماد اسی پر قائم کرلینہ کچھ فائدہ نہ دے گا۔

اجتھاد اور دوبارہ تشریح بدلنے میں فرق:

حارث صاحب کا دعوی ہے کہ مذہب قدامت پسند ہے اور یہ ترقی سے روکتا ہے۔اسی لیے میں نے کہا تھا کہ بیمار ذھنیت تبدیل ہونی چاہیے۔حارث، اسلام میں اجتہاد کے اصولوں سے بالکل نا واقف ہے جسکا مطلب ہے کہ خود کوشش کر کے کسی مسئلے کا حل تلاش کرنا، جو کہ شروعات سے ہی ایک ترقی پسند رجحان ہے۔اسلام ایک ایسا دین ہے جو مکمل طور پر انسانیت کی فطرت سے ہم آہنگ ہے، اور یہ ہمیں اجتہاد کی آزادی دیتا ہے تا کہ روزمرہ کے مسائل کا حل

تلاش کر سکے۔ تو کسی لحاظ سے بھی اسلام قدامت پسند نہیں۔

دوسری طرف، حارث صاحب کا تبصرہ کرتے ہیں کہ اسلام میں بہت سی چیزیں ہیں جنکی دوبارہ تشریح کی گئی ہے، یہاں بھی موصوف اپنی جہالت کا ہی مظاہرہ کر رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے ذکر کیا اجتہاد کے متعلق، اسلام میں اور بھی بہت سے اصول ہیں جیسا کہ اصولِ حدیث۔ یعنی حدیث کی صحت کی جانچ پڑتال کے اصول۔ اسی طرح اصولِ تفسیر بھی موجود ہیں یعنی قرآنی آیات کی تشریح کے اصول۔ جنکی تشریح قرآن یا صحیح حدیث کے بغیر نہیں کی جا سکتی۔

لہٰذا اس بات کا کافی زیادہ امکان ہے کہ جس عالم نے آیت کا کوئی معنی بیان کیا ہو وہ حدیث کی صحت کے متعلق لاعلم ہو یا اسکے بعد آنے والے عالم نے اس حدیث کو غیر ثابت پایا ہو یا آیت اور حدیث کا کوئی مختلف معنی سمجھا ہو۔ تو اسکو کہتے ہیں ایسا علم جس میں ترقی ہو رہی ہو نہ کہ دوبارہ تشریح۔ اور جو شخص اس موقف کو فالو کر رہا ہوتا ہے وہ اپنے موقف میں معذرت خواہانہ نہیں ہوتا بلکہ حقیقتاً اسی موقف کا حامل ہوتا ہے (نہ کہ یہ کہ کسی کہ ڈر یا اعتراض کی وجہ سے تشریح بدل دی ہو)۔ آخری بات یہ ہے مسلمان صرف پیارے نبی محمد ﷺ کی پیروی کے پابند کیے گئے ہیں اور کسی کی نہیں۔ انکو انسانیت کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے (القرآن: 33:21)۔ لہٰذا اسلام میں کسی اور کے عمل کی کوئی اہمیت نہیں۔ بالخصوص، جس کا عمل پیارے نبی محمد ﷺ کے عمل سے متصادم ہو۔ لہٰذا قرآن کی کوئی بھی تشریح معتبر نہیں جب تک وہ نبی ﷺ کی سنت سے ثابت نہ ہو۔

ایک اور نکتہ جسے حارث صاحب نے اٹھانے کی کوشش کی ہے وہ ہے عورت پر ہاتھ اٹھانا اور اس نے اس بات کو تسلیم بھی کیا ہے کہ محمد ﷺ نے کبھی بھی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا لیکن بریکٹ میں وہ کہتا ہے کہ شاید عائشہ رضی اللہ عنہا پر ہاتھ اٹھایا ہو حالانکہ خود عائشہ رضی اللہ عنہا ہی صحیح حدیث میں فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔

(صحیح مسلم: 2328)

ثابت ہوا کہ حارث یا تو جاہل ہے یا پھر جان بوجھ کر اس نے ایسا کیا ہے۔اور جبکہ نبی ﷺ نمونہ عمل ہے تمام مسلمانوں کے لیے،تو کسی بھی مسلمان کو کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے۔ یہ یاد رکھیں کوئی بھی دوسرا مذہب آپ کو عورت پر ہاتھ اٹھانے سے نہیں روکتا سوائے اسلام کے جو کہ خدا کا سچا مذہب ہے۔ میں اپنی بات اس خلاصے کے ساتھ ختم کروں گا کہ مذہب ِ اسلام کے متعلق اعتراض اور لاعلمی ختم ہونی چاہیے ورنہ بیمار ذھنیت ، مذہب سے نفرت کی صورت میں سامنے آئے گی۔



تیسرا باب: مذہب کی از حد ضرورت

جو کسی بھی ایمان والے سے کوئی دنیاوی غم دور کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کے غم کو دور کرے گا۔ جو کسی ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرے گا، اللہ تعالیٰ اسکی ضرورتوں کو دنیا اور آخرت میں پورا کرے گا۔ جو کسی مسلمان کے عیبوں پر پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اسکے عیبوں پر پردہ ڈالے گا۔ پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان صحیح مسلم میں۔ مذہبِ اسلام اور اسکے عقائد انسانیت کے تمام مسائل کا حل ہیں۔ آپ کسی بھی مسئلے کا ذکر کریں بھلے ہی وہ کسی بھی قسم کا ہو اور اسلام اسکا حل آپ کو بتائے گا۔ لیکن الحاد Atheism نے آپ کو کیا دیا؟ اور زیادہ مسائل اور نظامِ دنیا کی تباہی۔ الحاد اور ملحدین کا یہ نظریہ ہے کہ انہیں ہر وہ کام کرنے کی اجازت ملنی چاہیے جو وہ چاہے۔ اس سے کوئی سروکار نہیں کہ اسکے نتائج کیا ہونگے لیکن بس انکی خواہشات کی تکمیل ہونی چاہیے۔ دوسرے لفظوں میں دنیا میں کوئی قانون نہیں ہونا چاہیے اور دنیا جانوروں کی دنیا کی طرح ہونی چاہیے اور اس میں جنگل کا قانون لاگو ہونا چاہیے۔ حارث نے بھی بالکل جنگل کے قانون جیسے اور انتہائی غیر اخلاقی عمل کے ارتکاب کو جائز قرار دینے میں بھی کوئی حرج نہیں سمجھا اور Incest یعنی محارم (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) کے ساتھ جنسی تعلقات کی نجاست کو بھی موصوف پروموٹ کرنے لگے۔

حارث سلطان انسیسٹ کی وکالت اور اسے پروموٹ کرتے ہوئے:

سادہ لفظوں میں حارث کا کہنا کہ اپنی والدہ یا بہن کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے۔ بس ان سے اولاد نہ پیدا کرو ورنہ یہ درست ہے اور اس میں کوئی برائی نہیں اخلاقی اعتبار سے۔ میں اسکی اس دلیل کا بھی جائزہ لوں گا لیکن مجھے ایک مرتبہ یہ پھر سے واضح

کرنے دیں کہ حارث کا کہنا یہ ہے کہ انسیسٹ پر اس لیے عمل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ نسلِ انسانی کے لیے نقصان دہ ہوگا۔ حالانکہ موجودہ حالات میں کنڈوم اور اسی طرح کی دیگر مانعِ حمل اشیاء کا استعمال کر کے آپ اپنی والدہ یا بہن کو ساتھ ملا کر اس پر عمل درآمد کر سکتے ہیں حارث صاحب۔

حارث کا اعتماد پھر تھیوریز پر:

حارث کے لیے اسکا اصل طریقہ تھیوری ہے، یا کچھ تھیوریز۔ دنیا میں بہت سی تھیوریز ہیں کچھ معقول ہیں، کچھ انتہائی غیر معقول۔ اگر ہم تھیوری کو ہی اپنا معیار بنا لینگے چیزوں پر یقین کرنے کے لیے،تو پھر مذہب اور مذہبی عقائد بھی بطورِ تھیوری تسلیم کیے جانے چاہیے۔لیکن اگر یہ معیار نہیں ہے تو پھر حارث اسکا استعمال کیوں کرتا ہے؟۔ نہ صرف یہ کہ وہ کچھ تھیوریز کا استعمال کرتا ہے راہِ فرار اختیار کرنے کے لیے بلکہ دوسروں کے عقائد و نظریات کو بھی تنقید کا نشانہ بناتا ہے کیونکہ وہ ان تھیوریز پر یقین نہیں رکھتے جن پر حارث یقین کرتا ہے۔ یہی معاملہ نظریہ ارتقا کا بھی ہے۔ یہ تھیوری بذاتِ خود بہت متنازع ہے۔ اور اپنا سارا اعتماد محض ایک ہی تھیوری پر قائم کر لینا کوئی ذہانت کی نشانی نہیں۔ میں اس پر بھی بات کر چکا ہون کہ فاسلز کا ریکارڈ بھی کس قدر متنازع ہے۔ اسکے باجود حارث صاحب ایسی تھیوری پیش کیئے جا رہے ہیں جو کہ ابھی پایہ ثبوت تک پہنچنے سے کافی دور ہے اور پھر یہی صاحب خدا پر ایمان رکھنے کو اندھا ایمان کہتے ہیں، اب بتائے کہ کون ہے جو اندھا اعتماد کر رہا ہے؟ جو لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں انکے پاس تو ثبوت ہیں۔لیکن حارث کے پاس کیا ہے محض ایک تھیوری کا نام جسکے وہ رٹے وہ لگاتا ہے۔

نظریہ ارتقاء اور حارث سلطان کے غیر سائنسی دعوے:

سائنس کی تعریف، dictionary.com کے مطابق: حسی اور مادی دنیا کی منظم معلومات جسے تجربے اور مشاہدے کے بعد حاصل کیا گیا ہو۔

لیکن نظریہ ارتقا میں تو ایسا کچھ بھی نہیں۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کیونکہ یہ تصور اس نظریے پر قائم ہے کہ کسی چیز کا وجود میں آ جانا بغیر کسی چیز کہ (جیسے بِگ بینگ، یا نظریہ ارتقا)، جو کہ غیر معقول

بھی ہے اور غیر سائنسی بھی۔

یہ کامن سینس کے بھی خلاف ہے جس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی خالق کا ملوث ہونا انتہائی ضروی ہے تخلیق کے عمل میں۔

نظریہ ارتقاء امکان چانس پر بہت زیادہ اعتماد کرتا ہے۔ اس تھیوری کے مطابق، ایک حادثہ بگ بینگ کو وجود میں لایا، پھر اس مادے سے کہکشائیں وجود میں آئی، سورج، چاند اور سیاروں تشکیل شروع ہوئی، وہی حادثہ انسانوں اور جانوروں کے وجود کا بھی سبب بنا اور آج ہم جس مقام وحالت میں ہیں اس حادثے کے سبب ہیں۔ یہ بہت ہی غیر سائنسی کیونکہ یہ حقیقت کے مطابق نہیں ہے۔ بلکہ یہ خالصتا مفروضے اور اندازے کے مطابق بات کرتا ہے اور کوئی بھی اسکو واقعتا ثابت نہیں کرسکتا کہ ایسا کچھ ہوا تھا۔

ایولوشن کی تعلیم تھیوری کے طور پر دینا تو ٹھیک ہے، کسی حد تک البتہ اس کی تعلیم ایک حقیقت یا فیکٹ کے طور پر دینا درست نہیں۔ اس طرح کی تعلیمات سائنس میں ترقی کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی اور نہ ہی یہ نئی نسل کو تنقیدی یا شکی نگاہ سے سوچنا سکھاتی ہیں۔ اسکے برعکس، یہ لوگوں کو بغیر سوال کے یقین کرنے کی تلقین اور حوصلہ افزائی کرتی ہیں جو کہ خود ایک مسئلہ ہے۔

گریوِٹی (کششِ ثقل) اور فزکس کے قوانین تو پڑھائے جا سکتے ہیں کیونکہ وہ سائنسی طور پر ثابت ہیں اور انکو پرکھا بھی جا سکتا ہے اور ثابت بھی کیا جا سکتا ہے طلبہ اور اساتذہ کے ہاتھوں۔ البتہ ارتقاء، نہ اسکو پرکھا جا سکتا ہے اور نہ ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم نہ اسے حقیقت کہ طور پر تسلیم کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہمیں کرنا چاہیے۔ جیسا کہ ہمیں اس متعلق بھی شکی ہونا چاہیے جو ہماری حکومت ہمیں بتاتی ہے (ذرا سوچیں اگر ہم اس متعلق شکی نہ ہوتے جو حکومت ہمیں بتاتی ہے تو کس طرح کے جال میں ہم پھنس سکتے تھے)۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ حارث سلطان کا سارا سوچنے سمجھنے کا طریقہ غیر سائنسی ہے۔

حارث کی دلیل محض اندازے ھیں:

حارث صاحب کا دعویٰ ہے کہ اولین انسانوں نے انسیسٹ پر عمل نہیں کیا تھا کیونکہ انکو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اِنٹر بریڈ نگ (آپس میں ہی قریبی رشتے داروں کے ساتھ نسل کی افزائش) مسائل کو جنم دے رہی ہے۔ پہلے تو حارث صاحب نے بلا ثبوت یہ دعویٰ کر دیا کہ ان لوگوں نے انسیسٹ پر عمل کیا تھا۔ دوسرا یہ کہ ایک اور دعویٰ کر دیا کہ وہ انسیسٹ سے انٹر بریڈ نگ کے نقصانات کی وجہ سے باز آ گئے ہونگے، اور یہ دعویٰ بھی بغیر کسی ثبوت ہے ایک بدترین دعویٰ ہے۔

اسی طریقے پر حارث صاحب اپنی زندگی گذار رہے ہیں۔ تکُے پر تکے لگا رہے ہیں، کوئی ثبوت نہیں لیکن پھر بھی وہ مطمئن ہیں۔ یہ غیر حساسیت کا انوکھا ہی درجہ ہے۔ اور اگر انسیسٹ کو ترک کرنے کی اکلوتی وجہ صحت پر برے اثرات ہی ہے، تو حارث صاحب الکوحل کا استعمال کیوں کرتے ہیں جو کہ صحت کے لیے بہت زیادہ مضر ہے۔ اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ اس بات کا علم ہمیں حال میں ہوا ہے کہ inbreeding کس طرح جینیاتی مسائل کو جنم دیتی ہے۔ بلکہ ان بریڈ نگ بھی صحیح لفظ نہیں، اصل لفظ انسیسٹ ہے۔ لیکن مذہبی اخلاقیات نے گھریلو عورت کی پاکیزگی کی حفاظت کی اور انہیں وہاں ایک محفوظ فضا اور ماحول فراہم کیا۔ ورنہ حارث جیسی ذہنیت کے لوگوں کے ہاں عورت بس ایک جنسی تسکین کے سامان سے زیادہ نہیں سمجھی جاتی چاہے پھر ماں ہو یا بہن۔

حارث سلطان کے جھوٹ:

ویسے تو انکے جھوٹ بے شمار ہیں لیکن میں یہاں چند ایک کا تذکرہ کرونگا۔ حارث نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ بل گیٹس اور وارن بفٹ ملحد ہیں۔ یہ دعویٰ انتہائی گمراہ کن اور واضح جھوٹ ہے۔ رولنگ اسٹون میگزین [1] کو انٹرویو دیتے ہوئے بل گیٹس نے کہا:

[1]:https://www/rollingstone.com/culture/culture-news/bill-gates-therolling-stone-interview-111915/

خدا پر ایمان رکھنا ایک معقول بات ہے۔ مذہب کا اخلاقیاتی نظام، میں سمجھتا ہوں انتہائی ضروری ہے۔ہم نے اپنے بچوں کو مذہبی طور پر بڑا کیا۔ وہ کیتھولک چرچ گئے۔ مزید یہ کہ وارن بفٹ [1] نے اپنے آپ کو Agnostic (جو نہ خدا کا اقرار کرتے ہیں اور نہ انکار) بتایا نا کہ ملحد۔ حارث کو اپنے جھوٹ پر شرمندہ ہونا چاہیے۔

مذھبی سکون اور غیر مذھبی بے سکونی:

حارث صاحب خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ لوگ ایسے خدا پر ایمان رکھ کر سکون محسوس کرتے ہیں جو ہمہ وقت انکو دیکھ رہا ہے۔سوال یہ ہے کہ حارث صاحب لوگوں سے یہ سکون کیوں چھیننا چاہتے ہیں۔ وہ بار بار ایک تصوراتی دوست (یعنی خدا) کا ذکر کرتا ہے۔سوچو اگر وہ خدا حقیقی ہو (جو کہ ہے بھی) تم کتنے بدنصیب ہو کہ تمہیں تمہاری ہٹ دھرمی کی وجہ سے اسکی دوستی نصیب نہیں ہوئی۔

حارث اپنی ذاتی زندگی اور دوستوں کے بہت سے واقعات ذکر کرتا ہے، خیر اگر یہی بات ہے تو میں بھی اپنی ذاتی زندگی کا ایک واقعہ نقل کرتا ہوں جس نے بہت سی زندگیاں بدل دیں۔ میں بہت سے لوگوں کو ذاتی طور پر جانتا ہوں جو اپنی زندگیوں میں کہیں گم تھے اور امید چھوڑ چکے تھے۔لیکن جیسے ہی انہوں نے اللہ سے دوستی کی، انکی امیدیں لوٹ آئیں، انکے دن بدل گئے اور انکی زندگی دوبار پٹڑی پر آ گئی۔ چند مشہور مثالیں دیتا ہوں: محمد علی، مشہور باکسر، جیسے ہی انہوں نے اسلام قبول کیا وہ دنیا کی اونچائیوں پر پہنچ گئے۔محمد یوسف پاکستانی کرکٹر، جیسے ہی اسلام کو گلے لگایا انہوں نے اپنی بیٹنگ میں عالمی ریکارڈز بنائے اور ایک ہی سال میں 9 سینچریز کے ساتھ 1788 رنز کا ریکارڈ قائم کیا۔ یہ ہزاروں لاکھوں میں سے چند مثالیں ہیں، جو میں پیش کیں۔لیکن الحاد نے لوگوں کو کیا دیا؟ بس اپنی نفسانی خواہشات کو حاصل کرنے اور اپنی ذاتی

[1]:Wayback Machine article Faces of the New Atheism: The Scribe Published November 2006. Retrieved November10,2009.

زندگیوں میں جانوروں جیسا بننے کی خواہش۔شراب پینے کی آزادی جس سے ہر سال لاکھوں لوگوں کی جانیں ضائع ہوتی ہیں، جو انکی صحت کو برباد کرتی ہے اور انہیں جرائم کے ارتکاب پر لگا دیتی ہے۔اور آزاد جنسی ماحول وہ چاہتے ہیں، جو ہار سال ہزاروں لوگوں کو HIV AIDS کا مریض بناتا ہے، اور انکی جان لے لیتا ہے.اور ایسے ایسے جنسی امراض کے جو انہیں نامرد تک بنادیتے ہیں یا پھر موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ جو خواتین کو انکے حقوق سے بھی محروم کرتا ہے اور انہیں ایک جنسی تسکین کا سامان بنا کر رکھ دیتا ہے۔الحاد یہی تقاضہ کرتا ہے اور حارث بھی یہی چاہتا ہے۔

ایک دردمندانہ عرض:

یہاں میں حارث کی ایک دل کو چھو لینے والی بات ذکر کرنا چاہوں گا۔حارث کا کہنا ہے کہ اسکا امریکہ کا ویزا اسلیے ریجیکٹ کر دیا گیا تھا کیونکہ وہ پاکستانی ہے۔تو میں یہ بتانا چاہوں گا کہ میرے آدھے رشتے دار امریکہ میں ہی رہتے ہیں انکا ویزا کبھی رد نہیں کیا گیا (وہ گئے بھی 2001 کے بعد ہیں)، اب حارث صاحب کی حالت اتنی ہی پتلی تھی کہ جب موصوف امریکی ویزا کے لیے اپلائی کر رہے تھے تو اس میں بھی کیا مذہب کا قصور ہے؟ اگر آپ کہ پاس اچھا بینک اسٹیٹمنٹ ہے تو مشکل سے ہی آپ کا ویزا رد کیا جاتا ہے۔ میں حارث صاحب سے ہمدردی ہی جتا سکتا ہوں انکے اس پسماندہ ماضی پر اور اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ لکھتے وقت میں خود بھی بہت دکھی ہوں اور حارث کی معاشی حالت کے بارے میں سوچتے ہوئے کافی غم زدہ ہوں۔بے شک حارث صاحب اسکے بعد پیسے کمانے کے لیے آسٹریلیا روانہ ہو گئے۔

ہم جنس پرستی اور پیدائشی گے (Gay) ہونے کا بیانیہ:

ہم جنس پرستی کے حق میں اکلوتی اور بنیادی دلیل یہی دی جاتی ہے کہ فلاں شخص پیدا ہی ایسے ہوا ہے، یہ اسکی جینز میں تھا کہ وہ ایسا ہی بنے۔اس کو باطل ثابت کرنے کے لیے، میں ایک ریسرچ اور ریسرچ پیپر پیش کر رہا ہوں جو ثابت کرتا ہے کہ ہم جنس پرستی جینز میں بالکل نہیں ہوتی،

بلکہ یہ ایسی چیز ہے جو ماحول سے اخذ کی جاتی ہے۔

ڈاکٹر نیل وائٹ ہیڈ، پی ایچ ڈی اسکالر نیوزی لینڈ سے انکا تعلق ہے۔ انھوں نے آٹھ جڑواں بچوں کے جوڑوں پر ایک تجربہ کیا۔ اور جڑواں بچوں کو منتخب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جڑواں بچوں کی جینیات ایک جیسی ہوتی ہے، جسکی وجہ سے انکا میلان مختلف نہیں ہوتا۔

تجربے کے نتیجے سے ثابت ہوا کہ ہم جنس پرستی جینیاتی نہیں بلکہ سولہ جڑواں لوگوں کے آٹھ جوڑوں میں جن کی جینیات ایک جیسی تھی، صرف 12 فیصد اسکا میلان پایا گیا۔، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہم جنس پرستی کی طرف میلان جینز میں نہیں ہوتا اور کوئی شخص پیدائشی طور پر ایسا نہیں ہوتا۔ اس کے بعد ڈاکٹر وائٹ ہیڈ نے اس پر ریسرچ پیپر لکھا[1]۔ وہ پیپر اس بات کا خلاصہ پیش کرتا ہے کہ کس طرح ماحول انسان کی طبعی میلان پر اثر انداز ہوتا ہے اور انسان کس طرح اپنے اردگرد کے ماحول سے سیکھتا ہے۔

تو کوئی شخص بھی اس طرح پیدا نہیں ہوتا۔ معاشرے کی سب بڑی برائی یہ ہے کہ لوگ مسائل کو حل کرنے کی بجائے، انہیں عام کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔

بجائے اسکے کہ وہ اپنی غیر اخلاقی حرکتوں کا رد کریں، الٹا وہ تو انہیں اپنے اوپر سوار ہونے کا موقع دے رہے ہیں۔

بجائے مسائل کو حل کرنے کے یہ لوگ اس گندگی کو معاشرے کا حصہ بنانے پر تلے ہیں۔

یہ بالکل نا قابل قبول ہے۔ اس متعلق آگاہی پھیلنی چاہیے کہ کس طرح بری صحبتیں ممنوع رویوں کی آبیاری کرتی ہیں (یعنی انسان کو کسی برائی کا عادی بنادیتی ہیں)۔

مذہب کو اگر آپ ایک طرف بھی کر دیں تب بھی آپ دیکھیں گے کہ سب سے زیادہ

---

[1] :https://restoringsexualpurity.org/2014/05/01/identical-twin-studies-prove-homosexuality-is-not-genetic/?fbclid=IwAR0F-Y0Wx-ZWgA1xJP7OEKexjQFuhB0Em4tuasCA_RVB3PsBjrd5koaNLw

سائنسی تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ سب تو فطرتِ انسانی کے بھی خلاف ہے۔ اور اسکو حل ہونا چاہیے۔

ایک اور سوال کہ سب ہوتا کیوں ہے؟ تو (جواب یہ ہے کہ) ہم جنس پرستی ایک دماغی بیماری اور نفسیاتی کیفیت ہے، جسکے علاج کی ضرورت ہے۔ اور بہت سی نئ تحقیقات اسے ثابت کرتی ہیں۔ ان تحقیقات کے لنکس اور حوالہ جات حاشیے میں موجود ہیں۔[1]

جنسی طور پر ھر آزاد اور شراب نوشی والے ماحول سے آنے والی تکالیف:

میں پہلے ہی ذکر کر چکا ہوں کہ شراب نوشی اور جنسی طور پر آزاد معاشرے کے انسانی صحت پر کیا نقصانات ہوتے ہیں۔ یہ مرد و عورت کی صحت کو مکمل برباد کر دیتا ہے۔ نشہ جگر کی بیماری اور جگر کے کینسر کا Cirrhosis کا سبب بنتا ہے، اس کے علاوہ یہ دل اور خون کی بیماریوں کا باعث بھی ہے۔ آزادانہ جنسی تعلقات AIDS HIV اور جنسی بیماریوں (STD) جیسے gonorrhea. کا باعث ہے لیکن مرد کے رویے پر اس کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں یہ معاشرے کے لیے سنگین ہیں۔ اسی طرح آزاد جنسی معاشرے کے بھی ایسے ہی آثار مرتب ہوتے ہیں جنکا میں ذیل میں ذکر کرنے لگا ہوں:

تشدد:

شراب نوشی کی دیر پا عادت اور جرائم یا گھریلوں تشدد کے درمیان تعلق پر meta-analysis (مختلف تحقیقات کا نچوڑ) ہمیں بتاتا ہے کہ شراب پی کر زیادہ نشہ میں مبتلا لوگ کم از کم سال میں ایک مرتبہ ضرور تشدد کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں سے تقریباً دوگنا یا اس سے بھی

[1]:https://jamanetwork.com/journals/jamapsychiatry/articleabstract/205342

زیادہ ہے، جو لوگ درمیانے درجے یا اس سے کم درجے میں شراب پیتے ہیں۔[1]

یہ تحقیق شراب نوشی کے، انسان کی ذاتی زندگی اور رویے پر، انتہائی خطرناک اثرات کو ثابت کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے شراب نوشی کو حرام قرار دیا ہے۔

اسی طرح ایک اور تحقیقی مضمون ثابت کرتا ہے کہ تقریباً پانچ میں سے ایک خاتون (1997ء میں 20.20٪ تھا اور 1999ء میں 18٪) کے متعلق واقعہ رپورٹ ہوا کہ انکو انکے ڈیٹنگ پارٹنر (Dating Partner) کی جانب سے جنسی یا جسمانی تشدد کا سامنا کرنا پڑا۔[2]

یہ آزادانہ جنسی ماحول عورت کی صحت پر بہت برے اثرات مرتب کرتا ہے۔ نیز وہ جنسی کھلونے کے طور پر استعمال ہونے کے بعد جسمانی اور ذہنی طور پر ٹوٹ جاتی ہیں، بکھر جاتی ہیں۔ کیونکہ گرل فرینڈ کے کوئی حقوق نہیں ہوتے بس انکا کام فری سیکس (جماع) کو پیش کرنا ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ جنسی تعلقات میں زیادہ تر تشدد کے واقعات شادی کے بغیر رپورٹ کیے گئے ہیں۔ خاص طور پر حالت حمل میں کیونکہ مرد بچے کی دیکھ بھال کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی معاشرے میں ہم بہت سی Single Moms تنہاء ماؤں کو دیکھتے ہیں۔

یہی وجوہات ہیں جن کی بنیاد پر اسلام نے شراب نوشی اور شادی کے بغیر جنسی تعلقات کو حرام قرار دیا ہے۔ اسلام میں شادی شدہ عورت اپنے حقوق سے بھرپور فائدہ اور آرام اٹھاتی ہے کیونکہ اسکی معاشی ذمہ داری، اور اسکی صحت کی ذمہ داری اسکے شوہر پر ہے۔ جبکہ دوسری طرف گرل فرینڈ کو سیکس کے بعد لات ماردی جاتی ہے۔ تو پھر عورت کے مسائل کا حقیقی حل کیا ہے، اسلام یا الحاد؟

---

[1]:https://www.ncbi.nlm.nih.gov/pmc/articles/PMC3820993/#.~:text=A%20meta%2Danalysis%20on%20the,low%20to%20moderate%20(e10)

[2]:https://jamanetwork.com/journals/jama/fullarticle/194061

اسلام اور موسیقی:

اس معاملے میں بھی حارث نے اسلام کو غلط پیش کیا ہے، یا تو جہالت کی وجہ سے یا پھر بدنیتی سے۔ اولاتو یہ کہ موسیقی کی حرمت اسلام میں کوئی ایسی بات نہیں کہ جس پر سب کا اتفاق ہو، اس پر مختلف آراء موجود ہیں جیسا کہ امام شوکانی نے کتاب لکھی ہے کہ: ابطال دعویٰ الاجماع علی تحریم مطلق السماع، یعنی موسیقی کی حرمت پر اجماع کے دعوے کا بطلان۔ اسکا موضوع یہی ہے کہ اس دعوے کی تردید کی جائے کہ موسیقی تمام مسلمانوں کے نزدیک حرام ہے۔ دوسری بات حارث کہتا ہے کہ اگر تم گانا سنو گے تو جہنم میں چلے جاؤ گے۔ میرا مطالبہ ہے کہ شریعت کا وہ بیان پیش کرے کہ اگر کوئی موسیقی سنتا ہے تو ہمیشہ کے لیے جہنم چلا جائے گا۔ اگر ہم بحث کے لیے یہ تسلیم بھی کرلیں کہ اسلام میں موسیقی حرام ہے تو اللہ تعالی رحم کرنے والا ہے، ممکن کے وہ معاف کردے یا بندہ خود ہی توبہ کرلے۔ حارث کون ہوتا ہے کسی ایسے معاملے پر تبصرہ کرنے والا کہ جو بندے اور خدا کے درمیان کا معاملہ ہے۔

گناہوں کی مغفرت اور اللہ سبحانہ وتعالی:

حارث کہتا ہے کہ اسلام میں اگر کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو ہمیشہ کے لیے آگ میں جلے گا۔ یہ بھی اسلامی عقائد سے جہالت کا نتیجہ ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن میں فرمایا:

اے میرے بندوں! جنھوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی، میری رحمت سے مایوس نہ ہونا، بے شک تمام کے تمام گناہوں کو بخشنے والا ہے، یقیناوہ بہت زیادہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

کیا اس سے بھی زیادہ رحمت ہوسکتی ہے؟ خدا بس یہی مطالبہ کرتا ہے کہ اسکے ساتھ دل سے مخلص رہا جائے اور وہ تمام کے تمام گناہ بغیر حساب کے معاف کردے گا۔

پھر رہا یہ سوال کہ سارے برے اور ظالم لوگوں کو دنیا میں سزا کیوں نہیں مل جاتی؟۔ تو اسکا جواب یہ کہ کیا خدا نے کہیں ایسا کچھ کہا ہے کہ وہ دنیا میں ہی سزا دے گا؟ اگر ہاں، تو دکھاؤ

کہاں کہا ہے ایسا؟ اور اگر نہیں جو کہ یقینا نہیں ہے، تو اپنی خواہشات کے مطابق چیزوں کا رخ تبدیل کرنے کی کوشش چھوڑ دو۔ یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے سزا یا انعام کی نہیں۔ سارے انعامات اور سزائیں آخرت میں دی جائیں گی۔(7:99-8).تو کچھ لوگ یہاں کامیاب ہوجائیں گے اور کچھ ناکام اور ہر ایک کو حقیقی انصاف کی فراہمی ہوگی (قیامت کے دن)۔ حارث کے ایک اور اشکال کا جواب دینا چاہوں گا کہ قیامت کے دن جانور تک کو انصاف ملے گا جیسا کہ حدیث میں ہے:

قیامت کے دن تمام معاملات حل کیے جائنگے، یہاں تک کہ جب ہر چیز کا انصاف ہوجائے گا تو بغیر سینگ والے جانور کو سینگ والے جانور سے بھی انصاف دلوایا جائے گا۔ (السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی:1966)

حارث کے کچھ بے بنیاد دعوے:

ویسے تو بہت سارے ہیں لیکن اگلے موضوع کی طرف بڑھنے سے پہلے میں صرف تین کا ذکر کرنا چاہوں گا تاکہ قارئین کچھ لطف اندوز ہوں۔

مذہب انسانی تہذیب وتمدن کے لیے ضروری نہیں (لیکن الحاد نے کس طرح خاندانی نظام تباہ کر دیا، اسکی پرواہ حارث صاحب کو نہیں) خیر یہ انکا پہلا بے بنیاد دعویٰ تھا۔ خدا کی تاریخ اور اسکے انسانی تہذیب وتمدن پر اثرات جاننے کے لیے۔، دیکھیے میری کتاب:

Scientific and Philosophic analysis of God Delusion

یہ کیسا معیار ہے کہ جس میں خواتین کو ڈرائیونگ کی اجازت دینا نہ دینا انکے ساتھ ظلم ہے، لیکن انکی حفاظت، دیکھ بھال اور آسائش سے نہیں؟

مذہب سے جان چھڑانا کیوں ضروری ہے اگر وہ ہم جنس پرستی جیسی بیماری کے مطابق عمل کی اجازت نہیں دیتا۔

ڈپریشن:

اولاً تو یہ کہ حارث تسلیم کر چکا ہے کہ ڈپریشن کا مذہب کی موجودگی سے لینا دینا نہیں۔ اس کو ثابت کرنے کے لیے وہ کچھ اعداد و شمار بھی پیش کرتا ہے سادہ لفظوں میں اسکے پیش کیے گئے اعداد و شمار یہ ثابت نہیں کرتے کہ مذکورہ ممالک میں جن لوگوں نے خوش کشی کی وہ مسلمان تھے۔ ان ممالک میں تو غیر مسلم آبادی بھی ہے جیسے قازقستان، ایران اور پاکستان۔تو ہم کہہ سکتے ہیں ان ممالک میں جن لوگوں نے خودکشی کی ہوگی وہ مسلمان نہیں ہونگے۔اسی طرح جو اعداد و شمار پیش کیے گئے ہیں اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ خودکشی کرنے والے تھے کون؟ اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ مسلمان تھے تو کیا وہ باعمل مسلمان تھے یا نہیں؟ ممکنہ حد تک وہ باعمل مسلمان نہیں ہونگے۔دوسری بات یہ فطری چیز ہے کہ آپ کو دوستوں کی سپورٹ سے ایک جذبہ ملتا ہے آپ جب دوستوں سے گھرے ہوں تو کم غمزدہ اور پریشان ہوتے ہیں۔تو سوچیں اس کیفیت کو کہ جب آپ کا ایک ایسا دوست ہو جو آسمانوں میں ہے اور آپ کو ہمہ وقت دیکھ رہا ہے اور آپ کی حالات سے مکمل واقف ہے، تو فطری طور پر آپ کا ڈپریشن ختم ہوتا جائے گا۔لیکن ایک ملحد کے نظریے سے کوئی سپورٹ نہیں، آسمانوں سے دیکھ بھال کی کوئی امید نہیں دنیا میں برداشت کی جانے والی تکالیف کے مداوے کا شعور نہیں، چھوٹ جانے والی چیزوں اور لوگوں سے اس دنیا کے بعد ملنے کا کوئی موقع نہیں، کوئی ایسا عظیم ترین دوست (خدا) نہیں جو ڈپریشن سے نکالے۔تو ظاہر ہے نتیجے میں ملحد پریشانی کے ہر قدم پر ڈپریشن کا شکار ہوگا۔لہٰذا اعداد و شمار جب بتا نہیں رہے کہ مذکورہ اشخاص کون تھے تو آپ کے پاس کامن سینس تو ہے نا ان لوگوں کو پہچاننے کے لئے؟

احمد دیدات اور اسلام کی کھانی:

پہلی بات، حارث نے نبیل قریشی کی بات کی جو کہ کبھی مسلمان تھا ہی نہیں۔تو میں حارث کی اس غلط بیانی پر اپنا وقت ضائع نہیں کروں گا۔البتہ میں احمد دیدات کی کہانی کو ضرور ڈسکس کرنا چاہوں گا۔حارث نے کہا ہے کہ احمد دیدات فالج کی بیماری سے گذرے تھے اور

عیسائی کہیں گے کہ یہ خدا کی طرف سے سزا ہے۔ رہی بات عیسائیوں کی کہ ان دنوں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا گیا (انکے عقیدے کے مطابق) تو یہودیوں کے نزدیک ایسی موت جو سولی پر دی گئی ہو اسے ایک بری موت سمجھا جاتا تھا۔ تو عیسائیوں کے اپنے خدا (عیسیٰ علیہ السلام انکے عقیدے کے مطابق) ایک بری موت کا شکار ہوئے، تو پھر وہ کس طرح کسی اور کے متعلق ایسی بات کر سکتے ہیں۔ اور جہاں تک بات ہے اسلامی نقطہ نظر کی، تکلیف اور پریشانیاں اگر کسی مسلمان کو آتی ہیں تو آخرت میں اسکے درجات کی بلندی کا سبب بنتی ہیں، اسکے لیے ثواب کا باعث بنتی ہیں اور اسکی کوتاہیوں کا کفارہ بنتی ہیں کہ آخرت میں اسے اونچے درجات حاصل ہو۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان جب بھی کسی پریشانی، بیماری، رنج و ملال، تکلیف اور غم میں مبتلا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔ (صحیح بخاری: 5642)

ایک اور حدیث میں نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ جن لوگوں نے اس دنیا میں مشکلات برداشت کی جب قیامت کے دن انکو اسکا اجر دیا جائے گا تو جو دنیا کی زندگی میں آسائش میں رہے وہ یہ دیکھ کر تمنا کریں گے کہ کاش انکی جلد قینچی سے کاٹی گئی ہوتی۔

(السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی: 2206)

لہٰذا، الحمد للہ شیخ احمد دیدات کو جو اس دنیا میں مشکلات کا سامنا ہوا۔ وہ فالج کی وجہ سے مفلوج ہونے کے باوجود اپنی آنکھوں کے ذریعے لوگوں کو دعوت دیتے رہے، اسکا مطلب وہ مطمئن اور خوش تھے اور ان شاء اللہ آخرت میں انہیں ڈھیر سارا ثواب ملے گا۔

میں اس باب کا اختتام ان الفاظ سے کروں گا کہ اگر پانچ کروڑ لوگ ایک احمقانہ بات کہہ رہے ہوں تو وہ احمقانہ ہی رہے گی لیکن اگر ایک اکیلا شخص اپنی بے وقوفی کی وجہ سے پانچ کروڑ لوگوں کی (صحیح بات کی) مخالفت کرے تو پھر وہ بہت ہی بڑا احمق ہے۔



چوتھا باب: الحاد کا تھیلا

سوال یہ ہے کہ کیوں ہمیں مذہب کی ضرورت نہیں ہے۔ ملحد بننے کے بعد ہمیں کونسی اچھائی حاصل ہوگی ۔ یقیناً اس سے زیادہ کوئی بھلائی نہ ملے گی کہ اپنی خواہشات کی تکمیل کو کوئی روکنے والا نہ ہوگا۔ مذہب آپ کو انسان بناتا ہے۔ الحاد کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ یہ تو پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی موجود تھا۔ ذیل میں کچھ مقامات کا ذکر کروں گا جہاں خدا نے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کے ملحدین کو مخاطب کیا ہے۔

بے شک وہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ 69:33

اور وہ لوگ وجو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں، اور وہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ ہی آخرت پر۔ اور جسکا بھی ساتھی شیطان ہے تو وہ بہت ہی برا ساتھی ہے۔ 4:38

کیا وہ بغیر کسی چیز کے پیدا ہو گئے یا وہ خود اپنے پیدا کرنے والے ہیں؟ 52:35

یہ آیات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ عہدِ نبوی میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جن کی شناخت یہ تھی کہ وہ خدا پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور اللہ نے ان لوگوں کو قرآن میں مخاطب کیا ہے۔ بلکہ یہ تمام پیغمبروں کے ادوار میں موجود رہے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں ملحد اور الحادی تحریکیں کبھی دیر پا نہیں رہیں، تاریخی طور پر جواب بہت آسان ہے۔ اسکا جواب اسی تھیلے میں ہے جو الحادا پنے ساتھ لیے گھومتا ہے۔ خدا نے مشکل گھڑیوں میں لوگوں کی نصرت کی۔ ان واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے، مثلا؛ پیغمبر داود علیہ السلام نے مٹھی بھر لوگوں کے ساتھ طالوت کو شکست دی۔ اللہ نے اس واقعہ کو قرآن میں اس طرح بیان کیا ہے:

پھر جب جالوت فوجیں لے کر نکلا، کہا بے شک اللہ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرنے

والا ہے، جس نے اس نہر کا پانی پیا تو وہ میرا نہیں ہے اور جس نے اسے نہ چکھا تو وہ بے شک میرا ہے، مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے (تو اسے معاف ہے)، پھر ان میں سے سوائے چند آدمیوں کے سب نے اس کا پانی پی لیا، پھر جب طالوت اور ایمان والے اس کے ساتھ پار ہوئے تو کہنے لگے آج ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں، جن لوگوں کو خیال تھا کہ انہیں اللہ سے ملنا ہے وہ کہنے لگے بار ہا بڑی جماعت پر چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے غالب ہوئی ہے، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ 2:256

مختلف روایات سے پتہ چلتا ہے کہ داود علیہ السلام کی فوج 313 سپاہیوں پر مشتمل تھی اور جالوت کا لشکر ہزاروں فوجیوں پر مشتمل تھا۔ اسکے باوجود داود علیہ السلام نے چھوٹے سے لشکر سے جالوت اور اسکے لشکر کو شکست دی، کس چیز کے سبب؟ اللہ کی مدد سے۔ اسی طرح نبی محمد علیہ السلام کے دور میں جب مکہ کے لوگ ان پر حملہ کرنے آئے تو تقریباً ایک ہزار سے زیادہ سپاہیوں پر مشتمل لشکر کو ساتھ لائے، اور مسلمان جو کہ 313 کی تعداد میں تھے وہ بھی بغیر وسائل کے، انھوں اسلحہ سے لیس اہل مکہ کے لشکر کو شکست دی، کس چیز کے مدد سے؟ اللہ کی مدد سے۔

اب اگلا نکتہ یہ ہے کہ، مسلمانوں نے جزیرہ عرب کے تمام اہم علاقوں کو فتح کر لیا تھا، خراسان، فلسطین، بابل اور افریقہ تک کو فتح کیا بغیر وسائل کے، اور ہمیشہ چھوٹا لشکر لے کر عظیم رومی، فارسی اور حبشہ کی سلطنتوں کا مقابلہ کیا۔ کس چیز نے مسلمانوں کو اس عروج پر پہنچایا؟ یہ اللہ کی مدد تھی، مسلمانوں کا اسلام کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرنا اور اس پر عمل کرنا، اور سب سے اہم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان رکھنا۔ اب سوچیں اگر عرب اللہ اور اسکے رسول کو تسلیم نہ کرتے تو کبھی وہ اس سب کے قابل ہوتے؟ کبھی بھی نہیں، جیسا کہ وہ پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تھے۔

یہ محض کوئی ایک واقعہ نہیں ہے بلکہ ایسے واقعات کی بہتات ہے جہاں حالات تقریباً ناموافق اور ناممکن تھے لیکن خدا کی نصرت اور ہدایت سے وہاں کامیابی ملی۔ مذہب ہمیشہ انسانوں اور انکی زندگیوں کے لیے بھلائی لے کر آیا ہے۔ جن لوگوں نے بھی خدا کے پیغمبروں اور خدا کے

احکامات پر ایمان رکھا، انھوں نے کامیابی اور راحت کا مشاہدہ کیا۔ اور یاد رکھیں کہ جب بھی انھوں نے خدا اور پیغمبروں کے احکامات کو ترک کیا، انھوں نے پریشانیوں کا سامنا کیا اور ناکامی کو آنکھوں سے دیکھا۔ انسانی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے لیکن انسانی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں، الحاد نے لوگوں کو کیا دیا۔ جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ انکا وجود ہمیشہ سے رہا ہے، بھلے ہی کم تعداد ہو، لیکن انھوں نے دنیا کو کیا دیا ہے؟ یہ کیوں کبھی زیادہ دیر نہیں رہ پائے اور معاشرے سے غائب ہو گئے۔ اگر یہ واقعتاً کوئی معقول بات کرتے تھے تو کیوں کسی معاشرے نے انکو تسلیم نہیں کیا؟ کیونکہ الحاد نے کبھی کسی ریاست یا ملک کو وجود نہیں بخشا؟ کیوں لوگ انہیں ہمیشہ کم اہم سمجھتے رہے۔

مختصر یہ کہ اسکا جواب بہت آسان ہے کہ یہ الحاد کا ہی تھیلا ہے اور اس میں یہی کچھ بھرا ہوا ہے جسے الحاد اور ملحدین پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے لوگوں کی زندگیوں سے امیدیں چھین لی، آپ ہمیشہ ملحد لوگوں کے ساتھ کو غیر مطمئن ہی پائیں گے اور اسے لوگوں کی زندگیوں اور انکے طور طریقوں پر تنقید کرتا ہوا دیکھیں گے، اور آپ ہمیشہ ملحد کو بد اخلاق شخص ہی پائیں گے۔ الحاد اور ملحدین ہمیشہ مجموعی طور پر مایوسی کا شکار رہے ہیں اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اسی وجہ سے ہی کبھی کس چھوٹی سی ریاست کو بھی تشکیل نہ دے سکے کیونکہ خدا کی تدبیر اور تقدیر حرکت میں تھی اور خدا نے کبھی انکو یہ موقع نہیں دیا کہ یہ لوگوں میں پہچانے جا سکیں، چہ جائیکہ یہ محدود مایوس کن لوگ کسی ریاست کو تشکیل دے پاتے۔

اسلام نے انسانیت کو کیا دیا؟

اس پر ایک مفصل باب ہوگا۔ لیکن میں یہ قارئین کو خالی ہاتھ نہیں چھوڑ ونگا کہ وہ اندازے لگاتے رہیں بلکہ کچھ نکات کا ذکر یہاں کروں گا تا کہ الحاد سے ایک مطابقت تو پیدا ہو (اور موازنہ آسان ہو جائے)۔

اسلام نے نسلی تعصب، جنسی تعصب کا، قبائلی جنگوں کا، جنسیت کا، عورتوں کے ساتھ برا

سلوک کرنے کا، نہ انصافی کا، ظلم کا، رشتہ داروں سے قطع تعلقی کا، معاشرے کی اجتماعی بربادی کا، معاشی اجارہ داری کا، قومی اور قبائلی تعصب کا، لالچ، اور بری خواہشات کا، بدگمانی وغیرہ کا یکدم خاتمہ کیا۔

سب سے اہم یہ کہ خدا اور اسکی عبادت کے متعلق غلط نظریات کو ختم کیا۔ اور اس کے ذریعے اسلام امن، سلامتی، انصاف، خوشی، لوگوں کے لیے محبت، معاشرے کے لیے فلاحی نظام، خواتین، بچوں، بڑوں اور پسماندہ لوگوں کی دیکھ بھال اور انکے حقوق، مجموعی طور پر والدین اور انسانوں کے لیے احترام، ایک آئیڈیل ماحول، ایک بہترین معاشرتی نظام اور خوش حال معاشرہ لے کر آیا۔ ان سب اثرات کا پتہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ مسلم معاشروں میں غیر مسلموں کے حالات کیسے تھے، انھوں نے خود باوجود مسلمانوں کے حریف ہونے کے جیسے اسپین ہے۔ یہود نے مسلمانوں کے دورِ حکومت کو Golden Ag,Diaspora ڈائسپورا، سنہری دور کا نام دیا (ڈائسپورا یعنی یہودیوں کا دوسری اقوام کے اندر پھیلنا)۔ ان سب کو بیان کرتے ہوئے میں ذرا دوسری جانب بھی روشنی ڈالنا چاہوں گا۔

الحاد نے انسانیت کو کیا دیا؟

نہ امیدی، نسلی تعصب،[1] تشدد، خاندانی نظام اور معاشرتی نظام کی تباہی، لالچ، خواتین کو ایک جنسی کھلونے کی طرح رکھنا، ناانصافی، جنگلی رویہ، حیوانی خواہشات، ہم جنس پرستی کی بیماری، انسیسٹ، معاشرے کا سکون برباد کرنا، لوگوں سے نفرت، شراب کے ذریعے صحت کا بگاڑ، بے حسی، بے روح زندگی، دوسروں کو دن رات ذلیل کرنا، دوسروں کے عقائد کا استہزا کرنا، غفلت کی زندگی، پر امن معاشرتی طور طریقوں کے خلاف بغاوت، بے شرمی، اور سب سے اہم خواہشات اور بے تکے خیالات وتمناؤں کی عبادت جو کہ شیطانیت میں بدل دے۔

[1]:https://www.washingtonpost.com/posteverything/wp/2014/06/16/blacks-are-even-discriminated-against-by-atheists/

یہ چند وہ چیزیں ہیں جو الحاد انسانیت کے لیے لے کر آیا۔ کونسی اچھائی یہ لے کر آیا ہے؟ اگر آپ اپنا پورا دن اسی تحقیق پر لگا دیں تو آپ ایک بھی ایسی اچھی چیز نہیں تلاش سکیں گے جو الحاد ہماری منزل تک لے کر آیا۔ بلکہ آزاد سوچ کے جھنڈے تلے اس نے تو الٹا معاشرے کا سکون چھین لیا اور یہ لوگوں کو زندگیوں تک محض تنقید ہی لا یا ہے۔ اس نعرے کی آڑ میں کہ کیوں مذہب لوگوں کی ذاتی زندگیوں میں مداخلت کرتا ہے، حالانکہ خود انھوں نے لوگوں کے عقائد اور طور طریقوں میں مداخلت کی ہے۔ معقولیت اور سائنس کی آڑ میں، انھوں نے ایسی غیر ثابت تھیوریز کا سہارا لیا تا کہ لوگوں کو مجبور کر سکیں کہ وہ اسی کے مطابق اپنے عقائد بنائیں ورنہ یہ انہیں غیر معقول اور غیر سائنسی کہیں گے۔ الحاد نے بیمار ذہنیت معاشرے کو عطا کی ہے اور یہ ہمیشہ معاشرے میں جنگل کے قانون کے لیے کوشاں ہے۔

حارث کی جانب سے مزید جھوٹے الزامات اور ادھوری کہانیاں:

حارث کہتا ہے کہ مذہب لوگوں کو یہ نظریہ دیتا ہے کہ کائنات کو خدا نے بنایا ہے اور ہمیں اسکے احکامات کی پابندی کرنی ہے۔ جب میں نے یہ پڑھا تو میں نے سوچا اب مزہ آئے گا، حارث اپنی چھری سے خود اپنے آپ کو ذبح کرے گا۔ لیکن ذرا رکیے کیا ہوا اسکے بعد؟ حارث صاحب نے یہ موضوع مکمل ترک کر دیا اور پھر اپنی روایتی کہانیوں کی طرف بڑھ گئے۔ حارث نے اس بات کو جاری کیوں نہیں رکھا؟ سیدھی بات ہے وہ اسکا جواب نہیں دے سکتا تھا۔ اس کے پیچھے مقصد محض آپ کی توجہ کو اپنی طرف کھینچنا تھا، اسکے پیچھے کمال کی چالاکی ضرور ہے، لیکن اس سوال کا جواب نہ دینے کی جو بے شرمی ہے اسکا الگ ہی ایک مقام ہے۔ خیر اگر حارث صاحب اسکا جواب نہیں دے سکے، کوئی بات نہیں، ہم دینگے جواب۔ ابتسامہ۔

زندگی اور تخلیق کا مقصد:

میں نے پہلے بھی اس بات کا ذکر کیا تھا کہ اگر حارث اس قدر کم عقل کا مالک ہے کہ وہ

مذہب کے موقف اور اصولوں کو نہیں سمجھ سکا، تو اس میں کسی کا قصور نہیں ہے سوائے حارث کے۔ خدا نے اس کائنات کو بنایا ہے اور اسکو ایسے ہی بے کار نہیں چھوڑ دیا۔ اگر وہ ہمیں ایسے ہی بلاسمت چھوڑ دیتا تو حارث جیسے لوگ بھی یہی شکایت کر رہے ہوتے کہ اے خدا تو نے کسی کو کیوں نہیں بھیجا ہمیں تنبیہ کرنے کے لیے اور سیدھے راستے کی طرف ہماری قیادت اور رہنمائی کرنے کے لیے، اور یہ شکایات درست بھی ہوتیں۔ لیکن انسانیت کی مدد کے لیے اسکے خالق نے اسے بغیر ہدایت کے نہیں چھوڑا بلکہ اس نے اپنے پیغمبروں کو اپنے الفاظ اور کلمات دے کر بھیجا، اور اس سے بہتر کیا ہوسکتا ہے؟ لیکن حارث جیسے لوگوں کو تو احمقانہ کام کرنے ہیں۔ انکا اعتراض الٹا ہے کہ خدا نے اپنے پیغمبروں کو کیوں بھیجا کہ ہم اسکی فرمانبرداری کریں۔ میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ ایسے لوگ کبھی بھی مطمئن نہیں ہوتے خدا کچھ بھی کرتا، یہ لوگ ہمیشہ شکایات کرتے اور یہ آج تک شکایات ہی کر رہے ہیں۔ لیکن اس سے بڑی حماقت یہ ہے کہ اگر یہ کسی مشین کو بغیر دستور العمل کو دیکھیں تو شکایت کرینگے کہ ہم تو شاید مشین کو برباد کردیں، کیونکہ اس مشین کو بنانے والی کمپنی نے اس مشین کو چلانے کی ہدایت پر مبنی کتابچہ ساتھ نہیں بھیجا، لیکن یہ حماقت کی معراج پر پہنچ گئے ہیں کہ ایسی چیز پر اعتراض کر رہے ہیں کہ جسکی ضرورت تھی اور جس طرح ضرورت تھی اسی طرح ہوئی، لیکن انکی شکایت ہے کہ خدا نے کیوں زندگی گذارنے کی ہدایات ہمیں بھیجیں، ہم تو اپنے آپ کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔

ملکی قوانین اور افواج کا نظم وضبط:

حارث نے ایک مرتبہ پھر ایک توجہ مبذول کرنے والا جملہ تو لکھ دیا کہ میں نے خدا پر ایمان لانے والوں کی دلیل ذکر کردی، لیکن موصوف اسکا جواب دینا بھول گئے، اور نہ ہی اپنے موقف کی سپورٹ میں کوئی دلیل نقل کی۔ حارث کہتا ہے کہ خدا پر ایمان رکھنے والے کہتے ہیں کہ اگر تم ملکی قوانین فالو کرسکتے ہو تو خدا کے قوانین کی کیوں نہیں؟۔ خیر، ملحدین کی منطق سے تو انہیں ملکی قوانین سے باغی ہونا چاہیے کیونکہ یہ قوانین انہیں مجبور کرتے ہیں کہ سختی سے انکی پابندی کی جائے

ورنہ سخت سزا ملے گی۔ میں کبھی حارث یا کسی اور ملحد کو نہیں دیکھا جو ان قوانین کے متعلق شکایت کر رہا ہوں حالانکہ انہیں اپنے آزاد سوچ کے نظریئے کے مطابق تو کرنا چاہیے۔ آپ کبھی نہیں دیکھیں گے کہ حارث صاحب کتاب لکھیں Curse of Melbourne یا Australian Delusion انکے قوانین کی سختی اور انکے سخت نفاذ کو بنیاد بنا کر۔ آپ انکو ملکی قوانین کے خلاف کبھی باقاعدہ کوئی کتاب لکھتے نہیں دیکھیں گے لیکن جب مذہب ایسا کرتا ہے تو یہ باولے ہوجاتے ہیں اور مذہب پر لعن طعن شروع کر دیتے ہیں۔ حارث کے بقول ملک ہمیں پناہ دیتا ہے حالانکہ مذہب اس سے زیادہ بڑی پناہ اور تحفظ دیتا ہے کہ خدا نے ہی آسمان اور زمین بنائے ہیں۔ تو کس کے قوانین پیروی کیے جانے کے زیادہ مستحق ہیں؟ حارث صاحب کبھی بھی سیکولر قوانین پر تنقید نہیں کرینگے لیکن جب اسی قانون کو لے کر مذہب کی باری آئے گی تو یہ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے یہ کیا ہے؟ نفرت!۔

اور پھر مذہبی ریاستوں کا کیا؟ اگر حارث صرف ملکی قوانین کی پابندی کا قائل ہے تو پھر یہ کیوں مسلم ممالک کے قوانین پر تنقید کرتا ہے، یہ پاکستان کے قوانین کی مذمت کیوں کرتا ہے جو کہ دیگر بہت سی مسلم ریاستوں کے ساتھ ساتھ ایک مسلم ریاست ہے۔ اسلام کے دستور میں سے ایک بنیادی دستور فلاحی ریاست کا قیام ہے تو کیا حارث اسلام قبول کرلے گا اگر اسے اس ریاست میں رہنا پڑے اور ریاست اسے مجموعی طور پر پناہ اور فلاح و بہبود فراہم کرے؟۔

اب آتے ہیں نظم و ضبط والے حصے کی طرف، تو حارث صاحب کہتے ہیں کہ مذہب نام ہے اپنے قوانین تھوپنے کا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ خدا نے دنیا بنائی ہے تو وہ سب سے بہتر جانتا ہے کہ اسکو کس طرح چلانا ہے۔ اگر حارث صاحب کسی نظم و ضبط یا قوانین کی پابندی نہیں کرنا چاہتے تو انہیں سب سے پہلے دنیا بھر کی افواج کو ظالموں کا جتھہ، لعنت سے بھرے لوگ اور روئے زمین کی بدترین تہذیب قرار دے دینا چاہیے کیونکہ تمام افواج اپنے نظم و ضبط کو طاقت اور سزاوں کے زور پر منواتی ہیں اور کبھی کبھی تو رسوا بھی کرتی ہیں۔ تو میں دیکھنا چاہوں گا کہ حارث

صاحب افواج پر تنقید کریں اور انہیں لعنت قرار دیں، بلکہ افواج اور جو ممالک ان افواج کو چلا رہے ہیں انکے وجود کا ہی انکار کردیں۔ کیونکہ مذہب کو تنقید کا نشانہ بنانے کے لیے اور ان طاقتوں کے متعلق خاموشی اختیار کرنے میں ایک ہی لاجک کارفرما ہے۔ بلکہ دلچسپ بات تو یہ ہے کہ آپ دیکھیں گے کہ موصوف ان اداروں انکے نظم وضبط کی وجہ سے انکی تعریف کرر ہے ہونگے، بھلے ہی وہ اچھا ہو یا برا، مشکل ہو یا آسان لیکن آپ کبھی حارث کو اس متعلق شکایت کرتا نہیں دیکھیں گے۔ حارث کو مسئلہ محض خدا اور اسکے مذہب سے ہیں، جیسے ایک اچھا فوجی بننے کے لیے آپ کو نظم وضبط کی سختی سے پیروی کرنا ہوگی اور بغیر شکایت کیے اپنی ذمہ داریاں نبھانی ہونگی۔ لیکن اگر یہی معاملہ مذہب کا ہو ایک اچھا ایمان والا اور اچھا انسان بننے کے لیے مذہب اپنے نظم وضبط کی پیروی کا حکم دے تو آپ دیکھیں گے حارث کو ہارٹ اٹیک آجائے گا۔

اسلام کے متعلق چند مزید جھوٹ:

جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ حارث نے اسلام کے خلاف ہول سیل کے حساب سے جھوٹ بولا ہے۔ اور میں یہاں اسکے کچھ مزید جھوٹ ذکر کروں گا جو کہ یقیناً اس کی کتاب پڑھنے والوں کی گمراہ کرینگے۔

اسلام دین فطرت ہے، اور یہ ایک وسیع دین ہے جو زندگی کے ہر معاملے کے متعلق راہنمائی دیتا ہے۔ اسلام کے پاس ہر مسئلے کا حل ہے جسکا سامنا انسانیت کو ہے، اس کے اصول ٹھوس ہیں۔ یہ ہر ایک کو سانس لینے کا موقع دیتا ہے اور ہر ایک کو مسئلے کا حل بھی پیش کرتا ہے۔ میں چند چیزوں کے متعلق بتاؤں گا جن سے اسلام مکمل طور پر نہیں روکتا بلکہ اس حد تک روکتا ہے جس حد تک وہ نقصان دہ ہیں۔

موسیقی:

حارث پھر موسیقی کے متعلق گفتگو کرنے لگتا ہے۔ میں اسکا جواب دینے سے پہلے میں بحث کا طریقہ بتانا چاہوں گا۔ یہ اس متعلق ہے کہ اگر خدا کا وجود ہے اور اسکا مذہب سچا ہے تو خدا

ہونے کے ناطے وہ جس چیز کا بھی مطالبہ کرے، ہمیں اسکی بات ماننی ہے، یہ کوئی بہت مشکل بات نہیں بلکہ کامن سینس ہے۔ لیکن اگر کوئی ضد پر اتر آئے کہ میں تو جان بوجھ کر خدا کی نافرمانی کروں گا تو پھر ہمیں اسکے کامن سینس کو الوداع کہہ دینا چاہیے۔

رہی بات موسیقی کے حرام ہونے کی تو میں کچھ واقعات کا ذکر کروں گا جو اسلامی نقطہ نظر کو واضح کر دینگے:

پہلا واقعہ وہ ہے کہ جس میں کچھ بچیاں نبی ﷺ کے سامنے گنگنا رہی تھیں اور آپ ﷺ نے انہیں منع نہیں کیا۔ (صحیح بخاری:70)

دوسرا واقعہ وہ ہے کہ جب نبی ﷺ اپنی زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مردوں کا کچھ کھیل کود اور گنگنانا دکھانے لے گئے تھے اور آپ فرماتی ہیں کہ جب میں تھک گئی (انہیں گاتا دیکھ کر) تو نبی ﷺ نے مجھ سے پوچھا: کیا تمہارا دل بھر گیا؟ میں نے حامی بھری تو آپ نے مجھے واپس چلے آنے کو کہا۔ (صحیح مسلم:1946)

یہ واقعات اسلام کے موسیقی کے متعلق نظریئے کو بالکل واضح کر کے بتا دیتی ہیں۔ رہی بات بخاری کی اس حدیث کی کہ جس میں آیا ہے کہ لوگ موسیقی کے آلات کو حلال قرار دے دینگے تو وہ حدیث میوزک یا موسیقی کے متعلق مجموعی طور پر بات نہیں کرتی بلکہ موسیقی کے چند آلات کے متعلق بات کرتی ہیں۔ ایک اور حدیث میں اسکا ذکر ہے جو ابوداود میں ہے جس میں نبی ﷺ کے بانسری کو ناپسند کرنے کا ذکر ہے۔ حدیث اس طرح ہے کہ نافع فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بانسری کی آواز سنی تو اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لی اور مجھ سے کہا کہ کیا تمہیں کچھ سنائی دے رہا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ تو پھر انھوں نے اپنی انگلیاں کانوں سے نکال لی اور فرمایا کہ: میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا انھوں نے اس آواز کو سنا اور ایسا ہی کیا جیسا میں نے کیا۔

(حدیث:4924)

لیکن یہ مجموعی طور پر موسیقی کے متعلق کچھ نہیں بتاتی اور نہ ہی بخاری کی وہ حدیث، بلکہ

وہ بھی صرف آلاتِ موسیقی کے متعلق بات کرتی ہیں۔ اگر یہ صرف بانسری کی آواز ہی نہ ہوتی بلکہ مجموعی طور پر موسیقی ہی ممنوع ہوتی تو ابن عمر رضی اللہ عنہ صرف اپنے کانوں میں انگلیاں نہیں ڈالتے بلکہ نافع کو بھی حکم دیتے کانوں میں انگلیاں ڈالنے کا۔ یہ روایت بتاتی ہے کہ نافع اس آواز کو مسلسل سنتے رہے، اگر موسیقی مطلقا حرام ہوتی تو ابن عمر رضی اللہ عنہ اس بانسری بجانے والے کو کہتے کہ اسے بجانا بند کرو۔ یہ بھی ممکن ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ذاتی طور پر یہ پسند نہ ہو لیکن وہ دوسروں کو اس سے دور نہیں رکھنا چاہتے ہوں۔ مزید یہ کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی کانوں میں انگلیاں ڈالنے کا کہا تھا۔ بلک انھوں نے بس اس بات پر عمل کیا جیسا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے دیکھا تھا۔

اسلام محض غیر مہذب موسیقی کو حرام قرار دیتا ہے اور اس طرح کی موسیقی ہونی بھی نہیں چاہیے۔ لیکن سوال یہی اٹھتا ہے کہ اگر تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیا جائے کہ اسلام نے موسیقی کو حرام قرار دیا ہے، تو حارث کو اس سے کیا مسئلہ ہے؟ یہ تو ایک ڈِسپلن ہے، مذہب اور خدا زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ کیا ہمارے لیے اچھا ہے اور کیا برا ہے۔ یہ کہنا کہ خدا نے ایسی چیزیں بنائی ہی کیوں ہے اگر ہم انکا استعمال نہیں کر سکتے، یہ اسی طرح ہے کہ ہم کہیں کہ خدا نے زہر کو کیوں بنایا اگر ہم اسکا استعمال ہی نہیں کر سکتے۔ ہمارا علم بہت محدود ہے، خدا کا علم محدود نہیں ہے۔

تصاویر:

اسلام لوگوں کی ضرورتوں کے متعلق بہت واضح اور دوٹوک ہے۔ اگر ضرورت ہو اور اسکے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو تو زندگی بچانے کے لیے خنزیر کھانے کی بھی اجازت ہے جیسا کہ قرآن میں ہے 2:173۔ اسی طرح تصاویر بنانے کا معاملہ بھی تفصیل طلب ہے۔ تصویر کی حرمت کا پس منظر تصویر کو مجسمے اور بتوں کی صورت میں بنانا تھا جو کہ عبادت کے لیے استعمال ہوتے تھے، تو تصاویر کے اس غلط استعمال کے لیے انہیں بنانے سے منع کر دیا گیا تھا۔ لیکن وہ ہاتھ سے بنائی گئی تصاویر ہوتی تھیں البتہ اکثر علماء کے نزدیک کیمرے کی تصویر اس زمرے میں نہیں آتی۔ مزید یہ

کہ قدرت کی منظر کشی کرنا Scenery بنانا بالکل جائز ہے بھلے ہی وہ ہاتھوں سے بنی ہو۔

لیکن سوال وہی ہے کہ اس سے حارث کا کیا تعلق ہے؟ کیوں اسے اسلام کے متعلق اپنی انتہائی محدود معلومات کے باوجود اسلام کے متعلق گفتگو کرنی ہے؟ کیا وہ مر جائے گا اگر تصویر نہیں کھینچے گا تو؟ وہ یقیناً اسکے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ تو پھر کیا چیز اسے تنگ کر رہی ہے۔ یقیناً وہی ایک لفظ۔ نفرت!

عورت کا سفر کرنا:

یہاں بھی حارث نے جھوٹ بولا ہے کہ اسلام میں عورت کو بغیر مرد رشتے دار کے سفر کرنے کی اجازت نہیں۔ جبکہ حدیث میں تین دن اور تین رات بغیر مرد رشتے دار کے سفر کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ اس میں یہ کہیں نہیں کہ عورت بغیر مرد رشتے دار کے سفر کر ہی نہیں سکتی۔ بلکہ یہی حدیث عورت کے لیے اندرون شہر سفر کرنے کو جائز بتا رہی ہے کیونکہ وہ تو بہت محدود وقت کا سفر ہوتا ہے۔ دوسری بات جو عورت کی حفاظت اور آسانی کے لیے ہی ہے کہ انہیں سفری دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ مزید یہ کہ اسکا تعلق اس سے بھی ہے کہ عورت کے لیے سفر کا ماحول کس قدر محفوظ اور پر امن ہے۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا:

اگر تم نے لمبی عمر پائی، تو تم ضرور دیکھو گے کہ ایک عورت حیرہ (عراق کے قریب علاقہ) سے سفر کرے گی یہاں تک کہ وہ کعبہ کا طواف کرے گی اور وہ اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے گی۔

مسند احمد کی روایت میں الفاظ ہے کہ:

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ اس معاملے (اسلام) کو مکمل کرے گا یہاں تک کہ ایک عورت حیرہ سے مکہ کا سفر کرے گی اور طواف کرے گی اور کوئی ہمسفر اس کے ساتھ نہ ہوگا۔

یہ حدیث واضح طور پر بتاتی ہے کہ اگر ماحول پر امن ہو تو عورت اکیلے سفر کر سکتی ہے،

اسلام انہیں ایسا کرنے سے نہیں روکتا البتہ انکے تحفظ کو یقینی بنانے کی بات ضرور کرتا ہے کہ اگر راستہ محفوظ نہیں تو وہ اپنے گھر میں سے کوئی مددگار ساتھ لے جائے کہ اگر کسی دشواری کا سامنا ہو تو وہ اسکا خیال رکھ سکے۔ حدیث بتاتی ہے کہ ایسا وقت آئے گا جب عورت بغیر کسی کے خوف کے اکیلی سفر کرے گی (یعنی اسکی اجازت موجود ہے)۔ اسکا مطلب ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں امن ہوگا اور کوئی اسے نقصان پہنچانے والا نہ ہوگا۔

کیا حارث فیصلہ کرے گا کہ حقیقی اسلام کیا ھے؟

ان سب غلط بیانیوں کے بعد حارث صاحب ایک اور جھوٹ بولتے ہیں کہ طالبان ہی دراصل حقیقی مسلمان ہیں اور باقی سب منافق ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ حارث کون ہوتا ہے ہمیں یہ بتانے والا؟ یہ کون ہے جو ایسی بات کرے؟ اب یہ ہمیں سمجھائے گا کہ اسلام کیا ہے اور کیا نہیں؟ حالانکہ حارث، مذہب کے بارے کچھ بھی نہیں جانتا اور یہ میں نے پچھلے ابواب میں ثابت کر چکا ہوں۔ دوسری بات، جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اسلام وہی ہے جو پیغمبر اسلام نے بتایا اسکے علاوہ کوئی کچھ بھی کہے، اسکی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں۔ یہاں تک کہ میں بھی کوئی ایسی بات کروں جو پیغمبرِ اسلام کی بات کے خلاف ہو تو اسے بھی بالکل تسلیم نہیں کرنا چاہیے۔

اب طالبان کی مثال لیجے اور انکی صورتِ حال کا جائزہ لیجیۓ، ان میں زیادہ تر ان پڑھ ہیں، جنہوں نے کبھی اسکول، کالج یا یونیورسٹی نہیں دیکھی، ظاہر ہے انکا آئی کیو لیول اچھا نہیں ہوگا جس کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ طالبان ایسے بہترین لوگ تو نہیں ہو سکتے جن کو آپ اسلام میں بطور مثال پیش کریں۔ علماء کرام کی ایک بہت بڑی تعداد کے ساتھ ساتھ عام لوگ کی بھی انکو گمراہ ہی سمجھتے ہیں، جو حقیقی اسلام کو پیش نہیں کر رہے۔ تو یہ کہنا کہ طالبان ہی حقیقی مسلمان ہیں اور باقی سب منافق ہیں یہ خود ایک گول مول سا جملہ ہے۔ اور یہ کہنا کہ جو مسلمان طالبان کی مخالفت کرتے ہیں وہ ماڈرن ہیں، تو یہ بھی صحیح نہیں۔ جیسا کہ میں نے اوپر کچھ چیزوں کے حوالے پیش کیے ہیں جنکو شاید طالبان درست نہ سمجھتے ہو لیکن میں نے انکا حوالہ آپ کو اپنے نبی ﷺ سے

پیش کیا ہے جو 1400 سال پہلے کے ہیں۔تو جو چیز 1400 سال پہلے سے موجود ہو آپ اسکو ماڈرن نظریہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ آپ یہ تب ہی کہہ سکتے ہیں جب میں کوئی چیز ایجاد کر کے اسے اسلام کا حصہ بنالوں اور اگر ایسا نہیں ہے تو براہ مہربانی اپنے گردن کے اوپر لگے بھیجے کو استعمال کریں اا اور ایسی بات کریں جس کا کوئی تُک بنتا ہو۔

حارث کا ایک روایتی جھوٹ:

حارث کا کہنا ہے کہ جو عورت خود تسلیم کرے کہ میرے ساتھ جنسی زیادتی ہوئی ہے، اور آدمی یہ کہے کہ یہ سب رضامندی سے ہوا تھا تو اسلام میں عورت کو سنگسار کیا جائے گا۔ میں حارث سے پوچھتا ہوں کہ یا تو یہ بات ثابت کرو یا پھر مسلمانوں کے متعلق جھوٹ بولنے پر ان سے معافی مانگو۔ اگر حارث میں ذرا بھی کوئی عزت باقی ہے تو وہ معافی مانگے گا، لیکن ظاہر ہے یہ تو عزت و غیرت کا معاملہ ہے(تو ہم اس سے کسی معافی کی توقع نہیں رکھتے)۔ مزید یہ کہ وہ کہتا ہے کہ اگر جنسی عمل ایک شیطانی چیز ہے تو خدا نے اسے کیوں بنایا۔ میں پھر اس سے مطالبہ کروں گا کہ کہاں شریعت میں جنسی عمل کو شیطانی کام کہا گیا ہے، صرف ناجائز طریقے سے جنسی عمل کرنا ہی شیطانی کام ہے۔ ذرا سوچیں حارث کی والدہ، اپنے شوہر کو دھوکا دیتے ہوئے، بند کمرے میں پڑوسی کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرتی ہیں، بلکہ بند کمرے میں کیوں، سوچیں وہ کھلم کھلا لوگوں کے سامنے یہ کام کرتی ہیں یا کم از کم حارث کے سامنے ایسا کرتی ہیں۔تو حارث کو کیسا محسوس ہوگا؟ شاید اسی طریقے سے اسکو سمجھ آئے گا کہ ناجائز طریقے سے جنسی تعلقات قائم کرنے میں کیا برائی ہے۔ اس طرح کی باتیں کرنے کی وجہ یہی ہے کہ وہ مغربی میڈیا کی نظروں میں آنا چاہتا ہے جو کہ ہمیشہ چٹ پٹی خبروں کی تلاش میں رہتا ہے۔ لیکن موصوف بھول گئے تھے کہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی تخریب کرنے والا ضرور ہوتا ہے اور میں بھی یہاں موصوف کی اس چاک و چوبند کو خراب اور برباد کر رہا ہوں۔

شرعی قانون سے حارث کا فوبیا:

کچھ فوبیا تو میڈیکلی ثابت ہیں۔ کچھ قابلِ علاج ہیں اور کچھ نا قابلِ علاج ہیں اور کچھ صرف خودساختہ دھوکے اور وہم ہیں۔ شرعی قانون سے ڈر آخری قسم سے تعلق رکھتا ہے؟ حارث کا کہنا ہے کہ اگر آپ سچے مسلمان ہیں تو آپ کو شرعی قانون کو نافذ کرنا پڑے گا اور یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ وہ مزید کہتا ہے کہ، شرعی قانون کو نافذ کرنا بربادی کا باعث بنے گا۔ پہلی بات تو یہ کہ اس نے اپنے اس الزام کے حق میں کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ بلکہ موصوف ایک جج بنے ہوتے ہیں جیسا کہ وہ ہمیشہ کرتے ہیں اور اپنا فیصلہ اسلام کے متعلق سنا دیتے ہیں۔ تو پھر تو انکا شریعت کے قانون سے ڈرنا بالکل صحیح ہے کیونکہ جو بندہ اپنے آپ کو کسی نظم وضبط میں نہیں رکھنا چاہتا اور جانور بنے رہنا چاہتا ہے تو ظاہر ہے وہ انسانیت پر مبنی قوانین کیوں پسند کرے گا جو کہ معاشرے میں ایک نظم ضبط قائم کرنا چاہتے ہیں۔

سیکولر قوانین پر حارث کی مجرمانہ خاموشی:

دلچسپ بات یہ ہے کہ حارث کبھی بھی سیکولر قوانین کو تباہ کن نہیں کہتا بھلے وہ کتنے ہی جنگلی اور غیر انسانی کیوں نہ ہوں۔ مثلا 15 امریکی ریاستوں میں اور دارالخلافہ واشنگٹن میں چرس لیگل (جائز) ہے، جو کہ مہلک ہے! آپ ان ریاستوں میں بلا کسی خوف وخطر چرس کی کاشت کاری کرسکتے ہیں۔[1] کیا مجھے بتانے کی ضرورت ہے کہ یہ انسانی صحت کے لیے کس قدر تباہ کن ہے۔ لیکن کیا حارث نے کبھی اسکا ذکر کیا؟ نہیں، کبھی نہیں کیا اور وہ کرے گا بھی نہیں کیونکہ یہ سیکولر اور انسان کے وضع کردہ قوانین ہیں۔ اگر یہ کسی مذہبی قانون میں ذکر ہوتا تو حارث باولا ہوجاتا اور مذہب سے اپنی نفرت کو اگلنا شروع کردیتا۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ یہی کہ حارث مجموعی طور پر انسان یا انسانیت کے متعلق فکرمند نہیں بلکہ وہ بس ان قوانین اور نظم سے جان چھڑانا چاہتا ہے جو مذہب آپ کی زندگیوں میں نافذ کرنا چاہتا ہے کہ آپ ایک سیدھے نیک، باوقار،

[1]:https://www.esquire.com/lifestyle/a21719186/all-states-thatlegalized-weed-in-us/

خیال رکھنے والے، اور محبت کرنے والے انسان بن جائیں۔

لیکن یہ سوال پھر اٹھتا ہے کہ اگر وہ مذہبی قوانین کی پیروی نہیں کرنا چاہتا تو سیکولر ملک کے قوانین کی پیروی کیوں کرتا ہے؟ اسکا ایک ہی جواب ہے، سزاؤں کے ڈر سے! لیکن خدا بھی یہ کہتا ہے کہ اگر آپ اپنی زندگی میں بتدریج اچھے نہ بنے تو وہ آپکو سزا دے گا، تو پھر یہ، خدا کی سزاوں کے ڈر سے، مذہبی قوانین کی پیروی کیوں نہیں کرتا؟ کیونکہ ملکی سزا نظر آتی ہے اور خدا کی سزا بظاہر نظر نہیں آتی۔ تو اسکا مطلب حارث ایک مادہ پرست شخص ہے اور وہ یقیناً ہے۔

لیکن میرے پاس اسکا بہترین حل ہے، اگر مذہبی قوانین کسی ملک میں بطور ملکی قوانین نافذ ہو جائیں، تو کیا حارث پھر انہیں بغیر کسی شکایت کے قبول کرے گا۔ کیونکہ وہ تو چرس اور نشے کے جواز سے متعلقہ قوانین کی بھی شکایت نہیں کرنا چاہتا۔ اور اگر جواب نہ میں ہے تو سمجھ جائیے کہ حارث کو وہی چیز مذہب کے متعلق بولنے پر مجبور کر رہی ہے جو ہمیشہ کرتی ہے، یعنی نفرت!

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام کا واقعہ:

حارث کے اس معاملے کے متعلق کلام کے بارے میں کچھ اہم باتیں ہیں۔ پہلی بات یہ کہ جو کچھ بھی حارث نے کہا ہے بالکل بے بنیاد ہے اور بہت سے جھوٹ کا مرکب ہے۔ بنیادی طور پر حارث کے پاس اسلام کی مطلوبہ معلومات نہیں ہے تو ظاہر ہے وہ اس متعلق بہت سی غلطیاں کرتا ہے۔ جیسا کہ اسکا یہ کہنا کہ عورت کی گواہی مرد کے مقابلے میں ہمیشہ آدھی ہوتی ہے جبکہ ایسا نہیں ہے، اور اسی طرح کی اور بھی بہت سی باتیں۔ لیکن اصل نکتہ یہ ہے کہ حارث ایسے واقعے کے متعلق اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتا ہے جب کہ وہ اس وقت اور جگہ وہاں موجود ہی نہیں تھا، دنیا میں ایسا کرنا تو سیکولر قوانین کے بھی خلاف ہے۔ دوسری بات وہ اس صورت حال سے مکمل لاعلم ہے، اور سب سے زیادہ قابل اعتراض بات تو یہ ہے کہ وہ واقعات کو سمجھانے کے لیے مسلمانوں ہی کے مصادر استعمال کر رہا ہے اور اسکے باوجود ان مصادر میں موجود بات کی غلط ترجمانی کر رہا ہے۔ جس بات کو لے کر وہ اپنا مقدمہ کھڑا کر رہا ہے وہ بالکل غلط معلومات ہے۔ حارث کے اس متعلق

کئے گئے تبصرے پر بہت سے بنیادی سوالات کھڑے ہوتے ہیں جو کہ اس کی بات کو بالکل بھونڈا ثابت کرتے ہیں۔

اس واقعہ کا کوئی عینی شاہد نہیں جبکہ حارث کے بقول 3 عینی شاہد ہیں، اب یہ حارث کی ذمہ داری ہے کہ اسے ثابت کرے ورنہ تسلیم کرلے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔

الزام لگانے والوں کا سربراہ عبداللہ بن ابی تھا جو کہ اس واقعہ سے پہلے بھی رئیس المنافقین کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اس طرح کے کسی دشمن کا بیان یا الزام، بغیر کسی قانونی تفتیش کے، کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

اس کا کیا ثبوت ہے؟ کہ اس واقعہ سے پہلے 4 گواہوں کو پیش کرنے کی شرط موجود نہ تھی؟ جن پر الزام لگا، ان میں سے بھی کسی نے اسے تسلیم نہ کیا اور دونوں عدالت میں بری قرار پائے۔ اسکے باوجود حارث کیسے انہیں موردالزام ٹھہرا سکتا ہے؟

کیا حارث کی والدہ کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آتا اور اس کا کوئی گواہ بھی نہ ہوتا، نہ ہی ملزم الزامات کو تسلیم کرتا، تو اسلامی عدالت کے مطابق معاملہ حل ہو چکا ہوتا، اور انہیں بری قرار دے دیا جاتا۔ پھر کیا حارث یہی بات کہتا کہ اسکی والدہ جھوٹی ہیں، یہ سارا عدالتی اور تفتیشی نظام جھوٹا اور غلط ہے اور اسکی ماں نے بدکاری کی ہے؟

اور اگر نہیں تو حارث کو پھر سے اپنے فطری سمجھ بوجھ (Common Sense) کو الوداع کہہ دینا چاہیے۔

اب میں وہ پورا واقعہ پیش کروں گا تا کہ قارئین کو معلوم ہوجائے کہ حقیقت کیا ہے اور حارث نے کیا بکواس کی ہے۔

کسی غزوہ سے مدینہ واپسی کے سفر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ قافلے میں عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہونے کی وجہ سے آپ کا خصوصی خیال رکھا گیا تھا۔ لہٰذا آپ ایک ڈولی میں تشریف فرما تھیں جسے کپڑے سے ڈھانپا گیا تھا۔ اور گرمی کی تپش اور

تھکان سے بچنے کے لیے اسے ایک اونٹ پر رکھا گیا تھا۔ اس طرح کے اسفار میں دن کے وقت عموماً قافلہ صرف ایک مرتبہ ہی رکتا تھا لیکن اس خاص سفر میں رات کو بھی رکنا پڑا تھا۔ جب قافلہ رکا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی ڈولی سے نکلیں اور آس پاس ریگستان میں قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئیں۔ قافلے کی جانب واپس آتے ہوئے آپ کو محسوس ہوا کہ آپ اپنا گلے کا ہار بھول گئی ہیں۔ اور وہ ہار اس لحاظ سے بہت اہم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیا ہوا تھا۔ تو آپ اسے تلاش کرنے میں مصروف ہوگئیں۔ لیکن اسے تلاش کرنا مشکل تھا کیونکہ رات کا وقت تھا اور ریگستان بھی تھا۔ لہٰذا آپ وہاں مصروف رہیں اور قافلے کا خیال نہ رہا اور قافلے کو بھی آپ کا علم نہ ہوسکا کیونکہ خیموں کے پردے گرائے جا چکے تھے اور آپ کا وزن بھی اس قدر نہ تھا کہ کوئی خاص فرق محسوس ہوتا اور لوگ سمجھ پاتے۔ بالآخر جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہار تلاش کر لیا اور یہ احساس ہوا کہ وہ تو پیچھے رہ گئی ہیں، تو آپ وہی ٹھہر گئیں جہاں آپ کا اونٹ تھا اس امید سے کہ قافلہ واپس لوٹے گا۔ اسی اثنا میں آپ کو نیند آ گئی۔

ایک صحابی جن کا نام صفوان رضی اللہ عنہ تھا انکی ذمہ داری تھی کے قافلے کے پیچھے آئیں کہ کہیں کوئی چیز چھوٹ نہ گئی ہو۔ انھوں نے دیکھا کہ کوئی اس مقام پر بیٹھے بیٹھے سو گیا اور جب انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہچان لیا تو وہ چونکے اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون (یہ دعا کسی مصیبت کے وقت پڑھی جاتی ہے)، انھوں نے سمجھا کہ سیدہ عائشہ شاید فوت ہو چکی ہیں، سیدہ عائشہ نے جب آپ کو یہ دعا پڑھتے سنا تو اچانک نیند سے جاگ گئیں اور اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ صفوان رضی اللہ عنہ نے آہستہ آہستہ اونٹ کو نیچے کیا، اور آپ اس اونٹ پر سوار ہوگئیں اور دونوں بغیر کسی مزید گفتگو کے دن ہی دن میں مدینہ واپس آ گئے۔ جب عبداللہ بن ابی، منافقین کے سردار، کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے الزامات لگانا شروع کر دیا، اور باقی قصے کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے والد کے گھر بھیج دیا گیا جہاں وہ اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کی وجہ سے بیمار پڑ گئیں۔ بالآخر اللہ تعالی نے آپ کی پاکیزگی بیان کی اور وحی نازل کی

اور آپ کو بری الذمہ قرار دیا گیا اور ایک قانون بھی نازل کر دیا گیا کہ کوئی بھی اسکے بعد کسی معصوم عورت پر الزام نہ لگائے، اور یہ واقعہ آج تک قرآن میں سورہ النور میں اور صحیح احادیث میں محفوظ ہیں۔

محترم قارئین، یہ واقعہ ایک خوبصورت مثال ہے کہ کس طرح ایک عورت کی عزت و وقار کو تحفظ ملا اور رحیم و کریم خدا نے خود اسکے حق میں گواہی دے کر اسکو تمام الزامات سے بریٔ کیا۔لیکن کیا آپ نے نوٹ کیا کہ حارث سلطان جس نے یہ کتاب عورت کے احترام کے نام پر لکھی لیکن ایک پاکیزہ عورت پر الزام لگائے بغیر نہ رہ سکا تا کہ اپنے خبیث مقصد میں کامیاب ہو جائے اور اسلام جیسے خوبصورت مذہب کو بدنام کر سکے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسکو عورت سے کوئی سروکار نہیں بس انکا نام استعمال کر کے اپنا مقصد حاصل کرنا ہے ورنہ وہ ایک پاکیزہ عورت کا دفاع کرتا ، نا کہ ان پر الزام لگاتا۔ یہ انہی لوگوں میں سے ہے جو خواتین کے جذبات سے کھیلتے ہیں اور انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں اور حارث کی یہ حرکت اسکا واضح ثبوت ہے۔ میں تمام خواتین سے گذارش کروں گا کہ اس شخص کے خلاف کھڑی ہوں کہ جس نے ایک معصوم عورت پر الزام لگائے اور اس شخص کے گھٹیا مقاصد کو بے نقاب کریں۔اس چالاک شخص کی باتوں میں نہ آئیں، آپ نے دیکھا کہ جب بھی اسے خواتین کو بدنام کرنے کا موقع ملتا ہے تو یہ انکے ساتھ کیا کرتا ہے؟ اگر اسے موقع ملے تو یہ کسی کو بھی نہیں چھوڑے گا۔اسکا بس ایک ہی مقصد ہے کہ کسی بھی صورت میں مذہب کو بدنام کرے، چاہے جھوٹ بول کر، چوری کر کے، یا دھوکا دے کر ہی سہی ۔ یہ بس ایک ہی چیز کو لے کر آگے بڑھ رہا ہے جس کا ذکر میں نے بار بار کیا اور وہ ہے نفرت!

پھر سے اسلام کی غلط ترجمانی:

حارث کہتا ہے اگر آپ اسلام پر یقین رکھتے ہیں، تو آپ کو ہر اس شخص کو قتل کرنا پڑے گا جو آپ کی مخالفت کرے 8:39. حالانکہ اس آیت کا سیاق اور پس منظر بالکل واضح ہے کہ جو

مسلمان حکومت کو ان لوگوں سے لڑنے کا کہتا ہے جو زمین پر فساد پھیلائیں اور شر پسند ہوں، جیسا کہ یہ آج تک ہر سیکولر حکومت کی جانب سے بھی قانون نافذ کرنے والے ادارے کو حکم ہوتا ہے۔ تو اگر اسلام بھی قیامِ امن کے لیے اس بات کا حکم دے تو اس میں کیا برائی ہے؟

مزید یہ کہ جزیہ یا غیر مسلموں پر ٹیکس بھی ریاستی قانون کا حصہ ہے، یا ریاست کے پاس حق ہے کہ وہ جس بھی بہتر صورت میں اسے نافذ کرے۔ بیسیوں ایسے غیر منصفانہ ٹیکسز ہیں جن پر معیشت کے ماہرین کی جانب سے آج تک کڑی تنقید کی جاتی ہے۔ کیا حارث نے انکے خلاف بولا؟ مثلا: موجودہ جنرل ٹیکس سسٹم جس کے تحت تمام اشیاء پر ٹیکس لاگو ہوتا ہے بھلے ہی وہ پینے کا سادہ پانی ہو اور اسے خریدنے والا ارب پتی ہو یا کوئی خستہ حال بے روزگار شخص، دونوں کو ہی ایک جیسا ٹیکس ادا کرنا پڑے گا، کیا یہ غیر منصفانہ نہیں ہے؟ لیکن کیا حارث اس کے متعلق بولے گا؟ ہرگز نہیں! لیکن اسلام میں ٹیکس صرف امیر لوگوں پر ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، بس یہاں ٹیکس کا نام مختلف ہے ایک مالدار مسلمان زکوۃ ادا کرے گا اور غیر مسلم جزیہ، ایک غریب شخص ہر دو صورتوں میں ہی کچھ نہیں ادا کرے گا، بلکہ الٹا غریب کو یہ مال دیا جائے گا۔ کیا اس سے زیادہ انصاف ہوسکتا ہے؟۔ ویسے تو جزیہ صرف مسلم ممالک میں ہی لائق نفاذ قانون ہے، لیکن اگر کل کلاں کو آسٹریلیا میں مسلمان حکومت آجائے، تو پھر یہ حکومت کا حق ہوگا کہ اس طرح کا ٹیکس لاگو کرے، اور کسی کو بھی بغاوت کا حق نہ ہوگا، تو کیا ریاستیں چلانے کا یہی طریقہ نہیں ہے؟

مذہبی رسومات کا حارث کے سر پر سوار ہونا:

حارث نے ایک لمبی کہانی سنائی جس سے ثابت تو کچھ نہیں ہوتا سوائے صفحات سیاہ کرنے کے، لیکن اس نے ایک ایسی مضحکہ خیز بات کہی کہ جس پر میں ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوگیا۔ وہ کہتا ہے کہ لوگ بری نظر سے بچنے کے لیے ماشاء اللہ کہتے ہیں، سورہ الفلق، اور سورہ الناس پڑھتے ہیں۔ میری تو یہ سمجھ سے باہر ہے، کیا واقعتاً حارث اس بات پر تنقید کر رہا ہے؟ ایک طرف تو یہ کہتا ہے کہ لوگ اگر اپنی ذاتی زندگی میں ناجائز جنسی تعلقات بھی قائم کریں تو کسی کو

اعتراض نہیں ہونا چاہیے، لیکن دوسری طرف خود لوگوں کی روزمرہ کی ذاتی زندگیوں میں مداخلت کر رہا ہے۔ کیا واقعتاً یہ ہوش میں بھی ہے؟

حارث کا کہنا ہے کہ اسکا خاندان ابھی مسلمان ہے، گو کہ وہ سب کم عقل، نامعقول، احمق، اور عقل وشعور سے دور لوگ ہیں (حارث کے نظریات کے مطابق) لیکن پھر بھی میں کہوں گا کہ حارث ان سے سورہ الفلق اور سورہ الناس کا دم کروالیں میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ اچھا محسوس کرے گا۔ (ابتسامہ)۔

کیا مسلمان کسی غیر مسلم سے دوستی نہیں کر سکتا؟

ایک مرتبہ پھر حارث نے اسلام کے متعلق اپنی جہالت کا مظاہرہ کیا اور اسلام کی غلط ترجمانی کی۔ اسکے بقول مسلمان کسی غیر مسلم کا دوست نہیں ہوسکتا۔ جبکہ اللہ نے قرآن میں کہا ہے:

اور یقیناً تم ان لوگوں کو محبت کے اعتبار سے ایمان والوں سے زیادہ قریب پاؤ گے جنہوں نے کہا ہم نصاری (عیسائی) ہیں، یہ اس وجہ سے کہ ان میں علماء اور راہب ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ 5:89

خدا کہہ رہا ہے کہ مسلمانوں کے سب سے زیادہ قریبی لوگ عیسائی ہیں اور خدا نے انکی اچھی صفات بھی بیان کی ہیں۔ معاشرے میں امن، سلامتی اور مجموعی طور پر ایک مذہبی اتحاد کو قائم رکھنے کے لیے اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہی جا سکتی تھی، جسکی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ ویسے ملحد کبھی اس طرح کے باہمی اتحاد واتفاق کی بات نہیں کرتے بلکہ وہ ہمیشہ معاشرے میں ایک انتشار قائم رکھنے کا موقع ڈھونڈتے ہیں ایسے چیزوں کے بارے میں برا بھلا بول کر کہ جن پر اکثریت دل کی گہرائیوں سے ایمان رکھتی ہے۔

میں اس باب کا اختتام بھی اسی بات سے کروں گا کہ اس باب میں ثابت ہوا کہ حارث اسلام کے متعلق جاہل ہے اور وہ اپنے کن مقاصد کے لیے ایسا کر رہا ہے صرف وہی جانتا ہے۔



پانچواں باب: ملحدین کا مفروضہ

اس دن زمین کی ہر چیز اپنی باتیں بیان کرے گی، کہ اس کے رب نے اس کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے، اس دن لوگ مختلف گروہوں میں آئیں گے تا کہ انہیں انکے اعمال دکھا دیئے جائیں۔ پس جس نے زرہ برابر بھی خیر کی تو وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر بھی شر کیا تو وہ اسے دیکھ لے گا۔ (سورہ الزلزال:4-8)

جس طرح انسان غیر کامل، کمزور، خطاوار، اور بے وقوف ہیں، خدا ایسا نہیں۔ وہ کامل ہے، کمزوریوں سے پاک، بے خطا، اور سب سے زیادہ علم والا ہے۔ اس نے کائنات کو بنایا اور اس میں منظم نظام نافذ کیا۔ اور اس نے خود ہی اس نظام کے متعلق بتایا کہ اس نے انسانوں کو بنایا اور انہیں ارادے کی آزادی دی، اب وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں، لیکن اگر وہ خدا اور اس کے پیغام پر ایمان نہیں لاتے تو موت کے بعد جب اس کے پاس لوٹیں گے تو انہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا کہ جو کچھ وہ دنیا میں کرتے رہے۔ اس نے فیصلے کا ایک مقرر دن طے کر رکھا ہے اور اس (اللہ) نے اپنا نام جزا کے دن کا مالک رکھا ہے۔ 1:4

لہٰذا دنیا کو فیصلہ کرنے کے لیے نہیں بنایا گیا بلکہ یہ امتحان کی جگہ ہے، جیسا کہ کمرہ امتحان، امتحان دینے کے لیے ہوتا ہے اور اس کا نتیجہ ایک علیحدہ دن آتا ہے۔ یہ کہنا کہ خدا دنیا میں لوگوں کا فیصلہ کیوں نہیں کرتا، ایسا ہی ہے کہ کوئی کہے، امتحان والے دن ہی رزلٹ کیوں نہیں دیا جاتا۔

نیز خدا العلیم (سب کچھ جاننے والا) اور ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ اگلے لمحے ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے تو ہم یہ کیسے بتا سکتے ہیں کہ جو شخص اس وقت گناہ گار ہے شاید وہ مستقبل میں

انتہائی نیک اور اچھا انسان بن جائے۔لیکن کیونکہ خدا یہ جانتا ہے تو فیصلہ کرنے میں جلدی نہیں کرتا کہ وہ الصبور (بہت زیادہ صبر کرنے والا) ہے، اور وہ تب تک موقع دیتا ہے جب تک لوگ زندہ ہیں کہ التواب (بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا) ہے اور جب امتحان کا وقت ختم ہوجائے گا یعنی موت آجائے گی۔تو جس دن کا وعدہ کیا گیا ہے اس دن حساب کتاب لازمی ہوگا۔

لہٰذا ایک انسان اپنے محدود علم سے خدا کو نہیں بتا سکتا کہ کیا کرنا چاہیے، خدا سب سے بہتر جانتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے اور کون سی چیز سب سے بہتر ہے۔

رسی جل گئی مگر بل نہیں گیا:

حارث اس بات کو بارہا دوہراتا ہے کہ اہل ایمان کہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے پاس ان سوالات کے جوابات نہیں ہیں تو اس کا ناگزیر جواب خدا کی ذات ہے۔جبکہ اس کے جواب میں حارث کہتا ہے کہ جب ہمیں جوابات مل جائیں تو پھر خدا کی ضرورت نہیں ہے۔حالانکہ حارث اس بات کو تسلیم کرتا ہے ہیں کہ ہمیں نہیں معلوم کہ بگ بینگ سے پہلے کیا ہوا تھا،لیکن جب مذہب جب یہ بتاتا ہے تو حارث صاحب اسے تسلیم نہیں کرتے۔حارث صاحب اپنے پردادا تک کے متعلق نہیں بتا سکتے جسکا تعلق انکی اپنی ذاتی معلومات سے ہے، یہ حال ہے انسانوں کی محدود معلومات کا۔لیکن وہ ایک ہی ڈھول بجائے جا رہے ہیں کہ ہمیں یہ معلوم ہے وہ معلوم ہے لہٰذا خدا کی ضرورت نہیں۔حارث تم کس طرح یہ باتیں کر سکتے ہو، ہوش کے ناخن لو، تمھیں اس حالت میں دیکھ کر مجھے دکھ ہوتا ہے۔اگر خدا چاہتا تو ہمیں اپنے متعلق ہر چیز بتا دیتا لیکن اس نے یہ ارادہ نہیں کیا۔اس نے مجھے اور تمھیں انتہائی محدود معلومات حاصل کرنے کا اختیار دیا ہے اور وہ بھی پلیٹ میں رکھ کر نہیں دے دیا بلکہ ہم سے کہا ہے کہ ہم دریافت کریں اور اس کے بعد ہی ہم اس کے متعلق جان سکتے ہیں۔جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ہم عنقریب انہیں کائنات میں اور انکے اپنے نفسوں میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ واضح ہوجائے کہ قرآن سچ ہے۔کیا یہ کافی نہیں کہ ہر چیز پر خدا خود گواہ ہے؟۔41:53

اس آیت کو پیش کرنے کے بعد میں حارث کو ایک طنزیہ مسکراہٹ کے علاوہ کچھ نہیں دے سکتا۔

سائنسدان حارث:

اب یہ وقت آ گیا ہے کہ حارث سلطان بھی اپنا تعارف بطور سائنسدان کروا رہا ہے، بلکہ صرف یہی نہیں ساتھ ساتھ وہ ایک عالم بھی بن گیا ہے۔لیکن یہ سائنسدان صحیح چال نہ چل سکا اور کئی مرتبہ منہ کے بل گرا، چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

سائنسدان صاحب کہتے ہیں کہ خدا نے زمین اور آسمان 6 دنوں میں بنائے ہیں اور اس کے لیے قرآن کی آیت نقل کرتے ہیں، اور ایسا ہی ہے۔لیکن اچانک سائنسدان صاحب ایک عالم دین میں بدل جاتے ہیں اور اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آیت میں بتایا گیا عرصہ 8.13 ارب سالوں کے برابر بنتا ہے۔اب موصوف یہ کہاں سے لے آئے؟ کیا قرآن نے کہا ہے 8.13 ارب سال کا عرصہ؟نہیں۔تو پھر کسی حدیث میں ہوگا، یہاں بھی نہیں۔

کیا حارث صاحب چلو بھر پانی میں ڈوب مر سکتے ہیں؟ بالکل اگر وہ چاہیں تو ضرور کریں۔لیکن ذرا ٹھہریئے جب بگ بینگ کا عرصہ اور ان چھ دنوں کا عرصہ متعین ہی نہیں تو حارث اس کو مغالطہ یا جھوٹ کیسے قرار دے سکتا ہے۔حارث کی منطق ایک مرتبہ پھر کیچڑے کے ڈبے میں گئی۔

اور اب یہی سائنسدان صاحب تنقید شدہ، بے سراغ، غیر ثابت تھیوریز کو، جو کائنات کی تخلیق کے متعلق پیش کی گئی ہیں، انہیں عین حقیقت بتا کر ہر اس چیز کو جو ان سے متصادم ہے یا پھر اسکی موافقت نہیں کرتی، اسے جھوٹ قرار دے دیں گے۔جی ہاں آپ ان کے عقل وشعور کو ایک مرتبہ پھر ٹاٹا بائے بائے کہہ سکتے ہیں۔کس طرح سائنسدان صاحب بالکل واقع کے مطابق ماضی میں رونما ہونے والے واقعات کو جانتے ہیں حالانکہ یہ وہاں تھے بھی نہیں۔کیا یہ خدا ہیں؟ ظاہر ہے نہیں۔تو پھر کس طرح یہ اس قدر یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کیا ہوا ہوگا؟ انھوں نے

پھر سے مفروضوں کا سہارا ہی لیا ہوگا۔تو یہ مفروضے مجموعی لحاظ سے مقبول کیوں نہیں، اور تنقید شدہ کیوں ہیں، اور حقیقت کے قریب بھی نہیں، کیوں؟ کیونکہ ان کی بنیاد قابلِ تجربہ اور مشاہدہ شدہ ثبوتوں پر نہیں، ان میں خلاء ہے، بلکہ یہ ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو مزید سوالات پیدا کر دیتا ہے۔تو کیا اسکا مطلب یہ ہے کہ یہ کسی چیز کو بھی غلط نہیں ثابت کر سکتے جب تک خود اپنے آپ کو ثابت نہ کر دیں؟ جی ہاں اسکا یہی مطلب ہے۔تو کیا حارث ان مفروضوں کو حقیقت بنا کر پیش کرتا ہے اور ان سے مذہب کے موقف کو رد کرتا ہے؟ اور کس طرح یہ اپنی نفرت کو تسکین دے گا۔

اب سائنسدان صاحب جج بھی بن گئے۔اپنے مفروضوں اور وضاحتوں کے بعد، یہ حکم نامہ جاری کرتے ہیں کہ مذاہب غلط ہیں۔، خدا کا کوئی وجود نہیں اور حارث سلطان نے تخلیق کائنات کا صحیح نقطہ نظر پیش کیا ہے۔کتاب پڑھنے والے کو یہ ضرور ذہن میں رکھنا چاہیے کہ میں حارث کو لفظ بلفظ جواب دے رہا ہوں، کیونکہ حارث ایسے جملے پیش کرتا ہے جو مفروضوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔دوسری طرف میرا دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ ان مفروضوں نے نہ کبھی مذاہب کو غلط ثابت کیا ہے اور نہ ہی خدا کے عدم وجود کو۔یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ یہ کائنات اور جو کچھ اس میں ہے خدا کی اکلوتی مخلوق نہیں۔اس نے لامحدود ایسی چیزیں بنائی ہیں جن کا ہمیں کچھ علم نہیں لہٰذا اس کی قدرت ہر وقت فعال رہتی ہے۔

مزید یہ کہ حارث کے بنیادی دلائل محض مفروضوں پر ہی مبنی ہیں۔ہاں وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ مذہبی موقف بھی مفروضوں پر ہی مبنی ہے لیکن اس سے یہ امکان ختم نہیں ہوتا کہ یہ موقف ممکنہ یا یقینی طور پر صحیح ہے۔تھیوریز صرف ہمیں ایک آئیڈیا دیتی ہیں کہ ایسا ہوا ہوگا۔پھر آپ کو اس کی اپنی موجودہ معلومات سے تصدیق کرنی ہوگی یا پھر اپنی محدود معلومات کا اندازہ ہو جائے گا۔ جتنے بھی سائنسدانوں نے تخلیق کائنات کے متعلق تھیوریز پیش کی ہیں، یا جو اس پر کام کر رہے ہی،ں ایسٹرانومیکل یا بائلوجیکل سائنس کے ذریعے سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بطور انسان ہماری معلومات بہت محدود ہے۔ہم محض تھیوریز کی بنیاد پر نہ کسی چیز کی تصدیق کر سکتے ہیں اور نہ

ردکرسکتے ہیں، بلکہ ہم صرف کسی حدتک ایک اندازہ لگا سکتے ہیں اوراس سے زیادہ کچھ نہیں۔

قرآن غیر مسلموں کے متعلق کس انداز میں بات کرتا ھے؟

پہلی بات، وہ شخص جو کہ اکیلے سچے خدا پر ایمان نہیں رکھتا اور، اس کی ہزاروں نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود، اس کا انکار کرتا ہے، تو کیا وہ اس کے بعد خدا کی جانب سے کسی تمغے کا مستحق ہے؟ جی ہاں میں ذاتی طور پر ایک غیر معذرت خواہ مسلمان ہوں اور جس چیز کو میں حق سمجھتا ہوں اس کا کھل کر اظہار کرتا ہوں۔ اگر کوئی جان بوجھ کر خود ہمیشہ کی بربادی کا شکار ہونا چاہے اور جہنم میں جانا چاہے، اس کے باوجود خدا ایسے شخص کہ اس عمل کی تعریف کرتا تو یہ عجیب ہوتا ۔لیکن خدا اس راہ سے تنبیہ کرتا ہے کہ شاید لوگ اس بات کا احساس کرلیں۔ یہاں تک کہ ایک استاد یا والدین بھی بچوں کو ڈانٹتے ہیں تا کہ بچہ انکی بات کو دھیان سے سنے اور اسے سنجیدہ لے تو کیا خدا ایسا نہیں کرے گا؟ استاد اور والدین تو زیادہ خیال رکھیں لیکن خدا کم خیال رکھے؟ یہ تو فطرتاً ہی محال ہے۔

دوسری بات یہ کہ، انکی یا انکے رویے کی مذمت کرنے سے کسی کو کوئی نقصان نہیں ہو رہا اور اگر ہم ان آیات کا پس منظر دیکھیں تو وہاں ہمیں اس کا ایک الگ ہی معنیٰ سمجھ آئے گا۔ بہت سے مقامات پر خدا نے، اختلافات کو علیحدہ رکھ کر ان سے بات چیت کرنے کا حکم دیا ہے 3:64۔ بلکہ کچھ کو تو مسلمانوں کے قریب تر بھی قرار دیا ہے (5:82). جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حارث نے ان آیات کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا یا پھر اسے ان کا علم ہی نہیں تھا، بس اسے تو ایک ہی وجہ سے مذہب کو بدنام کرنا ہے، اور وہ ہے نفرت۔ لیکن ذرا ٹھریئے یہ کہنے والا کون ہے، ایک ملحد؟ یہ مذہب کو برا بھلا کہتے ہیں، خدا پر ایمان رکھنے والوں کو طرح طرح کے ناموں سے پکارتے ہیں، اور یہ لوگ شکایت کر رہے ہیں خدا کے سخت الفاظ کو لے کر؟ میں وہی بات کروں گا جو حارث نے کی ہے لیکن مہذب انداز میں، کہ خدا نے تمھارا کیا بگاڑا ہے، تم کیوں اس سے اب تک نفرت

کرتے ہو؟ اس سے نفرت کی کوئی بھی وجہ نہیں ہے۔ لیکن یہ کوئی پہلی مرتبہ نہیں ہوا کہ حارث تضاد بیانی کا شکار ہوا ہو۔

آخری بات، دنیا میں ہر جگہ بدعنوانی اور مزاحمت کرنے والوں کے خلاف قانون موجود ہے۔ لیکن کیا آپ نے کبھی حارث کو دیکھا کہ وہ یہ کہے کہ کچھ نفرت سے بھرپور جج لوگوں پر غصہ اتار رہے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ اس منطق سے تو حارث کو دنیا کے ہر جج کے خلاف تحریک چلانی چاہیے جو بدعنوانی کرنے والوں کو سزا دیتے ہیں، کیونکہ وہ قانون توڑتے ہیں۔ اور اگر وہ ایسا نہ کرے جو کہ وہ ظاہر ہے نہیں کرے گا، تو پھر اس کو یہ حق حاصل نہیں کہ، وہ خدا اور اس کے قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف اس کے فیصلے، پر کوئی تبصرہ کرے۔

خدا کا کردار:

غصہ:

جیسا کہ میں نے، حارث اور اس جیسے لوگوں کو سمجھانے کے لیے کہ خدا ہے کیا، خدا کی صفات ذکر کی تھیں، اب یہ بھی ذکر کرنا مناسب ہے کہ کون سی صفات خدا کی نہیں ہیں۔ حارث نے خدا کو ایسے پیش کیا ہے کہ وہ غصے میں بات کرتا ہے، حالانکہ اللہ کا کوئی ایسا نام نہیں الغاضب یعنی غصے والا، جس کا مطلب یہ ہے خدا غصہ نہیں کرتا۔ غصہ کرنا ایک انسانی صفت ہے جسے برا سمجھا جاتا ہے یہاں تک کہ نبی ﷺ نے بھی یہ تعلیم دی ہے کی غصہ نہیں کرنا چاہیے۔ (صحیح بخاری: 5765) تو پھر یہ صفت خدا کی کیسے ہوسکتی ہے جسے انسان بھی اچھا نہ سمجھتے ہوں؟ تو پھر ان مقامات کا کیا کہ جہاں لفظ غضب کا ذکر ہوا ہے۔ تو اس کا تعلق عربی زبان کی معرفت سے ہے اور مسلمان علماء کے اتفاق کی معرفت سے ہے کہ یہ لفظ جب خدا کے ساتھ استعمال ہوگا تو اس کا مطلب غصہ نہیں بلکہ ناپسندیدگی کا ہوگا۔

تو اسکی مثال دینے کے لیے میں آپ کو محمد اسد، جس کو حارث نے بھی پیش کیا، کے ترجمے سے ہی حوالہ دیتا ہوں:

Shall I tell you who, in the sight of God, deserves a yet worse retribution than these?.They whom God has rejected and whom He has condermind, and whom He has turned into apes and swine because they worshipped the powers of evil: these are yet worse in station, and farther astray from the night path[than the mockers](5:60)

یہاں محمد اسد نے بھی غضب کا ترجمہ غصہ کے بجائے مذمت یا ناپسندیدگی کیا ہے۔ اس ثابت ہوا کہ ادھر اُدھر سے کاپی پیسٹ کرنے سے کام نہیں چلے گا، حارث کو محض گوگل پر اپنی خواہشات کے مطابق حوالے ڈھونڈنے کی بجائے، حقیقی علم کے ساتھ بات کرنی ہوگی۔ ہاں کچھ مترجمین نے ترجمہ شاید غصے کے لفظ سے کر دیا ہو لیکن انگریزی زبان بعض عربی الفاظ کا صحیح ترجمہ پیش کرنے میں ناکافی ہوتی ہے تو ایک معروف لفظ استعمال کرنا پڑتا ہے لیکن لفظ کا مطلب اصل عربی سے لینا چاہیے نہ کہ ترجمہ شدہ انگریزی لفظ سے۔

اب آتے ہیں آیت کی تشریح پر جو حارث نے کی۔ اس کا کہنا ہے کہ خدا نے انتہائی محدود یہودیوں پر ہی توجہ کیوں دی۔ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ جب سے آیت اتری ہے اس وقت سے یہودیوں کی تعداد معلوم نہیں تو وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ انتہائی محدود یہودی؟ دوسری بات خدا کی توجہ دنیا کے ہر انسان پر ہے کیونکہ سب ہی اس کی مخلوق ہیں۔ اس آیت میں محض یہودیوں کی مثال پیش کی گئی ہے، وہ بھی کن کے لیے؟ میرے اور آپ کے جیسے لوگوں کے لیے تاکہ ہم سنجیدہ ہو جائیں۔ تو دراصل اصل توجہ تو آیت میں ہم پر ہوئی نہ کہ یہود پر۔

اب رسول اللہ ﷺ کی بات کرتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے تو آپ خود تو آیت نہیں گڑھ سکتے تھے، دوسری بات آپ محض ایک سیاسی لیڈر نہیں تھے ورنہ آپ کو مکہ کی حکمرانی کی آفر دی گئی تھی جو کہ آپ نے ٹھکرا دی تھی اگر آپ کو صرف طاقت مطلوب ہوتی تو آپ اسے کبھی نہ ٹھکراتے، جس سے حارث کا دعویٰ بالکل غلط ثابت ہوتا ہے۔ تیسری بات

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کے ساتھ تاریخی معاہدہ کیا تھا جس کو میثاق مدینہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ معاہدہ یہ تھا کہ اگر یہودیوں پر کوئی حملہ کرتا ہے تو مسلمان انکا دفاع کریں گے، اور یہودی بھی مسلمانوں کے حق میں ایسا ہی کریں گے۔ اور اسی طرح اگر مدینہ پر حملہ ہوجائے تو دونوں مل کر دفاع کریں گے۔لیکن کیا ہوا؟ یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غداری کی اور معاہدہ توڑ دیا۔اس کے نتیجے میں دونوں کے راستے الگ ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی پر جبر نہیں کیا کہ ان پر ایمان لائے، بلکہ قرآن میں ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں لہٰذا آپ نے کبھی کسی پر جبر نہیں کیا کہ مجھ پر ایمان لاؤ۔آپ نے صرف اپنا پیغام پہنچایا اور بس، ایسی کوئی حدیث نہیں کہ جو مجھ پر ایمان نہیں لایا وہ قتل کردیا جائے گا، تو حارث کون ہوتا ہے یہ سب کہنے والا؟ ایک مرتبہ پھر ثابت ہوتا ہے کہ حارث کو تبصرہ کرنے سے پہلے اسلام کی کچھ معلومات حاصل کر لینی چاہیے۔

عورت سے محبت:

اس سے پہلے کہ میں عورت سے محبت کی وضاحت کروں میں اس پر نظر ڈالنا چاہوں گا جو حارث نے کہا۔

72 حوریں:

حارث ایک مرتبہ پھر اپنی کمال جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہر مسلمان کے پاس جنت میں 72 حوریں ہوں گی۔ میں اس سے مطالبہ کرتا ہوں قرآن سے کوئی ایسی آیت پیش کردے، جبکہ قرآن صرف 2 بیویوں کی بات کرتا ہے، سورہ الرحمان میں۔ یہاں بھی حارث نے اسلام کی غلط ترجمانی کر کے اپنے چہرے پر ہی کالک ملی ہے۔ میں اس ے گزارش کروں گا کہ کچھ تو وقار رکھو اور گوگل کو اپنا مددگار اور آقا بنانے کی بجائے سنجیدگی اور ایمانداری سے تھوڑا سا ہی مطالعہ خود کرلو۔

کیا اسلام عورت کی اھانت کرتا ھے؟

اب آتے ہیں ملحدین کے اصل سہارے کی طرف کہ اسلام عورت کی باقاعدہ توہین کرتا

ہے اور حارث نے بھی اس اعتراض کو پیش کیا، بلکہ اس کو اپنے لیے سہارا بنایا ہے، اور مجھے کوئی مسئلہ نہیں کیونکہ عوام الناس سے اس اشکال کا دور کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔تو حارث صاحب پہلے تو مغربی دنیا کا شکریہ کرتے ہیں عورت کو اس کے حقوق دینے کے لیے، آپ اس اتفاق کریں یا نہ کریں یہ علیحدہ مسئلہ ہے۔لیکن اسلام کو اس حوالے سے مکمل نظر انداز کر دینا ایک نظریاتی بے ایمانی اور تاریخ کا انکار کرنے والی بات ہے۔ اسلام سے پہلے عورت کے پاس دنیا میں کہیں کوئی حقوق نہیں تھے۔ رومن سلطنت میں انہیں جنسی غلاموں سے زیادہ کچھ نہ سمجھا جاتا تھا۔عربوں کے ہاں تو انہیں زندہ تک دفنا دیا جاتا تھا۔ ہندی ثقافت میں انکے شوہروں کی وفات کے ساتھ ہی زندہ جلا دیا جاتا تھا، جائداد میں حصہ دینا تو دور کی بات ہے۔لیکن اسلام نے ایسا کیا کیا ہے جو حارث کو اعتراض ہے؟۔ غلامی سے نکال کر انہیں ایسا رتبہ دیا کہ جنت کو انکے قدموں تلے رکھ دیا۔ یہ وہ چیز ہے جس کی حارث شکایت کر رہا ہے؟ اللہ نے قرآن میں کہا ہے کہ بیٹی کی پیدائش پر خوش ہو جاؤ۔ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس کی تین بیٹیاں ہوں اور ان کی اچھی پرورش کریں، ان پر رحم کرے اور انکی حوصلہ افزائی کرے تو وہ یقیناً جنتی ہے۔(الادب المفرد:78)

جنت جانے کے لیے بیٹی سے محبت کو شرط قرار دیا گیا ہے۔کیا اسی وجہ سے حارث کو اسلام سے مسئلہ ہے؟

اسی طرح انسانی تاریخ میں پہلی مرتبہ عورتوں حق دیا گیا کہ وراثت میں انکا حصہ لازمی ہوگا، (اس کے متعلق آگے بھی تفصیل آئے گی) حارث عورتوں کو حقوق دینے کے لیے مغرب کا شکریہ ادا کرتا ہے، حالانکہ انکے پاس بیسویں صدی کے وسط تک نہ وراثت میں کوئی حق تھا، نہ پراپرٹی خریدنے کا اختیار، جبکہ اسلام نے یہ حقوق انہیں 14 صدیوں پہلے ہی دے دیا تھا۔تو حارث کو مغرب کی بجائے پہلے اسلام کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ ہاں اگر اس کا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مغرب نے عورت کے ساتھ کھیلنے کی مکمل آزادی دی ہے تو اس لحاظ سے یہ بالکل صحیح ہے اور

اس پر حارث کو ان کا شکریہ کرنا بھی چاہیے۔لیکن ذرا رکیے کیا ابھی تک بھی مغرب نے عورتوں کو تمام حقوق فراہم کردیئے ہیں؟ ابھی تک کتنی خواتین امریکہ میں بطور صدر منتخب ہوئی ہیں؟ کیا! ایک بھی نہیں؟ میں نے اپنا ذہن بدل لیا۔

ایک اور غلط فہمی کہ عورتوں کو مردوں کی خدمت کے لئے بنایا گیا ہے، جبکہ اسلام میں بالکل اس کے برعکس مرد پر فرض ہے کہ وہ اپنی ماں کی خدمت کرے، بہن کا خیال رکھے، بیٹی سے محبت کرے اور سب سے اہم کہ شادی کا معاہدہ مرد کو پابند کرتا ہے کہ وہ بیوی کو کھانے، رہنے کے لیے چھت، اور پہننے کے لیے کپڑے فراہم کرے گا۔ان ذمہ داریوں کو قبول کیے بغیر اسلام میں کوئی شادی نہیں، اگر مرد ایسا نہ کرسکے تو عورت کے پاس بالکل معقول وجہ ہوتی ہے طلاق لینے کے لیے۔

لیکن اسلامی نکاح کی رو سے شوہر پر لازم ہے کہ وہ بیوی کو ہر چیز فراہم کرے اور بیوی پر صرف یہ ذمہ داری ہے کہ وہ شوہر کی فرمانبرداری کرے یہ انتہائی سادہ اور آسان سی صورت حال ہے۔ یہاں تک کہ سکول میں بھی آپ کو سکھایا جاتا ہے کہ ٹیچر کی بات مانو تاکہ سکول کا نظم وضبط برقرار رہے۔اور وسیع پیمانے پر اس کی مثال ریاست کی طرح ہے کہ جیسے وہ اپنی رعایا کو ہر چیز فراہم کرتی ہے اور رعایا پر لازم ہوتا ہے کہ ریاست کی بات مانے تاکہ ریاستی نظام مستحکم رہ سکے۔ اگر یہ تمام چیزیں حارث کے ہاں قابل قبول ہیں تو پھر اسکو اسلامی خاندانی نظام سے بھی کوئی مسئلہ نہیں ہونا چاہیے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو ظاہر ہے اس کا ایک ہی محرک ہے جو اس کے دل و دماغ میں بس چکا ہے اور وہ ہے نفرت!

جماع کے طریقے پر حارث کا مضحکہ خیز اعتراض:

حارث قرآن کی آیت 2:223 نقل کرتا ہے اور اس کی غلط ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ عورت مرد کے لیے کھیتی کی طرح ہے۔ جبکہ یہ عربی زبان سے لاعلمی ہے، غیر معقول، اور جہالت پر مبنی بات ہے۔آیت کا پس منظر یہ ہے کہ یہ بیوی کے ساتھ تعلقات کے متعلق دو ہدایات

کے ساتھ نازل ہوئی اور وہ یہ ہیں کہ جماع کرنے کا ہر طریقہ جائز ہے جب تک کہ دخول ویجینا (فرج یا شرم گاہ) میں ہو۔ کھیتی کا لفظ شرم گاہ کے لیے بطور اشارہ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ صرف فرج یا شرم گاہ ہی وہ خاص جگہ ہے جہاں بچوں کی کاشت ہوسکتی ہے یعنی منوی مادے کے قطروں کے لیے صحیح محل تا کہ بچے کی پیدائش ہو سکے۔ اب خدا حارث کی طرح بے ہودہ تو نہیں کہ اپنی مقدس اور پاکیزہ کتاب میں ایسے الفاظ کھلم کھلا استعمال کرے بلکہ اس نے اشارہ دیا کہ دبر کے علاوہ جماع ہر جگہ جائز ہے۔ عربی لوگ کہ جن پر یہ آیت سب سے پہلے پڑھی گئی تھی اس آیت کو اچھی طرح سمجھ گئے تھے جبکہ شیخ القرآن علامہ حارث سلطان صاحب نے بچے پیدا کرنے کی مشین یا عورت کے ساتھ زیادتی کرنے کا مطلب نکالا جو کہ آیت میں دور دور تک نہیں۔

میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ نفرت اس کو کہاں لے جائے گی یہ پہلے سے ہی نفرت میں ڈوب چکا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ یہ ذہنی مریض نہ بن جائے یا کم از کم اسلام کی نفرت کو لے کر دیوانہ نہ ہو جائے۔

: جھوٹ بولتے رہو یہاں تک کہ دوسرے جھوٹ کی نوبت آجائے:

جی ہاں! حارث کا دستور یہی ہے۔ لیکن یہاں میں اپنے قارئین کو لطف اندوز کرنے کے لیے حارث کے چند مضحکہ خیز جھوٹوں کا ذکر کرنا چاہوں گا۔

کیا مرد، عورتوں کے آقا ہیں؟

تو ریاست لوگوں کی آقا ہے یا انکی خادم؟ اس کے باوجود لوگ ریاست کی بات مانتے ہیں۔ قرآن نے لفظ محافظ اور دیکھ بھال کرنے والا استعمال کیا ہے جبکہ حارث صاحب نے آقا کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جی ہاں آپ کی دلچسپی کے لیے ایک مرتبہ پھر بتا تا چلوں کہ قرآن لفظ محافظ اور دیکھ بھال کرنے والا استعمال کرتا ہے اور حارث صاحب لفظ آقا۔

کیا مسلمان مرد اپنی بیویوں کو مارتے ہیں؟

میرے والدین کی شادی کو 35 سال ہو گئے ہیں اور میرے والد نے میری والدہ کو

کبھی نہیں مارا حالانکہ وہ ایک باعمل مسلمان ہیں الحمد للہ۔ حارث صاحب مجرمانہ طرز کی غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسلمان روزانہ اپنی بیویوں کو مارتے ہیں۔ شاید موصوف نے اسے کوئی بچوں کا کھیل سمجھ لیا ہے لیکن میں انہیں بتاتا چلوں کہ یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں، اس کو سمجھنے کے لیے تمھیں بڑا ہونا پڑے گا (کم از کم ذہنی طور پر)۔ دوسری طرف حارث صاحب کا طرز عمل یہ ہے کہ ہمیں اسلام کہ اس تشریح کو ماننا ہے جو موصوف نے کی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کتاب میں کیا لکھا ہے یا پیغمبر کیا کہتا ہے اسلام بس وہی ہے جو میں نے کہہ دیا، اور اس کی دلیل میں خود ہوں اور میری ایسی بھونڈی مثالیں جو ان لوگوں کی ہے جو اسلام سے میری طرح بے زار ہیں۔ اگر عورت کسی پاگل سے شادی کر لے تو وہ جب چاہے اس سے طلاق لے سکتی ہے۔

اور ہاں، عورت کو پیٹنا درست نہیں نہ ہی مذہب اس کی اجازت دیتا ہے الا یہ کہ چند کالی بھڑیں جو کہ ہر جگہ دینی و غیر دینی سب طبقات میں ہوتی ہیں ایسا کر گزریں تو یہ ان کا ذاتی فعل ہے نہ کہ مذہب کا حکم۔ اسی طرح یہ شرح بھی ملحدین میں سب سے زیادہ ہے جہاں جنسی تشدد اور جسمانی ایذارسانی کے واقعات سب سے زیادہ ہیں جیسا کہ میں نے اپنی کتاب [1] میں لکھا کہ یہ واقعات مغرب میں سب سے زیادہ ہوتے اور حارث کے اپنے قول کے مطابق ملحدین مغرب ہی میں سب سے زیادہ ہیں جہاں مذہبی اخلاقیات موجود نہیں جو ان کو روکیں۔ لہٰذا جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمل کیا صرف وہی اسلام ہے اس کے علاوہ کسی کی رائے یا عمل اسلام نہیں تو حارث جو بھی کہتا رہے وہ اسلام نہیں اسلام وہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمل کیا۔

پھر ایک دلچسپ مقام سامنے آ گیا جہاں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو زندگی میں کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا لیکن حارث صاحب کے بقول مسلمانوں کو حکم ہے کہ خواتین کو ماریں۔

تفریحی مواد:

سب سے پہلے تو حارث کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ اس نے ہمیں مفت میں یہ تفریحی

[1]: Philosophical and Scientific Analysis of God Delusion-P126

مواد فراہم کیا، بہت شکریہ دوست۔تو حارث صاحب کے بقول انکو کسی لڑکی نے پاکستان سے کال کی جس کا نام ہادیہ تھا اور بتایا کہ اسلام کیا ہے، مسلمان کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال اسلام ہے لیکن حارث صاحب کے نزدیک ہادیہ کی رائے کا نام اسلام ہے یعنی اب حارث صاحب ہمیں بتائیں گے کہ اسلام کیا ہے۔آپ کی اس بونگی کا نقشہ کچھ ایسا ہے کہ:

تمام مسلمانوں کا موقف: نبی ﷺ کی سنت اسلام ہے۔

حارث صاحب کا موقف: ہادیہ صاحبہ کی آراء کا نام اسلام ہے۔

طلاق کا حق:

حارث کے بقول عورت کو مرد کو طلاق دینے کی اجازت نہیں اور ایسا ہی ہے جسکی تفصیل آگے آئے گی۔لیکن ان صاحب کا مزید کہنا ہے کہ اسلام میں عورت کو طلاق کے لیے بھیک مانگنا پڑتی ہے۔اچھا تو پھر اس لاجک سے اگر دنیا کے تمام سیکولر ممالک کے طلاق کے قوانین کو دیکھا جائے تو۔بشمول حارث صاحب کے موجودہ ملک مثلاً آسٹریلیا، امریکہ، انگلینڈ، اور دیگر یورپی ممالک کے قوانین جہاں طلاق کا قانون ہے کہ عورت کو عدالت سے رجوع کرنا پڑتا ہے اگر طلاق طرفین کی رضامندی سے نہ ہو تو۔تو پھر یہ بھی کہنا چاہیے کہ مغرب میں اور آسٹریلیا میں بھی عورت کو طلاق کے لیے بھیک مانگنی پڑتی ہے اور ایسا نہیں ہے تو پھر اسلام کے اسی طرح کے قانون کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟ جی ہاں صحیح پہچانا، نفرت!

حارث کا قرآن میں سے بیانات چوری کرنا:

لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے حارث نے قرآن کی کچھ آیات کی نقل کر کے یہ باور کروانے کی کوشش کی ہے جیسا یہ اسکا اپنا بیانیہ ہے اور یہیں پر بس نہیں موصوف ایک قدم آگے بڑھ کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ آیات قرآن میں موجود ہی نہیں۔اولاً تو قرآن نبی ﷺ کے الفاظ نہیں بلکہ اللہ کے خود کے الفاظ ہیں اور پیغمبر کے پاس اختیار نہیں ہوتا کہ ان میں اضافہ کرے یا ان میں کمی کرے اپنی مرضی کے مطابق۔قرآن میں ہے:

ستارے کی قسم جب وہ ڈوبنے لگے۔ تمھارا یہ ساتھی نہ گمراہ ہے اور نہ ہی بہکا ہوا ہے۔
یہ اپنی خواہشات سے بات نہیں کرتا بلکہ یہ تو وحی ہے جو اسکی طرف کی جاتی ہے۔
(سورہ النجم: 4-1)

دوسری بات حارث نے کچھ الفاظ لکھے قرآن سے چوری کر کے اور یہ ظاہر کیا کہ جیسے یہ اسکے اپنے الفاظ ہیں۔ اسکی چند مثالیں میں پیش کرتا ہوں:

حارث صاحب کہتے ہیں کہ مرد اور عورت برابر ہیں۔ جبکہ قرآن مجید میں ہے:

مرد اور عورت اللہ کے ہاں برابر ہے۔ 41:124

حارث کہتا ہے مرد عورت کو اپنے معاملات بات چیت کر کے سلجھانا چاہیے، جب کہ قرآن مجید میں ہے:

مرد اور عورت پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ صلح کرنا چاہے اور صلح بہتر ہے۔ 4:128

حارث کے بقول اگر بات چیت سے مسئلہ حل نا ہو تو دونوں کو علیحدہ ہو جانا چاہیے۔ یہ بھی قرآن سے ہی چوری کیا ہے چنانچہ قرآن میں ہے:

اور اگر وہ اس کا فیصلہ کریں تو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

سرقہ بازی اور فکری بد دیانتی اپنے عروج پر ہے۔

ایک مرد کی متعدد شادیاں اور اسلام:

یہ ایک اور نقطہ ہے جس کو بنیاد بنا کر کر حارث اور ظاہر ہے دوسرے اسلام دشمن لوگ اسلام پر حملہ کرتے ہیں۔ سچ کہوں تو یہ کوئی بھی ایسی چیز نہیں کہ جس پر ہمیں معذرت خواہ ہونا چاہیے بلکہ یہ بالکل انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ ڈاکٹر ذاکر نائک اور دوسرے لوگ جو متعدد شادیوں کے جواز کے حق میں پیش کرتے ہیں وہ ثانوی دلیل ہے، جو کہ صحیح دلیل بھی ہے، لیکن اصل نقطہ مرد کا متعدد عورتوں کی طرف مائل ہونا ہے۔ لیکن اسلام ایک مسلمان کو پابند کرتا ہے کہ اسکو ایک نظم میں، معقولیت، عزت اور وقار کے ساتھ انجام دے۔ لیکن آپ دوسرے نظاموں کو

دیکھیں جیسے الحادتو وہاں عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کوئی نظام ہی نہیں۔ حارث کی طرح کا کوئی ملحد چالیس عورتوں کو بھی اپنا ساتھی بنا سکتا ہے چار کو تو چھوڑ ہی دیں، اور کسی کو اس پر اعتراض نہیں لیکن اسلام واحد نظام ہے جو کہتا ہے کہ آپ صرف چار شادیاں ہی کر سکتے ہیں اور ہر ایک کو مسئلہ شروع ہوجاتا ہے۔ یہ منافقت ختم ہونی چاہے۔

حارث کا خواتین کو ایک اور دھوکا:

میں سیدھی بات کرونگا اگر حارث اور اس جیسے دنیا بھر میں تمام ملحدین ایک تحریک کے طور پر یہ قرارداد پاس کر دیں کہ آج کے بعد مرد کو صرف ایک عورت سے ہی جنسی تعلقات کے قیام کی اجازت ہوگی زندگی بھر، اور اگر کوئی اسکی مخالفت کرے گا تو اسے سزا ملے گی، تو میں تیار ہوں اس تحریک کی قیادت کرنے کے لیے کہ مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کی جائے کہ صرف ایک ہی عورت سے شادی کریں۔ اور اگر ایسا نہیں ہوتا جو کہ کبھی بھی نہیں ہوگا تو میں اس کتاب کو پڑھنے والی خواتین سے گذارش کرونگا کہ اس شخص کو بے نقاب کریں اور اسکے جھانسے میں نا آئے۔ یہ وہ بندہ ہے جو شاید ہفتے میں متعدد خواتین کے ساتھ رات گذارتا ہو، انکے حقوق کی بحالی کے لیے نہیں بلکہ انہیں جنسی کھلونا بنانے کے لیے اور پھر بھی ایسا باور کرواتا ہے کہ یہ انکے حقوق کے لیے آواز اٹھا رہا ہے۔

یہ یقیناً ایک منافق ہے اور وہ بھی اعلی درجے کا۔ یہ اور اس جیسے لوگ بس خواتین کی توجہ حاصل کرنا چاہتے ہیں ایسے الفاظ کا استعمال کر کے ان کے حقوق کے متعلق ورنہ حقیقت میں یہ خواتین کے ساتھ وہ کام کرنا چاہتے ہیں کہ شاید اس سے زیادہ بہتر جانور اپنی مادہ کے ساتھ کرتے ہو۔ کیا آپ ایک جانور اور ایسے شخص میں فرق بیان کر سکتے ہیں جو اپنی مادہ کے پیچھے جاتا ہو صرف جنسی تسکین کے لیے اور اسکے بعد انہیں چھوڑ دے، اور حارث جیسے لوگ جو ایسا کئی خواتین کے ساتھ کرتے ہیں اور انکے حقوق ادا نہیں کرتے کیونکہ ایسا کرنے سے انہیں کوئی روکنے والا نہیں کہ وہ روزانہ نئی خواتین کی ہس کریں اور کوئی چیز بھی انکو ذمہ داری کا پابند کرنے والی نہ ہو۔ منافقت کا

یہ عالم ہے کہ اسلام تو 4 کے بعد روک دیتا ہے لیکن الحاد کہاں روکتا ہے؟ برائے مہربانی خواتین ہوشیار رہیں حارث جو بھی متعدد شادیوں پر اعتراض کرتا ہے سب سے پہلے وہ اسی پر لاگو ہوتا ہے۔ وہ آپ کو ایک محفوظ ازدواجی تعلق سے ہٹا کر ایک تباہ کن رشتے کی طرف دھکیل رہا ہے جو کہ درد اور دھوکے کے سوا کچھ لے کر نہیں آتا۔ حارث کا کہنا ہے کہ مسلمان مرد اپنے گھروں میں دوسری بیویاں لاتے ہیں حالانہ وہ چار سے زیادہ شادیاں نہیں کر سکتے لیکن حارث کی طرح کے لوگ تو روزانہ ایک نئی لڑکی گھر لاتے ہیں کیونکہ انہیں کوئی روکنے والا نہیں۔ اسلام میں مرد کو خفیہ جنسی تعلقات کی اجازت نہیں شادی کے علاوہ، اور اگر وہ ایسا کرے گا تو اسکو سزا ملے گی، ایسا کیوں؟ خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے۔ لیکن حارث کہاں لے کر جانا چاہتا ہے؟ ایک ایسے معاشرے میں جہاں لاتعداد خواتین کے ساتھ جنسی تعلق بنا کر انہیں جسمانی اور ذھنی طور پر تباہ کر دیا جائے اور اسکے بعد انکے لیے کوئی انصاف نہ ہو کیونکہ انکی اخلاقی اقدار مرد کو بے وفائی یا دھوکہ دہی پر قابل گرفت نہیں سمجھتی، یہ وہ مرد زدہ معاشرہ ہے جہاں وہ آپ کو لے کر جانا چاہتے ہیں جسکی بنیاد خواتین کے حقوق کی تباہی پر ہے اور اسی کو الحاد کہتے ہیں۔ اور آپ کو سمجھ آئی کہ اسلام کس طرح خواتین کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے ان وحشی مردوں سے۔ کیونکہ خدا جانتا تھا کہ یہ عورت کے خلاف درندے بن جائیں گے اور انہیں ٹشو پیپر کی طرح استعمال کر کے پھینک دینگے۔ تو خدا نے خواتین کے حقوق محفوظ کر دیئے جو ظاھر ہے انہیں پسند نہیں کیونکہ یہ عورت کا استحصال چاہتے ہیں جسکی اجازت اسلام نہیں دیتا۔

اسلامی موقف واضح ھے:

اسلام دوٹوک اس بات کو حرام قرار دیتا ہے کہ شادی کے علاوہ جنسی تعلقات کا قیام ہو۔ یہ خواتین کو مردوں کے ساتھ شادی اور شادی کے بغیر بھی حقوق کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اگر کوئی شادی شدہ مرد ہے اور پھر بھی یہ کام کرے تو اسکو سزائے موت دی جاتی ہے کہ اس نے کس طرح ایک عورت کو دھوکہ دینے کی ہمت کی۔ کیا کبھی کسی نے خواتین کے حقوق کو اس طرح کا تحفظ فراہم

کیا ہے؟۔ایک اور بات کے متعلق غلط فہمی دور ہونی چاہیے کہ بیوی پر شوہر کی بات ماننا صرف نیکی کاموں میں لازمی ہے، اگر شوہر کوئی ایسی بات کا حکم دے جس میں خدا کی نافرمانی شامل ہو تو بیوی اسکی بات مانے گی، لہٰذا یہ کوئی اندھا دھند فرمانبرداری نہیں ہے۔ بیوی یہ دیکھے گی کہ شوہر جس چیز کا حکم دے رہا ہے وہ صحیح بھی ہے یا نہیں، اگر وہ صحیح ہے تو بیوی اسے تسلیم کرے گی اور اگر نہیں تو اسے اسکی بات نہیں ماننی چاہیے۔ مزید یہ کہ شوہر اگر بیوی کو مارے تو اسلامی ممالک جیسے پاکستان میں بھی اسکے خلاف قانون موجود ہے جو اسے ایک جرم تصور کرتا ہے اور اسکے خلاف سخت سزا تجویز کرتا ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کام اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ جبکہ اگر غیرت کے نام پر قتل جیسا کوئی سنگین واقعہ پیش آتا ہے تو اسلام میں سب سے زیادہ قابلِ مذمت عمل ہے اور سخت ترین سزائیں اس پر دی جائیں گی۔ اسلام میں عورت کو اختیار ہے کہ وہ جسے چاہے پسند کرے بلکہ اسکی رضامندی کے بغیر شادی معتبر نہیں قرار پائے گی (صحیح بخاری: 6455)۔ تو جو بھی اسلامی تعلیمات کے خلاف عمل کرے وہ مذہب کا نمائندہ نہیں ہے، یہ انتہائی قابلِ مذمت ہے اور اگر کوئی ایسا کام کرے تو اسکو سزا ملے گی۔

حارث کا ایک اور روایتی جھوٹ:

حارث کا کہنا ہے کہ سعودیہ عرب جیسے ممالک میں ریپ کیسز رپورٹ نہیں کیے جاتے کیونکہ اس کے لیے چار گواہ درکار ہوتے ہیں جو کہ ایک بہت بڑا جھوٹ ہے۔ چار گواہ صرف سزا کے لیے درکار ہوتے ہیں، رپورٹ کروانے کے لیے نہیں۔ اس طرح کے جرائم کی رپورٹ کسی بھی ایسی شرط کو پورا کیے بغیر کروائی جاسکتی ہے، اور جب ایک مرتبہ رپورٹ کردی جائے تو ظاہر ہے تفتیشی عمل میں ثبوت درکار ہوتا ہے جیسے کسی بھی دوسرے جرم کی تفتیش۔ تو حارث کا بھانڈا ایک اور مرتبہ پھوٹ گیا۔

حارث کے لاجک کی حقیقت:

عورت کا جسم ڈھانپنے کے لیے حارث نے ایک منطق پیش کی اور عورت کا گاڑی کے

ساتھ تقابل کیا، جبکہ دونوں ہی مکمل طور پر الگ ہیں لیکن اس نے پھر بھی اس منطق کو دونوں پر لاگو کیا، چلیے اسکا جائزہ لیتے ہیں۔ حارث کا کہنا ہے کہ عورت کو پردہ کرنے کا حکم دینا ایسا ہی ہے جیسے آپ کہیں کہ گاڑی کو بھی ڈھانپ کر رکھو کہ کہیں چور اسے چوری نہ کرلے۔ جبکہ عورت ایک زندہ وجود ہے جو اپنی عزت و وقار کے ساتھ رہتی ہے اسکا تقابل ایک گاڑی سے کرنا اسکی اہانت ہے۔ دوسری بات اگر آپ کو تقابل کرنا ہی ہے تو گاڑی کی وضع مختلف ہے اگر آپ نے اسے محفوظ کرنا ہے تو اسے لاک کرنا پڑے گا نہ کہ اس پر پردہ ڈالنا ہوگا۔ تو حارث کی منطق سے گاڑی میں لاک بنایا ہی کیوں جاتا ہے؟ اور اگر انھوں نے لاک بنا بھی دیا تو آپ نے لاک لگایا کیوں؟ قانون کو سخت بنائیں اور گاڑیوں سے سارے تالے نکال دیں۔ تو میرے دوست دنیا میں ہر جگہ گاڑیوں کی چوری کے خلاف قوانین ہیں اسکے باوجود تالا لگایا جاتا ہے۔ حارث صاحب خود بھی اپنی گاڑی پر تالا لگاتے ہیں لیکن اسلام کی ایسی باتوں پر اعتراض کرتے ہیں جن کو وہ خود روزانہ انجام دیتے ہیں۔ اسلام میں عورت ایک قیمتی خزانہ ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ اسے کوئی چوری کرلے، یہ اسی کے لیے ہے جو اسکو حفاظت سے رکھتا ہے۔ جیسا کہ آپ خزانہ محفوظ کر کے اور چھپا کر رکھتے ہیں۔ اسلام بھی اس خزانے کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ اور آخر میں یہ سوال اپنی جگہ ہے کہ ایک عورت جو بکنی زیب تن کیے ہے اور ایک عورت جو مکمل پردے میں ہے کس کے ساتھ ریپ ہونے کے زیادہ چانسز ہیں؟ ظاہر ہے اسی عورت کے ساتھ جو مکمل عیاں ہے اور مرد اس کو اپنی للچائی نظروں سے دیکھ سکتا ہے۔ یہ ایک بنیادی عقل کی بات ہے اور مرد کی فطرت کا عکس بھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرد کو یہ سکھانا چاہیے کہ وہ عورت کی عزت کرے بھلے ہی عورت باپردہ نہ ہو، اسکا مطلب یہ نہیں کہ وہ اسکا ریپ کردے۔ اور اسی کی روک تھام کے لیے اسلام میں ریپ کے خلاف سخت قوانین ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام مجموعی طور پر عورت کے لیے سب سے زیادہ محفوظ مذہب ہے۔

حارث نے مردوں کا بھی ستیاناس کردیا:

مردوں کے متعلق غلط فہمی دور کرتا چلوں کے مسلمان مرد کو صرف متعدد شادیوں کی

اجازت ہے یہ کوئی فرض نہیں ان پر کہ ایک سے زیادہ شادیاں لازمی کرنی ہے۔ حارث یہ باور کروانے کی کوشش کر رہا ہے کہ جیسے ہر مسلمان کی ایک سے زیادہ بیویاں ہیں جبکہ معاملہ بالکل اسکے برعکس ہے۔ صرف امریکہ میں، مسلمان مردوں کی ایک سے زیادہ شادیوں کا ریشو صرف 5 فیصد ہے۔ جسکا مطلب کہ 95 فیصد مردوں نے زندگی میں محض ایک مرتبہ ہی شادی کی ہے۔[1] اور یہی خدا کا بھی فرمان ہے قرآن میں، خدا نے اسے لازم نہیں بنایا مردوں کے لیے بلکہ وہ کہتا ہے کہ اگر عدل نہیں کر سکتے تو صرف ایک ہی شادی کرو (القرآن 4:1)۔ اور مسلمان مرد بھی اسی پر عمل پیرا ہیں۔ یہ آیت ان 95 فیصد مردوں کو روکے ہوئے ہے ایک سے زیادہ شادی کرنے سے لیکن دوسری طرف کیا حال ہے؟ ملحدین تو روزانہ ایک نئی لڑکی کے ساتھ عیاشی کر سکتے ہیں اور انہیں کوئی روکنے والا نہیں۔ دونوں میں سے کون عورت کے حقوق کا ضامن ہے؟ وہ جو ایک سے زیادہ شادیاں کرنے سے روکتا ہے کہ عورت کے حقوق کو یقینی بنا سکے بہترین طریقے سے یا پھر حارث جو آپ کو ایسی جگہ لے جانا چاہتا ہے جہاں روز ایک نئی لڑکی سے عیاشی کی اجازت ہے؟ اب وقت آ گیا ہے کہ خواتین خود الحاد کو حقیقت کا آئینہ دکھائیں۔

حارث دوبارہ اپنی جھالت کا مظاھرہ کرتے ھوئے:

حارث کا کہنا ہے کہ یہ کہیں نہیں لکھا کہ آدم اور حواء (علیہما السلام) کی شادی ہوئی تھی، جبکہ قرآن میں واضح طور پر یہ موجود ہے کہ:

ترجمہ: اور ہم نے کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ 2:35

تو قرآن نے حوّا کو آدم کی بیوی کہا ہے جسکا مطلب وہ جنت میں شادی شدہ تھے۔ لیکن حارث کو اس میں کیوں دلچسپی ہے؟ کیونکہ وہ تو عورت تک ایک جنسی رسائی چاہتا ہے کہ اپنے حیوانی جذبات کی تسکین کر سکے، جو اسے روزانہ ایک نئی عورت کے پاس جانے سے نہ روکے۔ تو سادہ لفظوں میں وہ عورت کو ٹشو پیپر کی طرح استعمال کرنا چاہتا ہے، تاکہ انہیں استعمال کرے اور

[1] https://www.npr.org/templates/story/story.php?storyId=90857818?storyId=90857818

انہیں پھینک دے، ان کے حقوق کے لیے کام کرنا تو دور کی بات ہے۔ جی ہاں خدا کو سیکس سے نفرت نہیں ہے اسی نے اس عمل کو بنایا ہے۔ اس نے بس ہم سے اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ ہم اسے ایک نظم وضبط میں کریں اور جانوروں کی طرح اس پر عمل نہ کریں۔

عورت کا وراثت میں حق اور اسلام:

یہ تو اللہ جانتا ہے کہ حارث جھوٹ بول رہا ہے یا پھر سے اپنی جہالت کا مظاہرہ کرر ہا ہے اسلام سے متعلق۔ حارث قرآن کی آیت نقل کرتا ہے جہاں صرف عورت کے باپ کی جائداد میں وارث بننے کا ذکر ہے، اسکے علاوہ حارث نے کچھ نہیں ذکر کیا۔ مختصر یہ ہے کہ مرد اور عورت اسلام میں وراثت کے برابر کے حق دار ہیں بس ان طریقوں کا اختلاف ہے کہ جس سے انہیں یہ حصہ ملتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات عورت کو مرد سے زیادہ حصہ ملتا ہے۔ کیونکہ اسلام ایسا مذہب ہے جو عدل کی بات کرتا ہے۔ تو یہ ناانصافی ہوتی کہ عورتوں کو مردوں سے زیادہ حصہ ملتا تو اسلام نے اس طور سے وراثت کے قوانین مرتب کیے ہیں کہ جس سے عدل برقرار رہے۔ لیکن پھر بھی ایسے مقامات ہیں جہاں عورت کو مرد سے زیادہ حصہ ملتا ہے مثلاً فوت شدہ عورت کی بیٹی کو جائداد میں سے آدھا حصہ ملتا ہے اور اس عورت کے شوہر کو چوتھائی حصہ۔ عورت کے متعلق وراثتی احکامات ذیل میں درج ہیں:

وہ صورتیں جہاں عورتوں کو مردوں کے برابر حصہ ملتے ہیں:

1) اگر میت ایک باپ، ماں، اور ایک پوتا پیچھے چھوڑے۔

2) اگر میت اخیافی بہن بھائی چھوڑے۔

3) اگر میت سگی بہنیں چھوڑے، اور اخیافی بہن بھائی بھی۔

4) اگر فوت شدہ حقیقی بہنیں چھوڑے اور سوتیلے بہن بھائی بھی تو تو حقیقی بہنوں کو حصہ ملے گا

اگر فوت شدہ ایک بیٹی چھوڑے اور بھائی اور اس کے ساتھ کوئی اور قرابت دار باپ کی طرف سے (کسی کو وراثت سے نکالے بغیر).

5) اگر میت ایک باپ، نانی اور ایک پوتا چھوڑے۔

6) اگر میت ایک شوہر، ایک ماں، دو اخیافی بہنیں اور ایک سگا بھائی چھوڑے تو عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک دو اخیافی بہنیں اور سگے بھائی کو ایک تہائی حصہ ملے گا برابر برابر۔

7) مرد اور عورت کو بعص صورتوں میں پورا پورا حصہ ملتا ہے، جہاں وہ اکیلے وارث ہو جیسے بیٹے کو پوری جائداد ملتی ہے بطورِ عصابہ اور بیٹی کو آدھا حصہ وراثت میں ملتا ہے اور بقیہ حصہ رد کے اصول سے۔ایک دوسری صورت میں اگر میت نے صرف باپ کو چھوڑا ہے پیچھے تو باپ پوری جائداد کا حق دار ہوگا عصابہ کے طور پر اور اگر صرف ماں کو چھوڑا ہے تو وہ آدھا حصہ بطور وارث لے لے گی اور باقی کا رد کے اصول سے۔

8) اگر میت شوہر اور سگی بہن کو چھوڑتی ہے تو شوہر اور بہن کو برابر کا حصہ ملے گا۔اسی طرح اگر میت صرف شوہر اور سگے بھائی کو چھوڑتی ہے تو شوہر کو آدھا ملے گا بطورِ وارث اور بھائی کو باقی کامل جائے گا عصابہ کے طور پر۔ اگر وہ شوہر اور بہن کو چھوڑے تو آدھا شوہر کو ملے گا اور باقی کا آدھا بہن کا۔

9) اگر میت اخیافی بہن اور سگا بھائی چھوڑے، اور اگر وہاں شوہر اور ماں بھی ہو، اور اخیافی بہن اور سگا بھائی تو شہور کو آدھا ملے گا، ماں کو چھٹا، اخیافی بہن کو چھٹا اور باقی کا چھٹا سگے بھائی کو بطور عصابہ ملے گا۔

10) ذوی الارحام (یعنی دور کے رشتے دار) جیسا کہ مصری قانون کے قانون نمبر 77 کے آرٹیکل 33، 1943 کے تحت ہے۔ اگر کوئی وارث یا عصابہ نا ہو تو ذوی الارحام اسکے حقدار ہونگے، جائداد انکے درماین برابری سے تقسیم ہوگی۔ مثلاً اگر میت نواسی چھوڑے، نواسہ، اور ماموں اور خالہ تو سب کو برابر کا حصہ ملے گا۔

11) تین مرد اور تین عورتیں۔ تین مرد یہ ہیں: شوہر، بیٹا اور باپ۔ اور تین عورتیں یہ تین لوگ ہیں جو کبھی مکمل طور پر وراثت سے محروم نہیں رہتے ہیں: بیوی، بیٹی اور ماں۔

وہ صورتیں جھاں عورتوں کو مردوں سے زیادہ حصہ ملتا ھے:

1) اگر میت صرف شوہر اور ایک بیٹی چھوڑے۔

2) اگر میت صرف شوہر اور دو بیٹیاں چھوڑے۔

3) اگر میت بیٹی اور ماموں چھوڑے۔

4) اگر میت 60000 ڈالرز چھوڑ کر جائے اور اسکے ورثاء اسکا شوہر، باپ، ماں اور دو بیٹیاں ہو، تو دو بیٹیوں کا حصہ 32000 ہوگا، جبکہ ہر ایک کو 16000 ملیں گے، اگر میت دو بیٹے چھوڑ دے تو ہر ایک کو 12500 ملتے کیونکہ دو بیٹیوں کو دو تہائی حصہ ملتا ہے بطورِ وارث جبکہ دو بیٹوں کو حصہ بطورِ وارث ملتا ہے۔

5) اگر عورت مر جائے اور اسکی جائداد 48000 ڈالرز ہو اور اسکا ایک شوہر ہے، دو سگی بہنیں اور ماں تو دو بہنوں کو دو تہائی حصہ ملے گا جو کہ 12000 بنتا ہے اور اگر وہ دو بہنوں کی جگہ دو بھائی چھوڑتی تو انہیں صرف 8000 حصہ ملتا کیونکہ وہ وراثت کے بقیہ مال کے حصہ دار بنے ہیں شوہر اور ماں کے حصے کے بعد۔

6) اسی طرح اگر وہ دو علاتی بہنیں چھوڑے (جنکا باپ ایک ہو اور مائیں الگ) تو وہ دو علاتی بھائیوں سے زیادہ حصہ کی حقدار ہونگی۔

اگر میت شوہر، ماں، باپ اور بیٹی کو چھوڑ کر مر جائے اور اسکی جائداد 156000 ہو تو بیٹے کو 72000 ملے گا جبکہ اگر بیٹی کی جگہ بیٹا ہوتا تو اسے صرف 65000 ملتے۔

7) اگر میت شوہر، ماں، باپ اور بیٹی کو چھوڑ کر مر جائے اور اسکی جائداد 156000 ہو تو بیٹے کو 72000 ملے گا جبکہ اگر بیٹی کی جگہ بیٹا ہوتا تو اسے صرف 65000 ملتے کیونکہ بیٹی کو حصہ ملے گا بطورِ وارث جبکہ بیٹے کو حصہ ملے گا بطورِ عصبہ۔ پہلے وارثوں کو حصہ ملتا ہے پھر اہل عصبہ کو۔

8) اگر عورت ایک شوہر، ماں، اور سگی بہن کو چھوڑ کر مرے اور اسکی جائداد 48000 ڈالرز ہو تو بہن کو 18000 ملیں گے لیکن اگر وہ بہن کی جگہ سگا بھائی چھوڑے تو اسے 8000 ملیں گے

کیونکہ وہ عصبہ کے طعر حصہ لے گا۔اس صورت میں بہن، بھائی سے زیادہ حصہ لے رہی ہے۔

9) اگر مرد 48000 ڈالرز چھوڑ کر مرے اور وہ بیوی، ماں، اور دو اخیافی بہنیں اور دو سگے بھائی چھوڑ کر مرے تو دو اخیافی بہنوں کو (جو میت کی سب سے دور کی رشتے دار ہیں اس وقت) ان کو 16000 یعنی ہر ایک بہن کو 8000 ملیں گے جبکہ دو بھائیوں کو 12000 جبکہ ہر ایک کو 6000 ملیں گے۔

10) اگر عورت ایک شوہر چھوڑے، ایک اخیافی بہن اور دو سگے بھائی اور کل جائیداد 120000 ڈالر ہو تو بہنوں کو ایک تہائی حصہ ملے گا یعنی 40000 جبکہ بھائیوں کو 20000۔تو ایک اخیافی بہن (جو کہ سب سے دور کی رشتے دار ہوئی اس صورت میں) اسکو دو سگے بھائیوں سے چار گنا زیادہ ملا ہے۔

11) اگر میت ماں، باپ اور شوہر کو چھوڑے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بقول شوہر کو آدھا ملے گا، ماں کو ایک تہائی اور باقی چھٹا حصہ باپ کو ملے گا۔ یہاں باپ کو ماں کے مقابلے میں آدھا حصہ مل رہا ہے۔

12) اگر عوت ایک شوہر، ماں، اور ایک اخیافی بہن چھوڑے اور جائداد 60000 ڈالرز ہو تو اخیافی بہن کو 10000 ملے گا جبکہ ہر بھائی کو 5000۔اسکا مطلب ایک اخیافی بہن کو ایک سگے بھائی سے دوگنا حصہ ملتا ہے، حالانکہ وہ سگے بھائی کے مقابلے میں میت کی دور کی رشتے دار ہوئی۔

13) اگر مرد ایک بیوی، ماں، باپ، بیٹی اور نواسی چھوڑے اور اسکی جائداد 576000 ڈالرز ہو تو تو اسکی نواسی کو 96000 ملیں گے جبکہ اگر نواسہ ہوتا تو اسے صرف 27000 ملتے۔

14) اگر میت ایک ماں، نانی، اور دادی چھوڑے اور جائداد 60000 ڈالرز ہو تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور رد کے اصول سے باقی کا مال بھی اور نانی دادی کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور اگر میت باپ چھوڑے تو ماں کی جگہ، اور نانی دادی کو پھر بھی حصہ ملے گا اور باقی کا باپ کو ملے گا۔تو ماں کو اس صورت میں پوری جائداد مل رہی ہے جبکہ باپ کو اسی صورت میں 50000 یعنی عورت کو مرد سے

زیادہ حصہ مل رہا ہے۔

وہ صورتیں جہاں عورت کو تو حصہ ملتا ھے لیکن مرد کو نھیں:

1) اگر میت ایک شوہر، ماں، باپ، بیٹی اور نواسی کو چھوڑے اور اسکی جائداد 195000 ہو تو نواسی کو چھٹا حصہ یعنی 26000 ملیں گے جبکہ اگر میت کا نواسہ ہوتا نواسی کی جگہ تو تو اسے کچھ بھی نہیں ملتا کیونکہ وہ اہل عصبہ میں سے ہوتا اور اسے بچا ہوا مال ملتا لیکن اس صورت میں مال بچے گا ہی نہیں۔ یہ تقسیم اس سے مختلف ہے کہ مصری قانون میں قانون نمبر 71۔1946 میں وصیت کے متعلق درج ہے اور یہ اسلام سے متصادم ہے۔

2) اگر عورت ایک شوہر، سگی بہن، اخیافی بہن کو چھوڑے اور جائیداد 84000 ڈالرز ہو تو اخیافی بہن کو 12000 ملیں گے جبکہ اگر اخیافی بھائی ہوتا تو اسے کچھ نا ملتا۔ شوہر کو آدھا حصہ ملتا جائداد سے اور سگی بہن کو آدھا اور کچھ بچتا ہی نہیں جو کہ اخیافی بھائی کو دیا جاتا۔

3) بہت سے کیسز میں دادی کو وراثت میں حصہ ملتا ہے جب کہ دادا کو نہیں ملتا۔ داد دادی کے لیے وراثت کے قوانین کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ دادا جو کہ میت سے متعلق ہوتا ہے باپ کی جانب سے، جیسا کہ دادا یا پردادا جو میت سے قریب ہو جبکہ نانا یا پرنانا کا بھی کوئی حصہ نہیں وراثت میں۔ دادی جس کو حصہ ملے گا وہ اس وقت ہوگا کہ جب میت کے دادا موجود نا ہو یا پھر وہ ایسی دادی/ نانی ہو کہ جن کا تعلق میت سے اس نوعیت کا ہو کہ دو ماوں کے درمیان کوئی باپ موجود نا ہو لہذا نانا کی ماں کو حصہ نہیں ملے گا جبکہ نانی کی ماں کو حصہ ملے گا۔

4) اگر میت کا نانا اور نانی ہے، تو نانی کو پورا حصہ ملے گا، ایک تو بطورِ وارث چھٹا حصہ اور دوسرا رد کے اصول سے، جبکہ نانا کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ وہ وارث نہیں۔

5) یہ اس طرح ہے کہ اگر مرنے والے کے پرنانا اور پرنانی ہو اور پرنانی پوری جائداد کی مالک بن جائے چھٹے حصے کی وارث ہونے کی وجہ سے اور اصول رد کی وجہ سے باقی جائداد کی بھی مالکن ہوگی

جبکہ پر نانا کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ وہ وارث نہیں۔ لہٰذا تیس سے زائد مقامات ایسے ہیں جہاں عورت مرد کے بالکل برابر یا اس سے بھی زیادہ حصہ وصول کرتی ہے۔ اسکے برعکس صرف مقامات ایسے ہیں جہاں مرد کو عورت سے زیادہ حصہ ملتا ہے۔

یہ سارے نتائج قانونِ وراثت کے صحیح مطالعہ سے حاصل ہوتے ہیں اور اتنی وضاحت کے بعد یہ اشکال ختم ہوجانا چاہیے۔

اسلام میں عورت کی گواھی:

اسلام میں، گواہی کی کچھ شرائط ہیں اور ان سے لاعلمی حارث جیسے لوگوں کو بولنے پر ابھارتی ہے اور بدلے میں رسوائی انکا مقدر بنتی ہے۔ جیسا کہ حارث نے کہا کہ اسلام میں چار مردوں کے مقابلے میں آٹھ عورتوں کا گواہ ہونا لازمی ہے جو کہ بالکل سچ نہیں۔ میں ان چیزوں کو تفصیل سے بیان کرنے لگا ہوں۔

گواھی کی شرائط:

1) گواہی بالکل سچی اور انصاف پر مبنی ہونی چاہیے، بلا تفریق مرد و عورت۔

2) گواہی دینے والے کو اس معاملے کے بارے میں کچھ علم ضرور ہو تا کہ وہ اس مسئلے کی معرفت کر سکے اور اسکا مشاہدہ کر سکے۔ اگر جج کے سامنے یہ ثابت کر دیا جائے کہ گواہ جو ہے وہ ہمدرد ہے یا نرم دل کا ہے تو اسکی گواہی تسلیم نہیں جائے گی کیونکہ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ اس بندے کی جرائم کے معاملات کو جانچنے کی صلاحیت کم ہے یا مفقود ہے۔

عورت کی گواھی کے متعلق کچھ حقائق:

1) عورت کی گواہی مرد کی گواہی کی طرح مقبول ہے رمضان کا چاند دیکھنے میں۔

2) لعان کے مسئلے میں عورت کی گواہی مرد کی قسم کے برابر ہے۔

3) عورت کے متعلقہ امور میں عورت کی گواہی اکلوتی مقبول ہے

امام ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی (مَسْأَلَة شَهَادَةِ النِّسَاءِ الْمُنْفَرِدَاتِ) میں فرماتے ہیں:

صرف اکیلی عورت کی گواہی ان معاملات میں مقبول ہے جن معاملات کا مردوں کو زیادہ علم نہیں ہوتا جیسے دودھ پلانا، بچے کو جنم دینا، حیض، عدت اور اس طرح کے معاملات۔ اس معاملے میں علماء کے ہاں کوئی اختلاف نہیں۔ ایک اکیلی عورت کی گواہی ان پانچ صورتوں میں مقبول ہے:

1) بچہ جننے میں

2) نومولود بچے کے رونے میں

3) دودھ پلانے میں

4) وہ معاملات جو عورت کے جسمانی ہوں جیسے اسکی بکارت، یا جذام کی بیماری۔

5) عدت کی مدت کا اختتام

اکیلی عورت کی گواہی بہت سی صورتوں میں مقبول ہے امام ابن قدامہ کہتے ہیں عورت کی گواہی ہر اس معاملے میں مقبول ہے جہاں عورت کی اکیلی کی گواہی مقبول ہے عقبہ بن الحارث نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے پھر ایک غلام عورت آئی اور کہنے لگی میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے تو نبی کریم ﷺ نے صورت حال کے مطابق دونوں کو علیحدہ ہونے کا حکم دیا تو عقبہ نے کہا یہ عورت جھوٹ بولتی ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا:

اسے چھوڑ دو (طلاق دے دو)۔

امام ابن قیم اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک عورت کی گواہی قبول تھی باوجود اسکے کہ وہ غلام عورت تھی۔ معروف الدوابلی اس پر بہترین تبصرہ کرتے ہیں کہ شریعت عموماً ان معاملات میں تاکید کرتی ہے کہ جو مالی معاملات ہوں کہ ایک اور مرد کی گواہی کو شامل کیا جائے تاکہ گواہی ثابت ہو جائے اور کوئی شبہ نہ رہے۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ مرد کو کم تر دکھانے والی بات ہے جب تک کہ یہ لوگوں کے حقوق برقرار رکھتا ہے۔ مزید یہ کہ کسی بھی مرد کی اکیلی گواہی کبھی بھی تسلیم نہیں کی جا سکتی بھلے ہی چھوٹے سے چھوٹا مالی مسئلہ ہو، جبکہ عورت کی گواہی اکیلے بھی قبول کی

جاتی ہے اس سے زیادہ سنجیدہ مسائل میں جیسا کہ بچہ کی پیدائش کے معاملے میں، جو آگے نسل بڑھاتا ہے اور وارث بنتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف اکیلے آدمی کی گواہی معمولی سے مالی مسئلے میں بھی قبول نہیں۔ یہ ایک قابل غور جواب ہے ان لوگوں کے لیے جو اسلام کو الزام دیتے ہیں کہ اسلام مرد کو عورت پر ترجیح دیتا ہے گواہی کے مسئلے میں۔

بعض اوقات عورت کی گواہی کو مرد کی گواہی پر ترجیح دی جاتی ہے مثلاً شادی ختم کرنے کا اختیار مرد اور عورت دونوں کے پاس ہے اگر دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کا کوئی ایسا جسمانی نقص بیان کرے تو لیکن اگر بیوی شوہر کے بیان سے اختلاف کرے تو کسی قابل اعبار عورت کی گواہی کو ترجیح دی جائے اور فریقین اسے قبول کرینگے۔

گواہی اور روایت دونوں علیحدہ چیزیں ہیں۔ عورت کی روایت ہر معاملے میں قبول ہے یہاں تک کہ حدیث بھی۔ نبی کریم ﷺ کی احادیث عورتوں نے بھی روایت کی ہے اور ان کی صحت کا درجہ وہی ہے جو مردوں کی روایات کا ہے۔ کسی نے عورت کی روایت اس لیے رد نہیں کی کیونکہ وہ عورت کہ روایت ہے۔ مزید یہ کہ دینی امور سے متعلق روایت زیادہ اہم ہے بہ نسبت تفتیش کے وقت گواہی دینے کے۔ امام شوکانی فرماتے ہیں:

کسی ایک عالم کی مثال نہیں ملتی کہ اس نے عورت کی روایت نبی ﷺ سے متعلق اس وجہ سے رد کی ہو کہ وہ عورت کی روایت ہے۔

امام ابن القیم فرماتے ہیں:

نبی ﷺ نے کبھی بھی کسی قابل اعتبار شخص کی بات کو رد نہیں کیا، چاہے روایت ہو یا گواہی، بلکہ انھوں نے ایک معتدل آدمی کی گواہی کو تمام معاملات میں قبول کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک غلام عورت کی گواہی رضاعت کے مسئلے میں بھی قبول فرمائی۔

غلط فہمی:

اس غلط فہمی کی بنیاد ایک آیت ہے کہ:

اور اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کا گواہ بناؤ اور اگر دو مرد نا ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جن کو تم گواہ تسلیم کرو، تا کہ اگر ایک عورت بہک جائے تو دوسری اسکو یاد دلا دے۔ 2:282

ناقدین گواہی کے لفظ کو بیان حلفی کے ساتھ ملا کر کنفیوز کرتے ہیں۔ اس آیت میں بیان حلفی کا ذکر ہے۔ گواہی میں تو جج کو گواہ تصدیق کے لیے چاہیے ہوتا ہے جس کا جنس سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ محض قاضی کے اطمینان اور تصدیق پر گواہی کو پرکھا جاتا ہے چاہے گواہ کتنے بھی ہو یا جو کوئی بھی ہو۔ ایک مرتبہ جج مطمئن ہو جائے ثبوت کی صحت پر، تو وہ دو مردوں یا دو عورتوں یا ایک مرد ایک عورت یا ایک مرد دو عورتوں یا دو مرد ایک عورت یا اکلوتے مرد یا اکلوتی عورت کی گواہی قبول کر لیتا ہے۔ لہٰذا گواہ کی جنس کا جج کے فیصلہ سنانے پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

آیت بیان حلفی کا ذکر کر رہی ہے یعنی قرض دار بوقت ضرورت اسکا استعمال کرے گا۔ یہ آیت اس گواہی کا ذکر نہیں کر رہی جس میں جج فریقین کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ مزید یہ کہ اسکا تعلق بھی ہر قسم کے قرض دار کے متعلق نہیں بلکہ یہ مخصوص صورتوں میں بعض قرض داروں کی رہنمائی کے لیے ہے جنکا ذکر آیت میں ہے۔ یہ قرض قرضے مقررہ مدت کے لیے ہوں اقرانکا حساب لکھنے والا کوئی ایماندار شخص ہو۔ جن فقہاء نے اس فرق کو ملحوظ رکھا ہے اور اسکی وضاحت کی ہے وہ یہ ہیں: ابن تیمیۃ 1328ء، انکے شاگرد ابن القیم 1350ء، اور ماضی قریب میں شیخ عبدہ 1905ء، اور شیخ شلتوت 1963ء۔

امام ابن تیمیہ اور امام ابن القیم البینۃ (دلیل، ثبوت) کے متعلق فرماتے ہیں کہ جس پر جج فیصلہ کرتا ہے، اور جسکی قانونی حیثیت کو رسول ﷺ کے اس فرمان سے نکالا جا سکتا ہے کہ دلیل اس کے ذمہ ہے جو الزام لگائے اور جس پر الزام لگایا جائے اس پر قسم کھانا ہے۔ (بخاری).
ثبوت (البینۃ) قانون میں ہر چیز کو کہا جائے گا جس سے سچ واضح ہو جائے۔ اس کا حصول چار گواہوں سے بھی ہو سکتا ہے اور کچھ صورتوں میں تین سے بھی (جیسے کسی کا دیوالیہ نکل جائے) یا دو

گواہوں سے یا ایک گواہ سے بھی ایک عورت سے بھی۔ ثبوت ایک قسم (حلف) کے ذریعے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے چار قسموں سے بھی اور پچاس قسموں سے بھی مختلف صورت حال کے حساب سے۔ لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان کہ بینۃ وہ پیش کرے جس نے الزام لگایا ہے کا مطلب یہ ہے کہ الزام لگانے والا اپنے الزام کا ثبوت ضرور پیش کرے۔ ایک مرتبہ اس کا سچا ہونا ثابت ہو جائے، کسی بھی طریقے سے ہو، تو قاضی اسی کے حق میں فیصلہ دے گا۔ تو ثبوت والا مقصد ایک یا اس سے زیادہ مردوں کی گواہی سے بھی حاصل ہو سکتا ہے یا ایک اور اس سے زیادہ عورتوں کی گواہی سے بھی ہو سکتا ہے اس کا انحصار اس پر ہے کہ کس نوعیت کی گواہی مطلوب ہے۔

ابن القیم نے اس پر آیت کی تشریح میں فرمایا:

قرآن نے یہ نہیں کہتا کہ فیصلہ صرف دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پر کیا جائے گا۔ بلکہ یہاں اللہ تعالی نے مطالبہ کیا ہے کہ دو گواہوں کو لایا جائے ان کی جانب سے کہ جن کے مالی حقوق ہیں تا کہ انکے حقوق کا تحفظ ہو سکے۔ لہٰذا اللہ نے قاضی کو یہ حکم نہیں دیا کہ انکی گواہی کی بنیاد پر فیصلہ کرے۔ چنانچہ قاضی اس معاملے میں بھی فیصلہ سنا سکتا ہے جہاں کوئی شخص گواہی دینے سے یا حلف اٹھانے سے منع کر دے۔ اسی طرح قاضی ایک عورت کی گواہی بھی استعمال کر سکتا ہے، یا چند خواتین کی بغیر کسی مرد کی شمولیت کے۔ ان معاملات میں قاضی معاملے میں کی مزید تفتیش کرے گا گواہوں کا کردار، ان کی عمر اور گواہوں کی تعداد وغیرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے۔

امام ابن تیمیہ نے مالی معاملات میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر بیان کرنے کی حکمت بیان کی ہے، انکا کہنا ہے کہ عورتیں معاشرتی اعتبار سے عام طور پر مالی معاملات کا حصہ نہیں ہوتی تھی۔ البتہ اگر کوئی شخص مکمل تجربہ حاصل کر لے اور ان معاملات میں ماہر بن جائے تو، اس عورت کی گواہی مرد کے برابر ہو جائے گی۔ ان کا کہنا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں مردوں کو گواہ بنانے کا مقصد انکی مالی معاملات میں مہارت ہے۔ البتہ اگر عورت کو بھی ان معاملات میں مہارت ہو جائے اور اس کی سچائی ثابت ہو جائے تو اسکی گواہی دینی معاملات میں

قابل قبول ہے۔ محض دو عورتوں کی گواہی اور مدعی کی قسم بھی کافی ہے امام مالک کے نزدیک اور ایک قول کے مطابق امام احمد کے نزدیک بھی۔

یہی موقف شیخ محمد عبدہ کا بھی ہے انھوں نے مرد اور عورت کی تعداد کے درمیان فرق کرنے کی حکمت بیان کی ہے آیت میں۔ انھوں نے وضاحت کی ہے کہ اس دور کے معاشرتی حالات کے اعتبار سے عورتیں مالی معاملات سے متعلقہ مجالس میں حاضر نہیں ہوتی تھیں، لہٰذا ان کو اس کا زیادہ تجربہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ تاریخی طور پر یہ معاشرتی حالت کی تبدیلی اور ترقی سے منسلک ہے، لیکن اتنی صدیوں میں بھی عورت کی عام طبیعت اور فطرت میں زیادہ تبدیلی نہیں آئی۔

پھر وہ کہتے ہیں کہ مفسرین قرآن نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے اور اس کو عورت کی طبیعت سے جوڑا ہے کہ عورت کا ان معاملات میں شرکت نا کرنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ عورت بھول جاتی ہے بلکہ ان کو لین دین کے معاملات میں زیادہ تجربہ نہیں تھا۔ عورت کا حافظہ کوئی پیدائشی طور پر کمزور نہیں ہوتا بلکہ اس کی توجہ روزمرہ کے گھریلوں معاملات میں ہوتی تھی جن پر اسے نسبتاً زیادہ مہارت تھی۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ کہ مرد اور عورت کا حافظہ کمزور ہوتا ہے ان معاملات میں جن کا ان سے عموماً واسطہ نہیں پڑتا۔

شیخ محمد شلتوت امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، اور شیخ عبدہ کی توجیہات سے اتفاق کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب عورت کی گواہی لعان کے مسئلے میں مرد کے برابر ہے، تو اس سے مخالفین کے اعتراضات غلط ثابت ہوجاتے ہیں۔ انھوں نے لکھا کہ مذکورہ آیت: اگر ایک مرد نا ہو تو ایک مرد اور دو عورتیں۔ البقرہ 2:282 اس گواہی کی طرف اشارہ نہیں کرتی کہ جس پر قاضی فیصلہ کرتا ہے، بلکہ ایک حکمت عملی کے طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ جس کے ذریعے لین دین والے اپنے حقوق محفوظ کر سکیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ بغیر مرد کے عورت کی گواہی سے سچ ثابت نہیں ہوسکتا، یا قاضی اس بنیاد پر فیصلہ نہیں کرسکتا بلکہ قاضی کو چاہیے ثبوت (البینۃ)

امام ابن القیم فرماتے ہیں کہ شریعت کے مطابق البینۃ گواہی سے زیادہ وسیع اور جامع

ہے۔ ہر وہ چیز جس سے سچ ثابت ہوجائے وہ البینۃ اور قاضی اسکے ذریعے فیصلہ کرسکتا ہے۔ مثلاً قاضی کسی ایسے ثبوت پر فیصلہ کرسکتا ہے جو فیصلہ کن ہواور اسکے ساتھ کسی غیر مسلم کی گواہی بھی موجود ہو۔(اعلام الموقعین: ا/90-104، 2/193، الطرق الحكمية في السياسة الشرعية 115-117، جامع الفقه: 7/127، الأعمال الكاملة 4/732، الأعمال الكاملة 239-241)

یہ کہنا کہ دوعورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوتی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا ذھن کمزور یا مرد سے کم تر ہے۔ بلکہ یہ اس لیے کہ جیسا کہ شیخ عبدہ نے کہا کہ عورتیں روایتی طور پر مالی معاملات اور لین دین کے معاملات میں حصہ نہیں لیتی تھی اور اسی لیے ان معاملات میں کمزور سمجھی جاتی تھیں۔ جبکہ دوسرے معاملات جیسے گھریلو معاملات میں انکا حافظہ اور یاد داشت مردوں سے زیادہ مضبوط سمجھی جاتی تھی کیونکہ وہ انکے متعلقہ اُمور تھے۔ یہ فطری ہے کہ انسان کا حافظہ اس کے روزہ مرہ کاموں کے متعلق زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔

اس آیت میں اس چیز کے متعلق گفتگو ہے جس ماحول سے وہ واقف تھے اور جوان کی روایت تھی اور آج بھی زیادہ تر عورتیں اس قدر مالی معاملات میں شرکت نہیں کرتی جس کثرت سے مرد کرتے ہیں۔ چند عورتوں کا ان معاملات میں حصہ لینا ایک استثنائی صورت ہے۔

لہٰذا اس معاملے کے متعلق یہ غلط فہمی دور ہونی چاہیے اور یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ ناقدین انصاف نہیں کررہے۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ علم کسی کی ذاتی جاگیر نہیں، آپ کو علم حاصل کرتے رہنا چاہیے، آپ بغیر علم کے بھی بات کرسکتے ہیں لیکن وہ بات بوگس ہوگی اور آپ لوگوں کی نظروں میں عزت اور بھروسہ کھودینگے۔ مجھے حارث پر بہت ترس آتا ہے کہ وہ دماغی طور پر ایک بچہ ہے اور اسے لازماً ایک طبی امداد کی ضرورت ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو اپنے ہی الفاظ میں اپنے آپ کو بے غیرت تسلیم کرتا ہے۔ اور اس سے زیادہ میں کیا کہہ سکتا ہوں؟

لیکن میں اسکے لیے یہ الفاظ استعمال نہیں کروں گا، میں یہ نہیں کہوں گا کہ اس بے

غیرت نے یہ کہا اور اس بے غیرت نے وہ کہا۔ بس میں یہ کہوں گا کہ یہ ایک مریض ہے جسے علاج کی ضرورت ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ یہ اپنے آپ کو ڈاکٹر سمجھتا ہے جبکہ اس کی ذہنیت مونٹیسوری کے بچے جتنی ہے۔ اور اس کی عورت سے نفرت کافی پریشان کن ہے۔ یہ ایک حدیث نقل کرتا کہ جو عورت کا دفاع کرتی ہے کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوتی اور نبی ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے اور جب آپ ﷺ سجدہ فرماتے تو سیدہ عائشہ کے پیروں کو تھوڑا سا کھسکا دیتے تا کہ آپ تنگ نا ہوں اور آرام فرماتی رہیں۔ لیکن حارث کیا کہتا ہے کہ سیدہ عائشہ نبی ﷺ کے اس عمل سے خوش نہیں تھیں جبکہ نبی ﷺ کے عمل کو صراحت سے بیان کر رہی ہیں اور ایسی کوئی بات نہیں بیان فرمارہی جو حارث کر رہا ہے۔ ایک احمق شخص بھی یہ بتادے گا کہ یہاں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے متعلق غلط فہمی دور کر رہی ہیں لیکن حارث کی نفرت نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ ہٹ دھرمی دکھائے اور اسے نظر انداز کرے، اور وہ ہمیشہ ایسا کرتا ہے جہاں بھی خواتین کے سپورٹ کی بات ہو رہی ہو تو وہ ہمیشہ مد مقابل آ کر خواتین کے متعلق اپنی نفرت کا اظہار کرتا ہے۔

حارث کا کہنا ہے کہ مسلمانوں سے تین سوال پوچھو کہ جو کہتا ہے کہ اسلام ایک مقدس دین ہے جو خواتین کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے، حارث صاحب! جی ہاں اسلام ایک ایسا مقدّس دین ہے جو خواتین کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے لوگوں کی سوچ سے بھی زیادہ۔ میں ان سوالوں کے جواب پہلے ہی دے چکا ہوں اور اس کی جہالت ثابت کر چکا ہوں، میں ان جوابوں کا انتساب ان خواتین کی طرف کرنا چاہوں گا جو ان سوالوں کے جواب تلاش کر رہی تھیں۔ لیکن میں یہاں اسلام کا خواتین کے متعلق احترام ومحبت ذکر کرنا چاہوں گا۔ جیسا کہ اسلام خواتین کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے تو وہ ان کے متعلق محبت اور شفقت کو بھی یقینی بناتا ہے۔ حارث کا کہنا ہے کہ عورت کو فرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے لیکن عورت کی فرمانبرداری کدھر ہے؟ تو میرے دوست میں اس سے پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کہ کوئی شخص جنت نہیں جا سکتا بغیر عورت کی فرمانبرداری کیئے۔ نبی ﷺ کا کہنا ہے کہ جنت تمہاری ماں کے پیروں تلے ہے (نسائی:3104)۔ کوئی شخص خدا کو راضی نہیں کر سکتا اگر

وہ اپنی ماں کی نافرمانی کرے، کوئی شخص جنت نہیں جا سکتا اگر اپنی ماں کو ناراض کرے۔ کیا اس سے بھی زیادہ عورت کا رتبہ بڑھایا جا سکتا ہے؟۔

تو (ماں کے علاوہ) دوسری عورتوں کا بالعموم کیا رتبہ ہے؟

خدا کے نزدیک سب سے بہترین مرد کون ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا ہے کہ کون دنیا کا بہترین مرد ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی خواتین کے ساتھ بہترین ہے (ترمذی: 1162)۔ اور بیویوں کا کیا؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہترین وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ بہترین ہیں (ابن ماجہ، ابن حبان: 4167)۔ کیا یہ مذہب کبھی بھی عورت پر ہاتھ اُٹھانے کی حوصلہ افزائی کر سکتا ہے جبکہ یہ نیکی اور اچھائی کا معیار مقرر کر دیا گیا ہے کہ بیویوں کے ساتھ اچھا بن کر رہنا ہوگا۔ اسی بنیاد پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے مردوں کے ساتھ شادی سے منع کر دیا ہے کہ جو بیویوں کو مارتے ہیں (مسلم: 841)۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسے شخص سے شادی نہ کرو جو عورت کو مارتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کبھی عورت پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ ان کا خیال رکھا اور ممنوع قرار دے دیا کہ ایسے شخص سے رشتہ جوڑیں جو عورت پر ہاتھ اُٹھائے۔ یہ فرض کر دیا کہ عورت کی عزت کی جائے، خیال رکھا جائے اور اس سے محبت کی جائے۔ کیا کوئی ملحد جو عورت کے خلاف ہر طرح کا تشدد کر سکتا ہے اسے تسلیم کرے گا؟ کیونکہ یہ اسے تشدد کرنے سے روکے گا، بلکہ اسلام اسے عورت کے حقوق ادا کرنے پر مجبور کرے گا جس کی ملحد کوئی پروا نہیں کرتا۔ فطری طور پر یہ ملحدین ان پابندیوں سے بھاگ جائیں گے اور کبھی بھی عورت کے متعلق اس قدر ذمہ دار نہیں بنیں گے۔

جب حارث کہتا ہے کہ مسلمان مرد اپنی بیویوں کے ساتھ اس لیے اچھا برتاؤ کرتے ہیں کیونکہ وہ بے عمل مسلمان ہیں، وہ حقیقت کے بالکل برعکس بات کرتا ہے۔ مسلمان مرد جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں بہترین مسلمان ہیں کیونکہ وہ اسلامی تعلیمات کو جانتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں، تو وہ ایسا کر کے اچھے مسلمان بنتے ہیں۔ اور جو برا برتاؤ کرتے ہیں وہ

یقیناً برے مسلمان ہیں کیونکہ وہ اسلامی تعلیمات کی مخالفت کرتے ہیں۔ دنیا کو زیادہ سے زیادہ باعمل مسلمانوں کی ضرورت ہیں تا کہ دنیا ایک اچھی جگہ بن سکے۔

رحم کرنے والا خدا:

حارث نے نہایت احمقانہ منطق پیش کی ہے کہ اگر کوئی خدا اور اسکے احکامات کا انکار کرتا ہے تو خدا اس کو سزا کیوں دے گا؟۔ کیا اس سے بھی زیادہ احمقانہ بات کہی جا سکتی ہے؟ حارث صاحب چاہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی قانون اور پابندی نا ہو، اور خدا بھی ان کی خواہشات کے مطابق عمل کرے، خدا انہیں اجازت دے دے کہ وہ اس کا انکار کرے اور اسکے بعد بھی انہیں سزا نا دے، وہ انہیں جانوروں کی طرح زندگی گزارنے دے باوجود اسکے کہ یہ اس کی مخلوق ہے اور وہ خدا ہے لیکن وہ انہی کی بات مانے جو بھی یہ کہیں اور یہ اس کی ایک بھی نا مانیں۔ اگر آپ کو بھی یہ بات احمقانہ لگتی ہے تو مبارک ہو آپ بھی صحیح پہنچے۔

اب آتے ہیں اس نقطے کی طرف کہ خدا انسانیت کے ساتھ کتنا رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالی حدیث قدسی میں فرماتے ہیں:

جب خدا نے مخلوق کو پیدا کیا تو اس نے ایک کتاب میں لکھ کر جو اسکے پاس ہے اپنے اوپر یہ لازم کیا کہ میری رحمت میرے غصے پر غالب ہے۔(صحیح بخاری: 7554)

قرآن میں ہے: اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہیں۔(7:156)

اسی طرح اللہ کے ناموں میں ''الرحمٰن'' یعنی سب پر رحم کرنے والا اور ''الرحیم'' یعنی بہت زیادہ رحم کرنے والا، ''الغفار'' بہت زیادہ بخشنے والا ہیں اور یہ نام ہمیں اس کی مخلوق کے ساتھ رحمت کو بتاتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ذکر ہوا ہے کہ جس اللہ نے آسمان اور زمین بنائے، اس نے رحمت کے سو حصے بنائے۔ ہر ایک حصہ آسمان اور زمین کی درمیانی جگہ بھر سکتا ہے۔ اس نے صرف ایک حصہ زمین میں بھیج دیا، اور اسی سے ماں اپنے بچے پر شفقت کا اظہار کرتی ہے، جانور اور

پرندے ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں۔ اور قیامت کے دن وہ اس رحمت کو کامل کر دے گا۔ (صحیح مسلم:2753)

تو یہ تمام ثبوت ہمیں بتاتے ہیں کہ حارث خدا کے متعلق غلط کہانی سنا رہا ہے۔ خدا تو لوگوں کو اس قدر معاف کرے گا کہ حدیث میں آتا ہے:

اللہ حکم دے گا کہ جن کے دلوں میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے انہیں جہنم سے نکال لیا جائے۔ (صحیح بخاری:22)

جو خدا اس قدر رحم کرنے والا ہے اپنے مخلوق پر، وہ حق رکھتا ہے کہ اس کی بات مانی جائے، اور جو بھی خدا کو غلط انداز میں پیش کرے اور اس کی باتوں کی تحریف کرے اس کی مذمت ہونی چاہیے۔ لہٰذا اسکے باوجود یہ کہنا کہ خدا مجھے اس کی ذات اور احکامات کے انکار پر بھی سزا نہ دے، بے وقوفی ہے۔ یہ اسی طرح ہے کہ کوئی کہے کہ اگر میں قتل یا ریپ کردوں تو مجھے سزا نہ دی جائے، ظاہر ہے آپ ایسا کرینگے تو آپ کو اس جرم کی سزا دی جائے گی۔ اور اسی کو قانون اور نظم و ضبط کہا جاتا ہے۔ خدا نے اس دنیا کے لیے قوانین بنائے ہیں تو کیا اس نے آخرت کے لیے کوئی قوانین نہیں بنائے ہونگے؟ حارث صاحب لگتا ہے نیند میں ہیں آپ تھوڑا آرام کر لیجئے۔

ھمیشه بخشنے والا خدا:

پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ خدا اپنی مخلوق کو سب سے زیادہ بخشنے والا اور اس پر رحم کرنے والا ہے، بس آپ کو اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہے اور آپ خدا کو ہمیشہ اپنے قریب موجود پائیں گے۔ اصل مسئلہ اس حقیقت کا انکار کرنے میں ہے، ذرا سوچیں آپ خدا کی رحمت اور مغفرت کا انکار کردیں اور اسکے باوجود شکایت کریں کہ وہ ایسا نہیں ہے۔ یہی کام پچھلے زمانے کے لوگوں نے بھی کیا اور یہی حارث اور اس جیسے لوگ کر رہے ہیں۔ خدا نے یہ دنیا ایک نظام کے ساتھ بنائی ہے، اور ہر چیز اس نظام کو فالو کرتی ہے، سورج چاند، ستارے اور خلاء میں موجود ہر ایک چیز اس نظام کے مطابق چل رہی ہے۔ لیکن خدا نے انسان کو ارادے کی آزادی عطا کی ہے علم کے

ساتھ تو انسان جو چاہتا ہے کرتا ہے لیکن اس کا اور اس کے پیغمبروں کا انکار؟ (یہ کیسے قابل قبول ہوگا؟)۔ حالانکہ یہ کم سے کم چیز ہے جس کا مطالبہ خدا نے کیا ہے اس دنیا اور پوری کائنات کے بدلے جو اس نے بنائی ہے تمہارے لیے اور تم اس کی اطاعت تک کرنے کو تیار نہیں۔ اس نے تمہیں کھانا دیا پانی دیا اور انہیں ہضم کرنے کے لیے نظام بنایا، اس نے سانس لینے کے لیے ہوا دی اور پھیپڑے دیئے اس ہوا کو صحیح طور سے چلانے کے لیے، اس نے تمہیں پہننے کے لیے کپڑے دیئے تا کہ تمہیں موسم کی تپش جلا نہ دے اور سردی تمہیں جما نہ دے۔ اس کے باوجود بھی تم ایک باغی غلام بنتے ہو بلکہ یہ اس سے بھی بدتر ہو۔ تو اس صورتِ حال میں کہ جب خدا نے اس دنیا کے لیے لوگوں کو ایک قانون اور نظام دیا ہے، تو کیا اس نے اپنے پاس بھی ایک نظام نہیں رکھا ہوگا جبکہ وہ ''العادل'' یعنی سب سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے۔ یہ تو فطری بات ہے کہ جو قانون کی مخالفت کرے گا اسے سزا ملے گی ہر جگہ۔ اگر حارث اس صورت حال کو سمجھنے سے قاصر ہے تو اسے چاہیے کہ پہلے اپنی نفرت کی گرمی سے باہر آئے اور پھر اس سادہ سی بات کو سمجھ لے۔

دوسری بار یہ ہے کہ خدا بالکل بھی ناانصافی نہیں کرے گا حارث صاحب کو فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اس سے متعلق۔ یہ موصوف کا خود کا مسئلہ ہے کہ کبھی وہ کہتے ہیں خدا سیکس سے نفرت کرتا ہے حالانکہ خدا بس اسے ایک نظم میں رکھ رہا ہوتا ہے، اور پھر وہ کہتے ہیں کہ خدا انتقام لینے والا اور نسل کشی کرنے والا ہے حالانکہ خدا سب سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے اور سب کے ساتھ مکمل انصاف کرے گا۔ کوئی ایک بھی بات یا ثبوت ایسا نہیں جو خدا کو ظالم ثابت کر سکے، تو محض اس کی رحمت کی عظمت بتانے کے لیے میں ایک حدیث نقل کروں گا:

اللہ تعالی ہر رات آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے کہ جب رات کا ایک تہائی حصہ گزر چکا ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ: میں رب ہوں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو جواب دوں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں اور اس کو معاف کر دوں؟ خدا ایسا کہتا رہتا ہے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔

(صحیح مسلم:758)

تو مسئلہ بس خدا کی رحمت کا انکار کرنے میں ہے اور اسے اصلاً تسلیم نہ کرنے میں ہے۔ جب خدا خود اپنی مغفرت کا اعلان کر رہا ہے ہر ایک کے لیے، تو مسئلہ اس شخص میں ہے جو اسے حاصل نہیں کرتا، یہ کمی خدا کی رحمت میں نہیں ہے۔ جیسے کہ اگر آپ کو پیسوں کی شدید ضرورت ہو اور کوئی آپ کو وہ پیسے دینے پر رضا مند بھی ہو لیکن آپ اس سے پیسے نا لیں لیکن یہ رونا روتے رہیں کہ آپ کو پیسوں کی شدید ضرورت ہے، تو ایسے شخص کو سوائے احمق کے اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ حارث دوسروں کو بھی رحمت کے حصول سے روک رہا ہے اور انہیں جہنم کی طرف لے جا رہا ہے، جیسا کہ محاورہ ہے کہ ہم تو ڈوبے ہیں صنم تمہیں بھی لے ڈوبیں گے۔ اللہ تعالی ان لوگوں کا ذکر قرآن میں کرتا ہے جو جہنم میں جائیں گے اور انکے جہنم جانے کا سبب بہت دلچسپ ہے کہ وہ کہیں گے: ہم فضول باتیں کیا کرتے تھے۔74:45

یعنی وہ کہیں گے کہ ہم ایسی باتیں کرتے تھے کہ جن کا ہمیں علم ہی نہیں تھا۔اس کا مطلب جب بھی کوئی گمراہ ہوتا تھا تو ہم بھی اسکے ساتھ بہک جاتے تھے، اور یہ صورتِ حال ایک لمحہءفکریہ ہے۔ بہت سے لوگ خدا کے متعلق بغیر علم کے گفتگو کرتے ہیں، اسی وجہ سے اللہ نے ہمیں پہلے ہی بتا دیا کہ ان لوگوں کی قیاس آرائیوں کی پیروی نہ کرنا کیونکہ آخرت کے دن یہ تم سے لاتعلق ہو جائیں گے اور تم اکیلے رہ جاؤ گے کہ انہیں میرے متعلق کوئی علم نہیں تھا اور نہ ہی میرے احکامات کا اور تمہیں بھی انھوں نے ایسا ہی گمراہ بنا دیا۔

حارث صاحب علامہ بننے کی کوشش کرتے ہوئے:

اس باب کے آخری حصے پر تبصرہ کرتا ہوں۔ حارث صاحب علامہ بننے کی کوشش کرتے ہیں اور بہت دفعہ قرآن وحدیث کی اپنی طرف سے تشریح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن معاملہ یہیں نہیں رکتا، بلکہ موصوف اپنے آپ کو بین المذاہب کا عالم باور کرواتے ہیں کہ جب وہ کہتے ہیں کہ قرآن نے پیغمبر لوط علیہ السلام اور انکی بیٹیوں کے متعلق بائبل سے واقعہ چوری

کیا ہے، اور اس کا ثبوت دینے کے لیے موصوف کہتے ہیں کہ لوط علیہ السلام کی بیٹیوں نے انہیں نشے میں کیا اور انکے ساتھ دو دن لگا تار جنسی تعلق قائم کیا۔ (پیدائش 19:30-38)

حالانکہ اسلام میں یہ باقاعدہ توہین ہے پیغمبر کی، کہ ان کی طرف ایسے واقعات کی نسبت کی جائے اور ایسا کچھ بھی قرآن میں ذکر نہیں ہوا جو کہ واضح ثبوت ہے قرآن کسی کی نقل نہیں۔ میں کہوں گا حارث کو اب چاہیے کہ بڑا ہو جائے اور گوگل کی دنیا سے باہر نکل آئے۔ میں سو فیصد یقین سے کہتا ہوں کہ اس نے قرآن یا بائبل کا کچھ حصہ بھی خود سے نہیں پڑھا۔ بس گوگل کیا اور لکھ دیا، یہ جانے بغیر کے دونوں کتابیں واقعہ کو کس طرح بیان کرتی ہیں۔ مزید یہ کہ اس نے پیغمبر لوط علیہ السلام پر بھی جھوٹ باندھا، کہ انھوں نے اپنی بیٹیوں کو ریپ کے لیے پیش کیا تھا، حالانکہ انھوں نے ان ہم جنس پرست لوگوں کو اپنی بیٹیوں سے شادی کرنے کی پیشکش کی تھی۔

دوسری بات، حارث صاحب ایک مضحکہ خیز بات لکھتے ہیں۔ جب قرآن پچھلی قوموں پر عذاب نازل ہونے کی بات کرتا ہے تو حارث صاحب تبصرہ کرتے ہیں کہ ان مقامات پر کوئی آتش فشاں نہ تھے کہ جو تباہی کا سبب بنتے۔ جناب! قرآن نے یہ دعویٰ کہاں کیا ہے کہ ادھر کوئی آتش فشاں تھے جن کے پھٹنے سے ان لوگوں کو سزا ملی؟ قرآن دوٹوک کہتا ہے کہ سزا لوگوں پر نازل ہوئی تھی اور خدا کو کسی مادی مدد کی ضرورت ہی نہیں ہے، پہلے سے موجود سزاؤں کی تو بات چھوڑ ہی دو۔ یہ بالکل واضح ہے کہ عذاب بالکل نئے سرے سے آیا تھا اور سزا کے بعد چلا گیا تھا۔

اور ہاں خدا خود لوگوں کو ہدایت دینے نہیں آتا بلکہ وہ پیغمبر بھیجتا ہے لوگوں کی طرف، وہ لوگوں کی مکمل نگرانی رکھتا ہے کہ ہر چیز اعمال نامے میں درج ہوتی ہے جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے، لیکن وہ لوگوں پر جبر نہیں کرتا کہ اس کی بات تسلیم کریں بس سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ اسی وجہ سے سزا اور جزا کا پورا نظام ہے۔ اگر خدا لوگوں پر جبر کرتا کہ وہ چیزیں تسلیم کریں تو اسے تسلیم کرنے کا کوئی انعام نہ ہوتا اور اس کا انکار کرنے کی کوئی سزا نہ ہوتی، اور یہی تو تخلیق کا مقصد تھا جسے حارث بار بار سمجھنے سے قاصر رہتا ہے، کہ دنیا کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اگر یہ سب کام جبری ہوتا، لیکن

یہ بات معقول ہے کہ آپ کو اختیار دیا گیا ہے اور جو راستہ آپ اختیار کرتے ہیں تو یہی اصل امتحان اور زندگی کا مقصد ہے۔

کیا کوئی جادوئی چھڑی ہے جس نے دنیا بنادی؟

جب بندہ اپنے ہوش وحواس کھودے تو وہ بکواس ہی کرتا ہے۔ میں حارث پر ایسا کوئی تبصرہ نہیں کروں گا بلکہ لوگوں پر اس کا فیصلہ چھوڑ دوں گا۔ لیکن میں لوگوں سے یہ ضرور گزارش کروں گا کہ وہ دیکھیں کہ حارث کی بات کا کوئی تُک بھی ہے یا نہیں۔ حارث جب بھی خدا کی تخلیق کی بات کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ سب ایک جادوئی چھڑی سے بنا ہے۔ حالانکہ نہ ہی مذہبی کتاب ایسا کہتی ہے اور نہ ہی کوئی مسلمان عالمِ دین ایسا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ تو اللہ کی صفت ہے الخالق یعنی بنانے والا، جو بتاتی ہے کہ اس نے ہر چیز بنائی ہے اپنی قدرت سے، یعنی اللہ کی طاقت جو ہر چیز کا احاطہ کرتی ہے۔ خدا نے جادو حرام قرار دیا ہے اور اس کی قدرت کو جادو کہنا جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ یہ اسی طرح ہے کہ کہا جائے کہ گاڑی ایک جادوئی چھڑی سے بنائی گئی ہے جبکہ اسے ایک کمپنی نے مشینوں اور روبوٹز کے ذریعے بنایا ہے۔ آپ ایسے شخص کے بارے میں کیا کہیں گے کہ گاڑی ایک جادوئی چھڑی سے بنائی گئی ہے؟ عقل مند یا پاگل۔ ظاہر ہے یہ پاگل پن ہے۔

محض بکواس:

حارث صاحب جبکہ ایک مرتبہ پھر کوئی منطقی دلیل دینے سے عاجز ہو گئے تو انھوں نے بچوں کے ساتھ ریپ کی بحث چھیڑ دی اور اس کا ذمہ دار خدا کو قرار دے دیا، موصوف آزادیِ ارادہ (Free Will) کے متعلق بھی لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے رہے۔ حالانکہ اس کا کوئی منطقی جواب نہ دے سکے۔ اگر آپ نے اپنے آپ کو بس مطمئن کرنے کے لیے لکھ دیا ہے تو اس کا مطلب آپ نے اس کا کافی شافی رد کر دیا ہے؟ لیکن صاحب یہ بھول گئے کہ انہیں اپنی بات کی تائید میں کوئی دلیل بھی دینی تھی، صرف نام لینے یا لفظ لکھنے سے کام نہیں چلے گا۔ تمام خدا پر ایمان لانے والے اور مسلمان آزادی ارادے کے عقیدے پر یقین رکھتے ہیں اور یہ بھی اس بات کی

دلیل ہے کہ دنیا میں مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلم ہیں، تو خدا لوگوں کو مجبور نہیں کر رہا مسلمان بننے کے لیے کیونکہ اس نے انہیں ارادے کی آزادی دی ہے۔ خدا نے لوگوں کو ذمہ داری دی ہے کہ وہ اپنی اصلاح کریں، اپنے معاشروں کی، اور ان ذمہ داریوں کو بہتر طریقے سے نبھائیں جو خدا نے ان پر ڈالی ہیں۔ ظاہر ہے خدا بھی یہ ذمہ داریاں نبھاتا ہے لوگوں کے لیے، اگر وہ بعض اوقات لوگوں کو غفلت سے جگا بھی دیتا ہے کسی حادثے یا کسی اور چیز کے ذریعے تو اس کے پاس مکمل حق ہے ایسا کرنے کا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی غیر ذمہ دار یا لاپروا خدا نہیں بلکہ اس نے فیصلہ کرنے کا ایک دن مقرر کر رکھا ہے لیکن اسکے باوجود وہ کبھی کبھی لوگوں کو جھٹکے دیتا ہے تاکہ وہ جہالت کا راستہ چھوڑ دیں۔ یہ تو اس کی رحمت کی دلیل ہے کہ وہ ابھی تک لوگوں کی مدد کر رہا ہے تاکہ ان کو احساس دلائے صحیح راستے کے بارے میں، باوجود انہیں ارادے کی آزادی دینے کے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے گناہوں کی ذمہ داری خدا پر ڈال کر اور پھر اسکے نام پر بکواس نہیں کر سکتے۔

ملحدین کے ساتھ کچھ مزید مسائل:

ہمیشہ روتے رہنا:

آپ ملحدین کو ہمیشہ شکایت کرتے ہی دیکھیں گے کہ خدا نے دن اور رات کیوں بنائے، کیوں صرف دن اور رات ہی ہے، اور کیوں صرف 8 سیارے ہمارے سولر سسٹم میں ہیں، ہمارے سر پر بال کیوں ہیں؟ چاند کیوں ہے؟ سورج کیوں ہے؟ کیوں خدا نے دو سورج نہیں بنائے، کیوں ہم بھاگتے نہیں بلکہ چلتے ہیں، کالے اور گورے لوگ کیوں ہیں صرف سانولے لوگ ہونے چاہئیں۔ جی ہاں انکی باتیں اسی طرح بکواس ہوتی ہیں۔ اب یہاں حارث صاحب کا کہنا ہے کہ خدا نے بیماریاں کیوں بنائی ہیں؟ جناب تا کہ آپ کو صحت اور تندرستی کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے، جیسا کہ تاریکی محض روشنی کی عدم موجودگی کا نام ہے، آپ خدا کی نعمتوں کا تب تک احساس نہیں کرتے جب تک آپ بیمار نہیں ہوتے۔ مزید یہ کہ وہ نہایت رحم کرنے والا ہے تو وہ آپ کو بیمار کر کے آپ کے گناہ معاف کرتا ہے (بخاری، مسلم)، یہ طریقے ہیں آپ کو واپس سیدھے راستے پر لانے کے اور توبہ کروانے کے، خدا کو زیادہ لوگ حالتِ بیماری میں پکارتے ہیں بہ نسبت صحت و تندرستی کے، یہ لوگوں کی فطرت ہے کہ خداوندِ عالم کو صرف مصیبت کے وقت پکارتے ہیں۔ اور ہاں خدا نے لوگوں کو بے خطا نہیں بنایا اور نا ہی ہم سے ایسا کوئی مطالبہ کیا ہے، اس نے ہم سے بس اپنی تصدیق کا مطالبہ کیا ہے اور یہ ہم ایمانداری اور سچی لگن سے اس کے احکامات کی پیروی کی کوشش کریں۔ اگر ہم کوتاہی کا شکار ہوں تو وہ **التواب** ہے یعنی توبہ کو قبول کرنے والا، تو آپ اس سے آسانی سے معافی مانگ سکتے ہیں اور وہ معاف کرے گا، جیسا کہ میں نے کہا یہ صرف اخلاص کے ساتھ اس کا اعتراف کرنے کا معاملہ ہے۔

خدا نے مشکلات پیدا کی ہیں بشمول بیماریوں کے تاکہ ہمیں اس آسانی کا احساس ہوجائے جو اللہ نے ہمیں بطور نعمت عطا کی ہے اور اس کے باوجود ہم اسے کچھ نہیں سمجھتے جب تک ہمارا سامنا مشکلات سے نہ ہو۔ میں بذاتِ خود ڈاکٹر ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ لوگ روحانی طور پر زیادہ جلدی شفایاب ہوتے ہیں بہ نسبت جسمانی علاج کے۔ لیکن پھر بھی یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے کہ جسمانی علاج بھی کیا جائے اور ہم ایسا کرتے بھی ہے۔ آپ ﷺ حجامہ سے علاج کیا کرتے تھے جس کی سائنس آج بھی معترف ہے اور وہ ایک جسمانی علاج ہی ہے۔ تو یہ ہمارے نبی ﷺ کی سنت ہے حارث کی قیاس آرائیاں نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پہلے اونٹ باندھو پھر توکل کرو۔ (ترمذی: 2517)

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں پہلے اپنی احتیاطی تدابیر اور اسباب کو اختیار کرنا ہے اور اس کے بعد نتائج اللہ کے سپرد کر دینے ہیں۔ اس خوبصورت عمل کو اسلام میں توکل کا نام دیا گیا ہے۔ اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ حارث خود مسلمان تھا اور اسکے باوجود اسلام کے متعلق جھوٹ بولتا ہے کہ خدا نے اس سے چوبیس گھنٹے اور ہفتے کے ساتوں دن یعنی ہر لمحے عبادت کا مطالبہ کیا ہے جبکہ خدا نے صرف دن میں پانچ مرتبہ عبادت کا حکم دیا ہے جس کی ادائیگی میں ایک گھنٹے کا وقت بھی نہیں لگتا۔

خدا نے اپنی تخلیق کے دلائل آپ کے اردگرد ہر جگہ دیئے ہیں، اگر آپ ان سے آنکھیں بند کرلیں تو اس میں خدا کا کوئی قصور نہیں۔ اگر یہ یقین رکھا جائے کہ کمپیوٹر کو تو کسی نے بنایا ہے لیکن دنیا خود بخود بن گئی تو یہ پھر آپ کی نفرت اور تعصب کے سوا کچھ نہیں۔ اس نے اپنی وحی دنیا کے سب سے بہترین آدمی محمد ﷺ کی طرف بھیجی کہ جن کے دشمن بھی انہیں صادق اور امین کہتے تھے۔ تو حارث کون ہوتا ہے کہ آج کھڑا ہو کر ان کی طرف اُنگلی اُٹھائے اپنی جہالت کی بنیاد پر۔ اور ہاں عربی سب سے زیادہ جامع اور وسیع زبان ہے عربوں کو اہل زبان کہا جاتا تھا اور عجمیوں کو گونگا، عربی کی وسعت و جامعیت کی وجہ سے۔ تو قرآن کے معانی کو سمجھنے کے لیے تمہیں اسے سیکھنا

پڑے گا کہ یہ کس کی طرف نازل کیا گیا (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کی احادیث میں کیا مذکور ہیں۔قرآن اب ابد تک کے مسائل کا حل ہے، اب کسی نئے پیغام کی ضرورت نہیں۔ ہاں البتہ اجتہاد کیا جا سکتا ہے کسی نئے پیش آنے والے مسئلے میں البتہ پیغام کام ہے۔صرف اسے سمجھنے کی ضرورت ہے اور جہالت کو چھوڑنے کی ضرورت ہے۔



چھٹا باب: رحمۃ اللعالمین کا کردار

پیارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

دوسروں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرو۔ (صحیح بخاری:13)

کسی کو اپنی زبان اور ہاتھ سے نقصان نا پہنچاؤ۔ (صحیح بخاری:10)

تم میں سے بہترین وہ ہے جو اخلاق میں سب سے بہتر ہو۔ (صحیح بخاری:3559)

شیخ القرآن والحدیث حافظ مولانا حضرت حارث سلطان اب مسلمانوں کو بتائیں گے ان کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار کے متعلق؟ یہ ایسا ہی ہے کہ کہا جائے کہ میں آئن اسٹائن کو فزکس سکھاؤں گا، وہ فزکس سے جاہل ہے۔

رحم دل:

اس سے پہلے کہ میں اسلام کے پیغمبرِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کروں میں ان الزامات کا جائزہ لینا چاہوں گا جو حارث نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لگائے ہیں۔ حارث نے ایک بوڑھی عورت کی کہانی پیش کی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر کچرا پھینکا کرتی تھی اور اس نے کہا یہ ضعیف ہے، اور ایسا ہے بھی۔ لیکن یہاں سے ہمیں حارث کے طریقہ کار کا پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی غیر ثابت چیز لوگوں کے سامنے پیش کی جائے تو انہیں دھچکا لگنا چاہیے، انہیں یہ محسوس کرنا چاہیے کہ انہیں ذلیل کیا گیا ہے، دھوکا دیا گیا ہے، اور ان سے جھوٹ بولا گیا ہے، جو کہ بالکل صحیح ہے۔ بس میری گذارش ہے لوگوں سے کہ اس بات کو ذہن میں رکھیں اور دیکھتے جایئے حارث نے آپ کے ساتھ کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

حارث کے بقول نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے پہلے سیاسی شکار بننے والے شاعر

تھے جس کے متعلق اس نے کچھ مثالیں بھی دی ہیں۔پہلی بات تو میں عرب معاشرے کی صورت حال واضح کرنا چاہوں گا کہ شعرأ کو اس زمانے میں سب سے زیادہ ذہین تصور کیا جاتا تھا۔اوران میں سے بھی سات شاعروں کا نام سرفہرست ہے، باقی عرب شاعروں کے مقابلے میں جو''السبع المعلقات'' کے نام سے مشہور ہیں یعنی لٹکائے ہوئے۔انکے دیوان خانہ کعبہ میں لٹکے ہوتے تھے ان کے بے انتہاء احترام میں۔اوران ساتوں میں سے کوئی ایک بھی مسلمان نہ تھا۔

اگر اس وقت واقعتاً کوئی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مضبوط حریف ہوسکتا تھا تو وہ یہ سات شاعر ہوتے۔لیکن کیا ہوا؟ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے ساتھ کچھ کیا؟ کیا کبھی انہیں نقصان پہچانے کی کوشش کی؟ ہرگز نہیں۔تو سب سے پہلے تو حارث کا بیانیہ اپنی موت خود مرجاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیاسی شکار شعرأ تھے۔

دوسری بات، پھران واقعات کا کیا جواب ہے جو حارث نے پیش کیئے؟ تو اس سے پہلے کہ میں حارث کی خیانت پیش کروں، ایک مرتبہ پھر دہراتا چلوں کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مقابل شعرأ کو مارنا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھران شعرأ کا خاتمہ کرواتے جو سب سے زیادہ اُونچے درجے کے تھے نہ کہ ان عام شاعروں کے کہ جن کا معاشرے میں کوئی مقام یا پہچان نہیں تھی۔نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا مقام کیوں نیچا کرواتے کہ جب سب سے بہترین مانے جانے والے شعرأ بھی آپ کی دعوت کے مقابلے میں کوئی جواب نہ دے سکے۔اب آتے ہیں نضر بن الحارث کی طرف، حارث کا کہنا ہے کہ نضر کا دعویٰ تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ بہتر لکھ سکتا ہے جبکہ نضر نے کبھی کچھ لکھا نہیں۔نضر کے دعوے پر تب غور کیا جاتا جب اس نے کچھ لکھا ہوتا لیکن اس نے کچھ نہیں لکھا۔اس سے مجھے حارث کے دعوے یاد آ گئے کہ موصوف نے دعوے تو اپنے متعلق بہت سے کیے لیکن کبھی کچھ ثابت نہ کرسکے۔اسی طرح نضر بھی بس لوگوں کی توجہ سمیٹنا چاہتا تھا یہ کہہ کر کہ وہ قرآن سے زیادہ بہتر کلام پیش کرسکتا ہے لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور قرآن کا اس سے متعلق چیلنج اپنی جگہ برقرار ہے کہ:

اگر تم شک میں ہو اس سے متعلق جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا۔ تو ایک سورت اس جیسی لے آؤ اور اللہ کے علاوہ اپنے گواہوں (مددگاروں) کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو تو۔ 2:23

تو نضر نہیں بلکہ خود قرآن نے یہ چیلنج دیا ہے۔ کسی بھی زمانے کا کوئی بھی عظیم اور ذہین ترین انسان اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکا، اگلوتے نضر کو تو رہنے ہی دیں۔ لیکن حارث نے جو نکتہ اُٹھایا ہے بالکل خیانت پر مبنی ہے۔ اس نے جنگی حالات وواقعات کو ایسے پیش کیا ہے کہ جیسے کسی بے گنہہ پر ظلم کیا گیا ہو جبکہ جنگ میں دونوں طرف سے قتل وغارت کا سماں ہوتا ہے، تو بدر میں کیا ہوا تھا کیا نبی کریم ﷺ نے کفار پر حملہ کیا تھا یا اُلٹا کفار حملہ کرنے آئے تھے نضر اور عقبہ بن ابی معیط کے ساتھ؟ یہی وہ حارث کی خیانت ہے کہ وہ نبی ﷺ کے دفاعی عمل کو ایسے پیش کر رہا ہے کہ جیسے آپ نے آگے بڑھ کر کسی بے گنہہ کو مارا ہو جیسے کہ وہ ان ہی غیر متعلقہ لوگوں کو مارنے گئے تھے۔ جب نضر اور عقبہ مسلمانوں اور نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے آئے، وہ نبی ﷺ اور مسلمانوں پر حملہ کرنے ہی والے تھے تو نبی ﷺ کیا کہتے اس وقت صحابہ کو کہ حملہ نہ کرو اور انہیں قتل کرنے دو؟۔

اگر نبی ﷺ کو یہی طرز اپنانا ہوتی کہ اپنے مخالفین کو قتل کروائیں تو وہ ان لوگوں کے قتل سے شروع کرواتے جن کو نبی ﷺ سے زیادہ غرض تھی اور وہ زیادہ متعلقہ تھے، لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا یہاں تک کہ جب آپ کے پاس ساری طاقت آ گئی تب بھی ایسا نہ کیا۔ میں ایسے واقعات پر اسلامی موقف کو بھی واضح کرونگا لیکن اس سے پہلے حارث کی ایک بات آپ کے سامنے پیش کرنا چاہوں گا جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ وہ کس قدر جھوٹا شخص ہے۔ حارث کہتا ہے:

نضر کے قتل کے بعد تو قتل وغارت کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا جہاں نبی ﷺ نے منظم طور پر اپنے تمام مخالفین اور ناقدین کے منہ بند کر دیئے تشدد کے ذریعے۔

پہلی بات تو حارث نے جنگی واقعہ کو پیش کر کے تحریف کی ہے۔ جو لوگ آپ سے جنگ

لڑنے آتے ہیں وہ بے گنہہ نہیں ہوتے۔ دوسری بات معاملہ یہیں تک نہیں رک جاتا اس نے اپنی کتاب کا سب سے بڑا جھوٹ یہاں بولا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے تمام مخالفین اور ناقدین کے منہ بند کروائے تھے تشدد کے ذریعے۔ میں نے اپنی زندگی میں اس سے بڑا جھوٹ نہیں سنا۔ اب جانتے ہیں کہ یہ سب جھوٹ کیسے ہے۔

نبی کریم ﷺ کی رحمت کے چند واقعات:

نبی ﷺ نے اپنی ساری زندگی اس طرح کی رحم دلی کے کاموں میں گزار دی روز مرہ کی بنیادوں پر۔ ہمیں کسی من گھڑت کہانیوں کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ انکی حیاتِ طیبہ کے بے شمار صحیح واقعات موجود ہیں جو آپ ﷺ کی رحم دلی پر دلالت کرتے ہیں۔ میں بس چند کا ہی ذکر کروں گا قارئین کے سامنے جس سے نبی ﷺ کی انسانیت کے ساتھ رحم دلی واضح ہو جائے گی۔ میں بس قارئین سے التماس کروں گا کہ ان واقعات کو پڑھتے وقت یہ ضرور سوچیں کہ حارث نے ان واقعات کو کیوں نہیں ذکر کیا، اگر وہ گوگل کا استعمال خراب باتوں کو ڈھونڈنے میں کرسکتا ہے تو وہ گوگل کو سچ جاننے کے لیے کیوں نہیں استعمال کرسکتا؟ جس سے حارث کا پروپیگنڈہ اور بدنیتی ظاہر ہو جاتی ہے۔

ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ:

ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے دشمن تھے، وہ اپنے قبیلے سے اس نیت سے نکلے تھے کہ نبی ﷺ کو قتل کر دینگے۔ جب وہ ایسا نہیں کر سکے تو انھوں نے نبی ﷺ کے بعض صحابہ کو قتل کر دیا۔ بالآخر ثمامہ کو گرفتار کر لیا گیا اور مسجدِ نبوی لے جایا گیا نبی ﷺ کے سامنے اور آپ ﷺ کے پاس پورا موقع تھا کہ اسکے ساتھ جو چاہتے کر سکتے تھے، یہ بھی جانتے تھے کہ اس نے صحابہ کو قتل کیا ہے، لہٰذا اسے قتل کرنے کا بھی حق رکھتے تھے۔ نبی ﷺ نے اس کا خیال رکھا اور وہی کھانا پیش کیا جو خود کھاتے تھے۔ بلکہ صرف یہی نہیں نبی ﷺ جو ایک علاقے کے حکمران تھے ثمامہ کو معاف کر دیتے ہیں اور رہا کر دیتے ہیں۔ نبی ﷺ کی اس قدر

شفقت ورحمت دیکھ کر ثمامہ واپس آتے ہیں اور اسلام قبول کر لیتے ہیں۔(صحیح بخاری: 4372)

میں حارث سے پوچھنا چاہوں گا کہ جس کا کہنا ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وجہ سے محبت کی تھی کہ وہ بوڑھی عورت کا کچرا پھینکنے والا واقعہ سنا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے معاف کر دیا تھا، تو بھئی وہ تو صرف کچرا تھا، لیکن یہ اس قدر رحم دلی پر مبنی واقعہ ہے اس نے کیوں حارث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت پر مجبور نہیں کیا؟ ایسی رحمت کے جس کی تاریخ میں کوئی مثال اور گواہی نہیں ملتی، جس نے اسلام کے دشمن تک کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والا بنا دیا اور اسلام قبول کرنے پر آمادہ کر دیا، اگر ایک ایسا دشمن جو قتل کرنے کی نیت سے آیا تھا ایسا کر سکتا ہے تو حارث ایسا کیوں نہیں کر سکتا؟۔

سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ:

سراقہ بن مالک جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مال کی لالچ میں قتل کرنے آئے تھے، جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچنے ہی والے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتہ چل گیا کہ یہ شخص بری نیت سے مجھے قتل کرنے آ رہا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ سراقہ نے ایک مرتبہ پھر قریب آنے کی کوشش کی لیکن وہ ایسا نہیں کر سکا اور ایسا تین مرتبہ ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تین مرتبہ معاف کر دیا۔ اس قدر رحم دلی دیکھ کر سراقہ مسلمان ہو گئے، کہ جو شخص انہیں قتل کرنے آیا ہے اسے معاف کر دیا اور جانے دیا(صحیح بخاری: 3906)۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحم دلی کے کتنے واقعات حارث جھٹلائے گا؟ یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روزمرہ زندگی کا معمول تھا۔ کیوں حارث نے ان سب کو نظر انداز کیا؟ کیوں اس نے یہ واقعات ذکر نہیں کیے؟ بس ایک وجہ سامنے آتی ہے کہ حارث نے یہ سب تعصب اور جہالت کی وجہ سے کیا۔

وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ:

وحشی جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے پناہ محبت کرتے تھے۔ لیکن جب ایک وقت وحشی کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو اس کو قتل کر دینا چاہیے تھا، ہے ناں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکمل حق تھا قتل کرنے کا کیونکہ آپ کے چچا کو اس نے شہید کیا تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاف کر دیا۔(صحیح بخاری:4072)

میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی بھی رحم دلی کا واقعہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ حارث کو کیوں نہیں جگاتا، کیوں حارث کی آنکھیں نہیں کھولتا۔ کیوں وہ یہ سب نہیں دیکھ سکتا؟ کوئی وجہ سوائے تعصب اور جہالت کے؟۔

طائف کے لوگ:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کی طرف جانے کا عزم کیا تا کہ لوگوں کو اسلام کی طرف بلا سکیں۔لیکن جب وہ وہاں پہنچے تو لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر پھینک کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تشدد کیا اور انہیں بری طرح زخمی کر دیا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کیا؟ انھوں نے ان لوگوں پر بجائے لعنت کرنے کے یا بددعا کرنے کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی، اور یہاں تک کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طاقت میں آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پورا موقع تھا کہ طائف کے لوگوں کا مکمل خاتمہ کر دیں لیکن اُنھوں نے معاف کر دیا، سب کو معاف کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عظیم عمل کے نتیجے میں پورے شہر نے سرداروں سمیت اسلام قبول کر لیا۔

پورا مکہ شہر:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجبور کیا گیا تھا کہ وہ اپنی جائے پیدائش مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر جائیں۔لیکن ایک وقت آیا جب اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پورے عرب پر غلبہ عطا کیا اور واپس مکہ آ گئے اسے فتح کرنے، اس وقت انکے پاس پورا پورا موقع تھا کہ اس سارے ظلم کا بدلہ لیں جو، ان پر مکہ میں 13 سال تک ہوتا رہا۔ وہ آرام سے قتلِ عام کا حکم دے سکتے تھے اور کوئی انہیں روکنے والا نہیں تھا۔لیکن انھوں نے کیا کیا؟ انھوں نے سارے شہر کو معاف کر دیا انہیں پناہ دی کوئی بدلہ نہیں لیا بلکہ اپنے بدترین دشمن ابوسفیان (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) کے گھر کو

امن اور پناہ کی جگہ قرار دے دیا۔(صحیح مسلم:4395)

اس طرح کی رحم دلی تاریخ نے کبھی نہیں دیکھی۔ نبی ﷺ نے انہیں معاف کر دیا جن لوگوں نے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حارث نے ایک اور جو اہم ترین دعویٰ کیا تھا وہ بھی غلط نکلا۔ اگر انہیں اپنے مخالفین سے بدلہ لینا ہوتا، انہیں قتل کرنا ہوتا تو بہت سے ایسے سنہرے مواقع انہیں میسر تھے لیکن انھوں نے کسی بھی موقع پر ایسا نہیں کیا۔ اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنے سے بڑے دشمن کو بھی قتل تو نہ کیا بلکہ معاف بھی کر دیا اور اس سے وہی بات ثابت ہوتی ہے جو میں نے اس باب کے شروع میں کہی کہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین تھے یعنی تمام جہانوں کے لیے رحمت۔ محض جنگی صورتِ حال کے آپ ﷺ نے لڑائی سے احتراز کیا اور جنگ میں بھی آپ ﷺ نے فرمایا:

عورتوں، بچوں اور بوڑھوں، بیماروں کو قتل نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، آباد جگہیں تباہ نہ کرنا، اور کسی جانور کو نہ مارنا الا یہ کہ اسے کھانا ہو۔(الموطا:971)

نبی ﷺ جو درخت کاٹنے کی بھی اجازت نہیں دے رہے اور وہ بھی جنگ میں جہاں زندگی موت کا سوال ہوتا ہے، تو وہ کیسے لوگوں کے خلاف تشدد کی اجازت دے سکتے ہیں۔

قرآن میں ہے:

ترجمہ: جس نے کسی ایک انسان کی جان بچائی، گو یا اس نے پوری انسانیت کی جان بچائی۔ 5:32

تو جس مذہب میں ایک انسان کو مارنا پوری انسانیت کو قتل کرنے کے برابر ہو اور ایک انسان کی جان بچانا پوری انسانیت کی جان بچانے کے برابر ہو، تو وہاں لازمی کسی تشدد پر مبنی جرم کا ارتکاب نہیں کر سکتے انسانوں کے خلاف۔

لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حارث نے یہ سب کیوں نہیں نقل کیا؟ جو چیزیں میں نے نقل کیں، کیا وہ تشدد پر مبنی واقعات تھے یا رحم دلی کی انتہاء کی مثالیں؟ آپ اس پر کوئی بحث نہیں کر سکتے اور نہ ہی اختلاف کر سکتے ہیں کہ یہ بہترین واقعات تھے جو انسانی تاریخ میں پیش

آئے۔حارث ان باتوں کو کیوں نہیں بتاتا اور ان کی حوصلہ افزائی کیوں نہیں کرتا؟ جبکہ ان چیزوں کو آج کی دنیا میں نافذ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے، حارث نے یہ چیزیں کیوں نہ پھیلائیں اور لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی؟ کیا یہ حارث کی اسلام کے خلاف بدنیتی کو واضح نہیں کردیتی اسلام سے تعصب کی وجہ سے۔اس نے بس ادھر ادھر کی باتیں سیاق سے ہٹا کر جمع کرلیں اور انہیں مذہب کی بری چیزوں کا نام دے دیا۔جبکہ اگر میں کچھ دیر کے لیے مان بھی لوں یہ کہ یہ بری چیزیں تھی، تو پھر بھی اس نے مذہب کی اچھی چیزوں کو کیوں نظر انداز کیا اور ان کا ذکر نہ کیا؟ یہ آسانی سے کہہ سکتا تھا کہ مذہبِ اسلام میں بہت سی اچھی چیزیں بھی پائی جاتی ہیں لیکن کچھ چیزوں کو میں سمجھ نہیں پایا تو میں کسی عالم سے ان چیزوں کی وضاحت چاہوں گا اور معاملہ آسانی سے حل ہوجاتا۔لیکن نہیں اس نے ایسا نہیں کیا اپنی بدنیتی کی وجہ سے۔اس کی نیت ہی خراب تھی اسلام کو بدنام کرنے میں اور اپنی نفرت مذہب کے خلاف اُگلنے میں جو اس سے نظم وضبط میں رہنے کا مطالبہ کرتا ہے۔اور یہی ایک وجہ ہے کہ وہ کسی قانون کی پابندی نہیں چاہتا۔لہٰذا وہ مذہب پر اپنی نفرت اُگلتا ہے۔لوگ یہ آسانی سے دیکھ سکتے ہیں کہ یہ واقعات رحم دلی کے تھے یا بے گناہوں پر ظلم سے متعلق تھے۔تحریف کرنا بھی ایک طرح کا جرم ہی ہے فطری طور پر، جسکی ہر لحاظ سے مذمت ہونی چاہیے۔

حارث اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں خود گر گیا:

اب کچھ اہم باتوں کی وضاحت کی طرف آتے ہیں جن کا ذکر حارث نے کیا۔لیکن ذہن میں حارث کے وہ الفاظ ضرور رکھیں جو اس نے کسی من گھڑت کہانی کے پیش کیے جانے پر کہے تھے کہ اس طرح جھوٹی باتیں بتانے سے سننے والوں کو دھچکا لگتا ہے، انکی توہین ہوتی ہے، دھوکا ہوتا ہے اور یہ انکے ساتھ ظلم ہے کہ انہیں من گھڑت واقعات سنائیں جائیں۔اور اب ذرا آئیں اصل بات کی طرف۔

جیسا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوری کائنات کے

لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اللہ تعالی قرآن میں کہتے ہیں:

کہ (اے نبی) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے (اس میں انسان، جنات، جانور وغیرہ سب شامل ہیں)۔ 21:107

نبی ﷺ کی پوری کی پوری زندگی اسی بات کا ثبوت ہے۔ آپ نے ان لوگوں سے کبھی بدلہ نہ لیا جنھوں نے آپ کو نقصان پہنچایا۔ نبی ﷺ کی زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

نبی ﷺ نے نے کبھی اپنی ذات کے لیے بدلہ نہیں لیا، الا یہ کہ اللہ تعالی کی بیان کردہ حدود کی خلاف ورزی کی گئی ہو تو انھوں نے اللہ کے لیے انتقام لیا۔

(صحیح بخاری: 6126، صحیح مسلم: 2327)

یہاں تک کہ انھوں نے اس یہودیہ عورت کو بھی معاف کر دیا جس نے آپ ﷺ کو زہر دیا تھا۔

ایک یہودیہ عورت نے نبی ﷺ کو زہر آلود گوشت لا کر دیا اور آپ ﷺ نے اس کا کچھ حصہ تناول فرمایا، پھر اس عورت کو نبی ﷺ کے پاس پکڑ کر لایا گیا اور سوال کیا گیا کہ کیا آپ ہمیں اسے قتل کرنے کی اجازت دیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔

(صحیح بخاری: 2617، صحیح مسلم: 5834)

حارث یہ چیزی کبھی بھی ذکر نہیں کرے گا ورنہ اسے مرگی کے دوڑے پڑنے لگیں گے۔ بلکہ اسکے برعکس اس نے ایک من گھڑت کہانی پیش کی اسماء بنت مروان کے متعلق۔

یہ روایت اسماء بنت مروان سے متعلق ان جھوٹے لوگوں کی پھیلائی ہوئی ہے، یہ ایک من گھڑت کہانی ہے۔ اس کو القضائی نے مسند الشہاب 856، میں ذکر کیا ہے، خطیب نے تاریخ بغداد 13 / 99 میں اور ابن عساکر نے 51 / 244 میں اور عمر الحربی نے الفوائد 50 میں ذکر کیا ہے اور یہ سب محمد ابن الحجاج اللخمی ابو ابراہیم الواسطی کی سند سے ذکر کرتے ہیں جو مجالد بن سعید سے

روایت کرتا ہے اور وہ الشعبی سے اور الشعبی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

بنوخطبہ کی ایک عورت نے ایک غزل لکھی جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اُڑایا گیا تھا، اور یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری طرف سے اسے کون کافی ہو جائے گا؟ تو ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ کام کروں گا۔۔ وہ عورت کھجور بیچتی تھی تو یہ شخص اس عورت کے پاس گیا اور کہا کیا تمہارے پاس کچھ کھجور ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ اور اس نے اس شخص کو کچھ کھجور دکھائے۔ تو اس نے کہا کہ مجھے اس سے بہتر کھجور چاہئیں ہیں۔ تو وہ عورت اندر کھجور لینے گئی اور وہ شخص بھی اسکے پیچھے گیا اور ادھر اُدھر دیکھا تو اسے ایک میز نظر آئی اور اس شخص نے اس عورت کا سر میز پر تب تک مارا جب تک وہ مر نہیں گئی۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لوٹ کر آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ کی طرف سے بدلہ لے لیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے جو عمل کیا ہے اس عمل کو کوئی نہیں مات دے سکتا۔

یہ عورت اسماء بنت مروان تھی۔ یہ روایت من گھڑت ہے اور اس کی سند موضوع ہے جسے محمد بن الحجاج نے روایت کیا ہے جس کے متعلق امام بخاری نے کہا کہ اس کی روایت قابلِ رد ہے۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں: یہ جھوٹا ہے اور ایک مقام پر فرمایا: یہ قابلِ اعتماد نہیں۔ میزان الاعتدال 3 / 509۔

ابن عدی نے فرمایا: کہ: محمد بن الحجاج نے یہ روایت گھڑی ہے ایک عورت کے متعلق جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کرتی تھی اور اس روایت کے مطابق جب وہ عورت قتل ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ تمہارے اس عمل سے بہتر عمل کوئی نہیں کر سکے گا۔

الموضوعات 3 / 18۔ اس کو شیخ البانی نے بھی الضعیفۃ 6013 میں ذکر کیا ہے اور اسے من گھڑت قرار دیا ہے۔

اس کو واقدی نے المغازی ص 173 پر ذکر کیا ہے اور ان سے القضاعی نے 858 پر نقل کیا ہے کہ:

عبداللہ بن حارث اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اسما بنت مروان بنو اُمیہ بن زیاد سے تھی اور اس کی شادی یزید ابن زیاد الخطمی سے ہوئی تھی۔ وہ نبی ﷺ کی گستاخی کیا کرتی تھی اور اسلام پر تنقید کرتی اور لوگوں کو اسلام کے خلاف بھڑکاتی تھی۔ جب اس کی ان حرکتوں کی خبر عمیر بن عدی بن خرشہ بن امیہ الخطمی تک پہنچی تو اس نے کہا: اے اللہ! میں منت مانتا ہوں اگر مدینہ صحیح سلامت پہنچا تو اسے قتل کروں گا، اس وقت نبی ﷺ بدر کی لڑائی میں مصروف تھے۔ جب نبی ﷺ بدر سے لوٹے تو عمیر بن عدی اس عورت کے پاس آدھی رات کو گئے جب وہ اپنے بچوں کے ساتھ تھی ایک نومولود بچہ بھی تھا جسے وہ دودھ پلا رہی تھی اور انھوں نے اس بچے کو اٹھا کر پھینک دیا اور اپنی تلوار اس عورت کے سینے پر رکھی یہاں تک کہ وہ گردن چیرتی ہوئی باہر نکل گئی۔ پھر وہ واپس آ گئے اور نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ میں فجر کی نماز ادا کی۔ اور جب نبی ﷺ نے فجر کی نماز پڑھ لی تو آپ نے عمیر سے پوچھا کہ کیا تم نے مروان کی بیٹی کو مار ڈالا؟۔ عمیر نے کہا جی ہاں! میرے والد آپ پر فدا ہوں اے اللہ کے رسول۔ عمیر کو ڈر تھا کہ نبی ﷺ اس قتل کی اجازت نہ دیں گے تو عمیر نے پوچھا کہ کیا میرے اوپر کوئی گناہ ہے اس حوالے سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے جو یہ کام کیا ہے اسے کسی کا عمل مات نہیں دے سکتا۔ عمیر کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے یہ الفاظ پہلی مرتبہ سنے اور آپ ﷺ صحابہ کی طرف پلٹ کر کہنے لگے اگر تم ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی تو عمیر بن عدی کو دیکھو۔

یہ ایک بے حیثیت سند ہے۔ امام احمد بن حنبل واقدی کے متعلق فرماتے ہیں جس کا نام محمد بن عمر القادی تھا۔ کہ وہ جھوٹا ہے، حدیثیں گھڑتا ہے۔ امام ابن معین فرماتے ہیں: یہ قابل اعتماد نہیں ہے۔ ایک مقام پر فرمایا: اسکی حدیث نہ لکھی جائے۔ امام بخاری اور ابو حاتم نے کہا یہ متروک ہے۔ ابو حاتم اور امام نسائی نے یہ بھی فرمایا کہ یہ حدیثیں گھڑتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی حدیث عجیب وغریب ہوتی ہے، ابن المدینی کہتے ہیں یہ حدیثیں گھڑتا ہے۔

(میزان الاعتدال 3 / 663)۔

امام نسائی فرماتے ہیں کہ جو کذاب راوی حدیثیں گھڑتے ہیں وہ چار ہیں: ابراہیم بن ابی یحییٰ مدینہ میں، واقدی بغداد میں، مقاتل خراسان میں اور محمد بن سعید شام میں۔

(تہذیب التہذیب 9/163)

تو خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایک بالکل من گھڑت کہانی ہے جس کو حارث نے اپنے مدعی کے لیے سہارا بنایا ہے۔ تو میں آپ کو یاد دلاتا چلوں کہ حارث نے اپنی کتاب میں جھوٹی خبروں کو پیش کرنے اور ان کو پھیلانے کے متعلق اکلوتا صحیح موقف پیش کا ہے تو اب حارث کے اپنے الفاظ میں اور حارث کی کتاب پڑھنے والوں کے الفاظ میں وہی ردعمل نظر آنا چاہیے کہ انکے ساتھ دھوکا کیا گیا، جھوٹ بولا گیا، انکی توہین کی گئی، اور ان کے بھروسے کو پامال کیا گیا۔ مجھے حارث کے حلقے کے لیے اب برا لگ رہا ہے کہ جن کے ساتھ اس نے یہ کہانی سنا کر دھوکا دیا، بداعتمادی کی، جھوٹ بولا اور وہی کام کیا جس کا الزام وہ مذہبیوں کو دیتا ہے۔

حارث کو ایک آخری جھٹکا:

اب میں وہ واقعات نقل کروں گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح کے توہین آمیز رویوں اور تبصروں پر کیا ردعمل دیتے تھے۔ جی ہاں اسلام ایک ایسا مذہب ضرور ہے کہ جو تمیز اور ادب کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور فکری سرگرمیوں کی قدر کرتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص نظریاتی طور پر تو مقابلہ نہ کر پائے لیکن ہرزا سرائی شروع کر دے تو اس کی بھی ایک حد ہے جو پار نہیں کرنی چاہیے اور اسلام بھی اس حد کو پار کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اب دیکھیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح کے واقعات پر کیا ردعمل دیتے تھے۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

اگر کوئی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس طرح کی طنزیہ بات کرتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے کہ اسے زبان و ادب کی صورت میں جواب دیں۔ ایسے ہی کسی موقع پر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو کہا گیا کہ آپ جواب دیں اور اللہ کی مدد شاملِ حال ہوگی جبریل علیہ السلام کے

ذریعے جیسا کہ حدیث میں ذکر ہے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ بتاؤ کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ: اے حسان! میری طرف سے جواب دو اللہ تمہاری روح القدس (جبریل) کے ذریعے مدد کرے گا۔ پھر ابو ہریرہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! ایسا ہی ہے۔ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کہا تھا)۔ (صحیح مسلم:6071)

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو کہ انصاری صحابی تھے یعنی وہ مدینہ سے تھے اور یہ واقعہ تب پیش آیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں طاقت ور تھے۔ تو ان کے لیے تو بہت آسان تھا کہ ایسے شخص کو قتل کرنے کا حکم صادر کر دیں لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ آپ کی تو ایسی شخصیت تھی جو اپنی ذات کے لیے بدلہ لیتی ہی نہیں تھی جیسا کہ حارث نے اس کے برخلاف جھوٹ پر مبنی صورتِ حال پیش کرنے کی کوشش کی، بلکہ وہ تو پوری انسانیت کے لیے سراپائے رحم تھے جس کا ثبوت انھوں نے بار بار دیا۔ یہ حارث کے تابوت میں آخری کیل ہے جس نے تاریخ انسانی کی معزز ترین شخصیت کے خلاف جھوٹ پھیلانے کی کوشش کی۔ اس طرح کی غیر ثابت روایتیں نقل کر کے اور ان پر متکبرانہ تبصرے کر کے حارث کو صرف شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا ہے، ایسی باتیں پیش کر کے کہ جن کا کبھی وقوع ہی نہیں ہوا بس وقت برباد کیا ہے۔

عورت کے درجات ایسے بلند کرنا کہ جسکی مثال نہیں ملتی:

اپنے پچھلے دعوے میں بدترین ناکامی کا شکار ہونے کے بعد حارث نے اس سے بڑا حربہ عورت کارڈ استعمال کیا۔ عورت اسلام میں شہزادی ہے اور اسے ایسا درجہ اسلام نے دیا ہے کہ جیسا درجہ کہیں بھی اسے نہیں ملا اور نہ ہی کہیں اور ملے گا۔ اس کی ابتداء نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عورتوں کے متعلق اس احترام سے ہوئی کہ جو تمام دوسرے مردوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ میں یہ آنے والے صفحات میں ثابت کروں گا لیکن اس سے پہلے حارث کا اس سے متعلق موقف نقل کروں گا اور یہ کہ کس طرح وہ اس مرتبہ بھی خائن اور بددیانت ہی ثابت ہوا ہے ہمیشہ کی طرح۔

چند نکات:

ہم پہلے ہی یہ دیکھ چکے ہیں کہ نبی ﷺ نے امن اور تحمل کے ذریعے حکومت کو حاصل کیا۔اس کا سب سے زیادہ مظاہرہ انھوں نے عورتوں کے متعلق کیا۔انھوں نے خواتین کا احترام کیا اور ان سے محبت کی اور ہمیں بھی اسی احترام اور محبت کی تلقین کی اور ان کی کوتاہیوں سے صرف نظر کرنے کی تعلیم دی۔آپ ﷺ نے یہاں تک تعلیم دی کہ اگر تم انہیں پسند نہیں کرتے تب بھی ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ یہ ایسے ہے کہ شاید تمہیں ان کی کوئی خاص عادت پسند نہ آئے لیکن ان کی دوسری عادتیں اور خصلتیں پسند ہوں تو ان سے نفرت نہ کرو۔اب دیکھتے ہیں کہ اس طرح کی عظیم شخصیت کے متعلق حارث کا کیا کہنا ہے۔

پہلی عظیم ترین خاتون خدیجہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خدیجۃ الکبریٰ کا لقب دیا گیا یعنی اسلام میں عظیم تر خدیجہ۔ یہ آپ کی عظیم صفات کی وجہ سے اور آپ کی خدمات اور اسلام کے ساتھ اخلاص کی وجہ سے۔آپ جنتی عورتوں کی قائد ہیں، سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی اور تاریخِ انسانی کی بہترین عورتوں میں سے ہیں۔تو حارث یقیناً ان کے متعلق کچھ اچھی بات ہی کرے گا۔اور ہاں میں تو بھول گیا کہ میں حارث کی بات کر رہا ہوں جو ہمیشہ اور ہر وقت بکواس ہی کرتا ہے۔تو دیکھتے ہیں کہ کیا کہنا ہے اس کا نبی ﷺ اور ان کی زوجہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق۔

ایسا لگتا ہے کہ حارث صاحب کو کوئی خاص مسئلہ ہے۔اگر کوئی کسی مالدار یا عمر یافتہ خاتون سے شادی کر لے، اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر کسی بھی مالدار یا عمر یافتہ خاتون کی شادی ہی نہیں ہونی چاہیے۔اور اگر اسے اس سے کوئی مسئلہ نہیں تو اس نے ان سب باتوں کا پیچھا کر کے اور ان کا ذکر کر کے یہ کیوں کہا کہ سیدہ خدیجہ اس رشتے میں غالب تھیں، اور یہ سب حارث کو کیسے پتہ چلا؟ حارث نے ایسا دعویٰ کیوں کیا جبکہ وہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں پیش کر سکتا؟ تعصب اور نفرت کے علاوہ کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

حارث کو اس بات کی بڑی فکر لاحق ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی بیوی سے اس قدر محبت کیوں کی کہ ان کی وفات تک کسی سے بھی شادی نہ کی۔ قارئین کرام دیکھیں اس حارث کی حالت کو کبھی اسے متعدد شادیوں پر اعتراض ہوتا ہے اور کبھی یہ اعتراض ہے کہ کسی اور سے شادی کیوں نہ کی؟۔ حارث نے ایسا کیوں کہا؟ تو یہ اپنے نمبر بڑھانا چاہتا تھا کہ اگر نبی ﷺ ایسا کرتے تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا انہیں طلاق دے دیتیں حالانکہ اس احمق کو یہ نہیں معلوم کہ اسلام سے پہلے تو عورتوں کے پاس یہ اختیار ہی نہیں تھا کہ وہ طلاق دے سکتیں۔ [1] یہ بازی بھی ہماری ہوئی۔

حارث:0

ا۔ عمر:

جب حارث صاحب کے پاس کوئی نیا مدعی نہیں بچا اُٹھانے کے لیے تو وہ اپنی کہانی لے کر آ گئے تا کہ مزید کچھ سطریں سیاہ کر دی جائیں، لیکن یہاں بھی بری طرح ناکام ہوئے۔ نبی ﷺ نے سیدہ خدیجہ سے بے انتہاء محبت کی یہاں تک کہ ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایسا لگتا ہے کہ خدیجہ کے علاوہ دنیا میں کوئی عورت ہی نہیں، آپ ہمیشہ انکا ذکر کرتے ہیں کہ جس نے اپنی زیادہ عمر کی وجہ سے دانت تک کھو دیئے اور اسے فوت ہوئے عرصہ ہو گیا، اللہ نے آپ کو اس سے بہتر خاتون عطا کی ہے، تو آپ ﷺ نے جواب دیا: نہیں اللہ نے مجھے اس سے بہتر خاتون عطا نہیں کی، اس نے میرا یقین کیا جب کسی نے میرا یقین نہ کیا، جب مجھے کسی نے کچھ نہ دیا تو اس نے اپنے مال سے میری مدد کی اور اللہ نے مجھے اس سے اولاد عطا کی۔

(بخاری، مناقب الانصار:20)

اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ باوجود دوسری بیویوں سے شادی ہونے کے، نبی ﷺ نے ہمیشہ سیدہ خدیجہ سے محبت کی۔ آپ کی محبت ان کے لیے کبھی کم نہ ہوئی بھلے ہی آپ کو

Esposito, John(2002). What Everyone Needs To Know About

:[1] Islam. Oxford Press.PP80.

بعض سیاسی اغراض کے لیے دوسری شادیاں کرنا پڑیں جیسا کہ آج بھی ہوتا ہے کہ اگر دوسرے قبائل کے ساتھ اچھے تعلقات بنانے ہیں تو سردار کو قبیلے کی لڑکی سے شادی کرنی پڑتی ہے اور ایسا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کیا۔ کچھ شادیوں کی تفصیل آگے بھی آئے گی لیکن اتنی وضاحت سے کم از کم حارث کی بات کی حقیقت سامنے آ گئی۔

دوسری خاتون سودأ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا:

انکے متعلق بہت زیادہ معلومات تو ہمیں نہیں ملتیں، اور جیسا کہ میں وکی پیڈیا پر ایڈیٹر ہوں تو میں ان کے پیج پر گیا اور آپ کو معلوم ہے میں نے وہاں کیا دیکھا؟ حارث نے سوداء رضی اللہ عنہا کے متعلق ساری تفصیل وکی پیڈیا سے کاپی پیسٹ کر رکھی تھی۔ یہ تو مجھے معلوم تھا کہ یہ کبھی اصل مصادر کی طرف رجوع نہیں کرتا لیکن مکمل کاپی پیسٹ دیکھنا کافی دلچسپ تھا۔ کوئی بھی شخص وکی پیڈیا پر جا کر چیک کرسکتا ہے اور اندازہ کرسکتا ہے کہ حارث صاحب کی اسلام کے متعلق عظیم معلومات کے بارے میں۔ کوئی بھی انکے تراجم چیک کرسکتا ہے اسد الغابۃ میں (تراجیم سے مراد یہاں ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ نہیں ہے، لیکن خیر حارث کو ڈھونڈنے دیتے ہیں کہ یہ کیا ہے)۔ خیر جب حارث کو ان چیزوں کا علم ہی نہیں تھا تو اس سے متعلق بات ہی کیوں کی؟ اس شخص کو جب اس عظیم خاتون کے متعلق کچھ لکھنے کو نہیں ملا تو اس نے سیدھا سیدھا کاپی پیسٹ کر دیا، اپنے تعصب کا زہر اُگلنے کے لیے تا کہ اپنی کتاب کا حجم بڑھا سکے۔ اس میں ایک مزاحیہ پہلو بھی نکل آیا کیونکہ میں خود وکی پیڈیا پر ایڈیٹر ہوں اور حارث جس کا بنیادی مصدر ہی وکی پیڈیا ہے تو میرے دماغ میں آیا کہ جب یہ میرا مواد ہی چرا رہا ہے تو میں نے اس کو اگلے دن بدل دیا۔ خیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ نہیں جا سکتے تھے تو آپ نے تمام بیویوں بشمول سودأ سے اجازت طلب کی کہ میں اپنے مرکزی گھر میں رہنا چاہتا ہوں جو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر تھا اور تمام بیویوں نے اجازت دے دی لیکن حارث صاحب کو چودہ سو سال بعد اس پر اعتراض ہو رہا ہے، ہے ناں دلچسپ بات؟۔

تیسری خاتون سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا:

حضرت عائشہ بنت ابی بکر کو'' صدیقہ''یعنی سچی عورت کا لقب ملا تھا۔ آپ نبی ﷺ کی محبوب ترین لوگوں میں شمار کی جاتی تھیں ۔ ایک مرتبہ کسی نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ آپ سب سے زیادہ محبت کس سے کرتے ہیں تو آپ نے جواب دیا:''عائشہ سے''۔
(صحیح بخاری: 3462،صحیح مسلم: 2384)

تو سوال یہ ہے کہ حارث کو کیا ضرورت پڑی ہے اس جوڑے کے درمیان ٹانگ اڑانے کی کہ جہاں دونوں ایک دوسرے سے شدید محبت کرتے ہیں۔ دونوں میاں بیوی نے خوشحال زندگی گزاری، بہت اچھا وقت ساتھ گزارا، دونوں نے ساتھ تفریحی سرگرمیاں سرانجام دیں جیسے کھیل کود، سیکھنا سکھانا، ایک دوسرے سے محبت کی اور ہر اُتار چڑھاؤ میں ایک دوسرے کے ساتھ رہے۔لیکن پھر بھی کسی کو آج مسئلہ ہے کہ وہ کھڑا ہو کر اعتراض کرتا ہے کہ ان کے درمیان یہ برا ہوا تھا، وہ برا ہوا تھا حالانکہ کوئی ایک ضعیف روایت بھی ایسی نہیں کہ جس میں آیا ہو کہ سیدہ عائشہ نبی ﷺ کے ساتھ خوش نہ تھیں ۔ یہ ایسا ہی ہے کہ آج کوئی قابل رشک جوڑا جو ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرتا ہو خوشحال زندگی گزار رہا ہو اور حارث صاحب کھڑے ہو کر بکواس کرنے لگیں کہ دیکھو ان کے درمیان یہ مسئلہ ہو گیا اور وہ ہو گیا، تو ایسی صورت میں آپ حارث کو کیا کہیں گے؟ ایک نادان بچہ جو اپنی زندگی سے خوش نہیں ہے اور ہر جگہ بری چیز ہی دیکھتا ہے اور جہاں سب کچھ اچھا ہو وہاں بھی پوری کوشش کرتا ہے کہ کچھ برا مل جائے مجھے واقعی حارث کے لیے برا لگ رہا ہے۔

اب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک عمر کا مدعی انہیں ملا ہے اس کو بھی دیکھ لیتے ہیں۔

معاشرے اپنی روایات پر چلتے ہیں، معاشرتی رواج اور اقدار کے مطابق چلتے ہیں۔ اور یہ روایات اور اقدار وقت اور جگہ کے حساب سے بدلتی رہتی ہیں۔صورتِ حال اور ماحول مختلف ہوتا ہے، ثقافت تبدیل ہوتی ہے اور دنیا کا کاروبار اسی طرح چلتا ہے۔لیکن فطری طور پر یہ کافی نہ

انصافی اور نہ معقول عمل ہوگا کہ ایک ثقافت کو دوسری جگہ اور زمانے کی ثقافت سے پرکھا جائے۔ اسلام میں شادی کی شرط بلوغت ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ انسان کی عمر کتنی ہے، مجموعی طور پر عمر سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً شادی پر رضا مندی کی عمر برازیل، ارجنٹینا، ٹرینیڈاڈ اور ٹوباگو، فلپائن میں اور ہنگری میں 12 سال ہے، جبکہ درجنوں ممالک میں 13 / 14 سال ہے۔ جبکہ کچھ ممالک میں 16 سال ہے حالانکہ یہ تمام ممالک غیر مسلم ہیں لیکن حارث نے ان پر کبھی اعتراض نہیں کیا۔ یہ ملکی قانون، ثقافت اور اقدار پر مبنی ہوتا ہے کہ وہ کیا عمر طے کرتے ہیں اور اس طے شدہ عمر سے نیچے کی عمر میں شادی کو وہ بچے کے ساتھ شادی یا زیادتی شمار کریں گے۔ جبکہ جن ممالک میں عمر 12 سال ہے وہاں اس میں کوئی قباحت نہیں اور یہ قانونی ہے۔ کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کو اس کا حق ہے لیکن یہاں ہمارے پاس حارث صاحب ہیں جن کا چڑیا جتنا دل ہے اور وہ کوشش کرتے ہیں کہ ایسی ثقافت، علاقے، اور اقدار پر بات کریں جہاں شادی کی کم از کم حد بلوغت ہے جبکہ کسی نے بھی اس دور میں یہاں تک کہ عرب اور نبی ﷺ کے دشمنوں تک نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی عمر پر اعتراض نہیں کیا کیونکہ عربی ثقافت میں کم عمر لڑکیوں سے شادی کرنا بالکل نارمل تھا۔ بلکہ یہ تو اسلام دشمنوں کے پاس سنہری موقع تھا کہ اس بات کو لے کر نبی ﷺ پر اعتراض کرتے۔ اگر آپ نے کوئی نیا کام کیا تھا یا آپ عرب میں اکلوتے شخص تھے جس نے ایسا کچھ کیا تھا، بلکہ تقریباً ہر ایک نے ایسا کیا تھا ایک عام ثقافتی رواج کے مطابق اور یہاں حارث صاحب ہیں جو 1400 سال بعد کھڑے ہو کر اعتراض کر رہے ہیں جبکہ حالات، زمانہ، ثقافت، اقدار اور وقت بہت مختلف ہے۔ آپ اُس زمانے کو آج کے زمانے کے اعتبار سے نہیں پرکھ سکتے بالخصوص جب اُس دور کے کسی شخص کو اس بات پر اعتراض نہیں ہوا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ایک عام اور مقبول عمل تھا۔ تو حارث صاحب کے لیے یہ معاملہ کافی گھمبیر ہو گیا ہے اور صورتِ حال مضحکہ خیز ہے۔

میں چاہتا ہوں حارث ذرا اپنی پسندیدہ جگہ جائے ظاہر ہے کوئی حقیقی جگہ تو نہیں لیکن

گوگل بابا کے پاس اور وہاں ذرا سرچ کریں کہ کیا لڑکیاں 9 سال کی عمر میں بلوغت کو پہنچتی ہیں یا نہیں؟ اس کو میری طرف سے ایک ٹاسک سمجھیں۔ اور ایک اور اہم نقطہ کیا کسی مسلمان کو ایسا کرنا لازمی ہے؟ ظاہر ہے یہ کوئی لازمی چیز نہیں۔ یہ دو خاندانوں کی باہمی رضامندی سے قرار پانے والی چیز ہے تو پھر اسلام میں بھی اس میں کوئی حرج نہیں۔ نبی ﷺ کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے وقت حالات بالکل مختلف تھے، سیدہ عائشہ کے والد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ راضی تھے، ماں راضی تھی، لڑکی خود راضی تھی، سارا عرب راضی تھا لیکن حارث صاحب کو آج اس پر اعتراض ہے، غمگین ہیں، حارث صاحب ایک ہی کام کر سکتے ہیں انہیں چاہیے کہ ڈپریشن کی گولیاں کھا لیں کچھ آرام آ جائے گا۔

ایک آخری بات، حارث نے طبری سے جو روایت نقل کی ہے وہ ضعیف ہے اور ثابت نہیں ہے ان الفاظ کا اضافہ کہ: ''سیدہ عائشہ کو ان کی گود میں بٹھایا اور یہ تمہارے رشتے دار ہیں''۔ یہ الفاظ ثابت شدہ روایت کے متن میں نہیں ہیں۔ قارئیں خود بخاری کی حدیث نمبر 3894 اور مسلم کی حدیث نمبر 1422 میں دیکھ سکتے ہیں۔ حارث صاحب کوئی بھی بات اُٹھائیں گے جو انہیں اسلام کے خلاف ملے گی، وہ ثابت بھی ہے یا نہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور موصوف جھوٹ بولنے سے بھی کوئی پرہیز نہیں کرینگے۔ قارئین کو اب تک تو یہ سمجھ آ ہی گیا ہوگا ویسے۔ اور یہ موصوف سچ بھی چھپاتے ہیں اپنی بدنیتی کی وجہ سے۔ موصوف یہ بھی باور کروانا چاہتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ کو اپنی شادی کا علم نہیں تھا، حالانکہ یہ بھی جھوٹ ہے انہیں اچھے سے علم تھا اور تین سال تک انکی تربیت کی گئی انہیں اچھی غذا دی گئی تاکہ وہ صحت مند ہو جائیں۔ ایک واقعہ سے حارث نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ سیدہ عائشہ بچی تھیں حالانکہ خود ان سے ترمذی کی روایت میں موجود ہے کہ جب لڑکی 9 سال کی عمر کو پہنچ جائے تو وہ عورت بن جاتی ہے۔ (ترمذی:1109)

لیکن حارث یہ باتیں اس لیے نہیں نقل کرے گا کیونکہ وہ اس کے بیانیے سے نہیں ملتیں۔ اصل بات یہ اہمیت رکھتی ہے کہ اُس وقت کے لوگوں نے کیا سوچا تھا نہ کہ یہ کہ آج کون کیا

کہتا ہے؟ کہ اس دور کے لوگ تو کہہ رہے ہیں کہ عائشہ ایک بالغ خاتون تھیں اور حارث صاحب چودہ صدیوں بعد کہہ رہے ہیں کہ وہ بچی ہیں۔ قصہ تمام۔

ایک اھم سوال:

میں ایک حارث کی پیش کردہ ترتیب سے اب ہر ایک معزز اور عظیم عورت کا ذکر نہیں کروں گا۔ حارث کو انکے متعلق کچھ غلط نہیں ملا پھر اس نے اپنی کتاب کے حجم کو بڑھانے کے لیے انکے ناموں سے عنوان قائم کیے تا کہ اپنی کتاب کی فہرست کو دلکش اور علمی ثابت کر سکے۔ بہرحال جو بھی تفصیل سے پڑھے گا، وہ سمجھ جائے گا کہ حارث مکمل طور پر ناکام ہو گیا ہے ان خواتین کے متعلق کچھ بھی ثابت کرنے سے۔ یہاں بھی اس نے ان خواتین کو داغدار کرنے کی کوشش کی جو اسکے نزدیک اس کی دشمن یا حریف ہیں اور اسکے باوجود یہ عورت کارڈ کھیلتا ہے لوگوں کی توجہ سمیٹنے کے لیے۔ یہ یقیناً مسلمان، عیسائی، یہودی خواتین کو داغدار کرنے کا کوئی موقع نہیں چھوڑے گا اور ہمیشہ کچھ نہ کچھ بات کہیں سے بھی من گھڑت لے آئے گا اور یہی تو جنسی بھیڑیوں اور عورت کو کھلونا سمجھنے والوں کا وطیرہ ہوتا ہے۔

موضوع کی طرف واپس آتے ھیں:

موضوع کی طرف پلٹتے ہیں۔ حارث کو چوتھی، پانچویں، اور چھٹی خاتون کے متعلق تو ایسا کچھ خاص نہیں ملا لیکن میں ساتویں خاتون کا ضرور جواب دوں گا کہ جن کے متعلق حارث نے ایک غیر معتبر حوالے سے واقعہ نقل کیا ہے اور اپنی بدنیتی کا بھی اعادہ کیا ہے کہ وہ پیغمبر علیہ السلام کے خلاف کچھ بھی نقل کرے گا چاہے وہ ثابت ہو یا نہ ہو۔ حارث نے غازیہ بنت جابر کا واقعہ نقل کیا ہے جن کی شادی یا طلاق نبی ﷺ سے ثابت نہیں۔ ان کا نام تھا ام شریک غازیہ بنت جابر۔ امام ابن الجوزی نے اپنی کتاب ''صفۃ الصفوۃ'' میں نقل کیا ہے کہ زیادہ تر علماء کا کہنا ہے کہ انھوں نے اپنا رشتہ نبی ﷺ کو دیا تھا، لیکن آپ نے یہ رشتہ قبول نہ کیا اور غازیہ نے وفات تک کسی اور سے شادی نہ کی۔ اس روایت کی بنیاد پر یہاں نبی ﷺ کے طلاق دینے کا کوئی سوال ہی نہیں بنتا

لیکن کیا حارث کو اس سے کوئی فرق پڑتا ہے کہ یہ قصہ ثابت ہی نہیں (اب تو قارئین کو بھی عادت ہو جانی چاہیے (کہ جس شخص کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کیا چیز ثابت ہے اور کیا نہیں، وہ کتاب لکھے گا خدا کے خلاف اور یہ کہ اس کا وجود نہیں؟) یہاں مذاق چل رہا ہے؟۔

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا واقعہ:

ایک دلچسپ بات جو میں نے نوٹ کی کہ حارث نے اس موضوع پر لکھتے ہوئے بالخصوص نبی کریم ﷺ کی پاکباز بیویوں کے متعلق لکھتے وقت طبری کو اپنے بنیادی مصدر کے طور پر پیش کیا ہے۔ لہٰذا میں بتاتا چلوں کہ دراصل طبری ہے کیا، طبری کوئی حدیث کی کتاب نہیں بلکہ تاریخ کی کتاب ہے۔ میں اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں کہ حارث نے اسلام کے دوسرے بنیادی مصدر یعنی حدیث کو بطور مصدر استعمال کیوں نہیں کیا اور تاریخ کی کتابوں کا رخ کیوں کیا، کیونکہ اسے حدیث کی کتابوں میں ایسی کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں ملی تو وہ ان چیزوں کی طرف گیا جنھیں اسلامی معلومات کو جاننے کے حوالے سے سب سے کمزور تصور کیا جاتا ہے۔ اس نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا واقعہ نقل کرتے ہوئے بھی ایسا ہی کیا ہے پہلے تو میں اس واقعہ کی صحت اور ثبوت پر بات کرلوں:

بنیادی طور پر حارث نے یہ قصہ مستشرقین سے نقل کیا ہے جنھوں نے اس کا ترجمہ غلط کیا ہے، لہٰذا حارث نے بھی اس کا ترجمہ غلط ہی پیش کیا ہے۔ اُردو میں ایک محاورہ ہے کہ: نقل کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی ہوا ہے اس معاملے میں حارث کو عربی تو آتی نہیں لہٰذا اسے یہ نہیں معلوم کہ اصلی متن میں کیا لکھا ہے۔ بنیادی طور پر اس واقعہ کی ہر روایت میں جو قابل اعتراض لفظ ہے وہ حاسرۃ جس کا مطلب ہوتا ہے سر کا نہ ڈھکا ہوا ہونا یعنی ننگے سر۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ پورے جسم کا ڈھکا ہوا نہ ہونا۔ اور کس طرح کوئی عورت اپنے گھر میں بغیر کپڑوں کے بیٹھ سکتی ہے؟ تو یہ ترجمہ جان بوجھ کر اس لیے غلط کیا گیا تا کہ کچھ مواد مل جائے لیکن افسوس کہ یہ حربہ بھی ناکام ہی رہا۔

دوسری بات یہ کہ اس کو ابن سعد اور طبری وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ باجود اس کے کہ اس روایت کی ایسی توجیہ اور تشریح کی جاسکتی ہے کہ جس کے بعد اس ہر اعتراض کا کوئی جواز نہیں رہے گا، لیکن حقیقت یہ کہ یہ روایت اوّل تا آخر من گھڑت ہے۔ یہ روایت سند اور متن، روایت اور درایت ہر دو اعتبار سے ہی باطل اور من گھڑت ثابت ہو چکی ہے۔ جہاں تک سند اور صحت کی بات ہے تو اس روایت کا تعلق وادی اور عبداللہ بن عامر اسلمی سے تعلق ہے جو اہل علم کے نزدیک ضعیف اور نا قابل اعتبار ہیں۔ دراصل الواقدی اپنی جھوٹی روایات کی وجہ سے اس قدر بدنام ہے کہ تمام مسلم راویوں میں، وہ شاید اس لحاظ سے کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر آپ حدیث کے ابتدائی طالبِ علم سے بھی پوچھیں کہ روایت میں جھوٹا کون ہے، تو بھی وہ آپ کو الواقدی کا نام ہی بتائے گا۔ چناں چہ یہ واقعہ ایک ایسا شخص بیان کر رہا ہے جو جھوٹی روایات بیان کرنے میں معروف ہے اور ایک اور جھوٹا شخص (حارث سلطان) اس کی تشہیر کر رہا ہے۔ مزید یہ کہ ابن حجر نے اپنی فتح الباری میں، ابن کثیر 69 نے اپنی تفسیر میں، اور زرقانی نے اپنی شرح المواھب [1] میں واضح طور پر بیان کیا ہے کہ یہ روایت بالکل جھوٹی ہے، اور اس کو حق کی توہین سمجھتے ہیں یہاں تک کہ اس کی طرف اشارہ بھی کرتے ہیں۔

میں آپ کو بتاتا چلوں کہ یہ بھی حارث کی کوئی انوکھی یا اپنی ریسرچ نہیں تھی۔ اسلام کے بہت سے ناقدین جیسے ولیم میور نے اس مسئلے کو اُٹھانے کی کوشش کی لیکن بری طرح ناکام رہے۔ لیکن اس سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں تک کہ ولیم میور نے الواقدی کی من گھڑت روایات کو قبول نہیں کیا، کم از کم اس کے پاس سچ کو قبول کرنے کا حوصلہ تھا لیکن حارث سلطان ایک ایسا بے شرم انسان ہے کہ جس کے پاس نہ تو عقل ہے اور نہ ہی کوئی شرم اور ضمیر کے جس کی بنیاد پر وہ سچ قبول کرے۔

اصل واقعہ بہت سادہ سا ہے کہ اللہ نے سورۂ الاحزاب کی چند آیات کی صورت میں

---

[1] تفسیر ابن کثیر: 6/424، فتح الباری 13/411، المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ 2/332

وحی نازل کی کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں، اور اسلام میں بیٹے کی سابقہ بیوی سے شادی جائز نہیں لیکن یہاں منہ بولے بیٹے کے متعلق وضاحت کرنی تھی۔ اور نبی ﷺ نے اپنے منہ بولے بیٹے کی سابقہ بیوی سے شادی کی تھی تو یہ وضاحت کرنی تھی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

اب میں دوسرے حصّے کی جانب بڑھوں گا کیونکہ اس باب میں حارث کے اتنے زیادہ واضح جھوٹے الزامات کے بعد یہاں وقت ضائع کرنا نہیں بنتا۔ مجھے معلوم ہے کہ حارث کی ڈکشنری میں ثابت شدہ اور قابلِ اعتبار جیسے الفاظ نہیں بلکہ وہ ان الفاظ کو پروپیگنڈہ پڑھتا ہے۔ جیسا کہ کسی صحیح روایت میں نہیں ملتا کہ ریحانہ، نبی ﷺ کی بیوی تھیں۔ لیکن اگر ایسا تھا بھی تو کسی بھی عورت کو جس جس کا اس نے ذکر کیا آپس میں کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اسکے باوجود یہ اپنی کتاب کے صفحات بڑھانے کے لیے بس عنوان قائم کرتا گیا، دوپہر کے اُس اخبار کی طرح کہ جس میں صرف سرخیاں ہوتی ہیں (پاکستان میں بدنامِ زمانہ اخبار) اور ان کی کوئی تفصیل نہیں ہوتی اور سرخیاں بھی کتنی سچی ہوتی ہے اس کی بھی کوئی تصدیق نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کی اصل خبر سے مطابقت ہوتی ہے، بس بکواس ہوتی ہے بالکل حارث کی طرح۔

اسلام اور غلامی:

حارث نے پوری کوشش کی اسلام میں غلامی کے تصوّر سے متعلق گمراہ کرنے کی اور ایک مرتبہ پھر اس نے وہ سب پیش نہیں کیا جو اسلام کا موقف ہے، ورنہ خود بخود اس کو جواب مل جاتے۔ اسلام سب سے پہلا مذہب اور نظام ہے جس نے غلامی کی بہت زیادہ حوصلہ شکنی کی ہے۔ اسلام سے پہلے مشرک، رومی، ہندی یہاں تک کہ تمام قابل ذکر سلطنتوں اور ثقافتوں میں Sex Slave یعنی جنسی غلام کا تصوّر موجود تھا۔ ان کے رسم ورواج اور ثقافتوں میں چیز نقش تھی۔ یہ لوگ غلاموں کے ساتھ بدترین سلوک کرتے تھے۔ جبکہ اسلام میں ان کے ساتھ برا سلوک سرے سے ہی حرام ہے۔

دوسری بات، غلام کی ضرورت ہی کیوں ہوتی تھی؟۔ اُس دور میں تنخواہ دار ملازم یا نوکر

نہیں ہوتے تھے اور رواج یہ تھا کہ خادموں کو اسی طرح رکھا جاتا تھا۔ جب کوئی معاشرہ اس دور کے رسم ورواج اور ثقافت پر عمل پیرا ہو تو اس کو آج کے دور کی ثقافت کے مطابق نہیں پرکھا جا سکتا۔ ہمارے پاس آج تنخواہ دار ملازم ہیں اور ان کے پاس یہ نہیں تھے۔ لیکن اس سب کے باوجود اسلام کے نظامِ غلامی اور تصورِ غلامی کی وضاحت ہونی چاہیے جسے میں اب کرنے لگا ہوں:

جب کوئی علاقہ فوج کی جانب سے فتح کیا جاتا ہے تو وہاں کے جو رہائشی لوگ ہوتے ہیں اور جو قید میں آجاتے ہیں اب ان کے ساتھ دو ہی معاملات ہو سکتے ہیں یا تو انہیں مار دیا جائے یا جیل میں ڈال دیا جائے۔ تیسری کوئی صورت نہیں ہو سکتی کیونکہ نرم سے نرم دل حکمران بھی اگر انہیں چھوڑ دے تو وہ معاشرے میں دشمن ہی تصوّر کیے جائیں گے بغیر حقوق کے۔ لیکن اسلام میں کیا ہوتا ہے؟ ان لوگوں کو مسلمان اپنے ساتھ بطور غلام رکھ لیتے ہیں ان کے حقوق کے ساتھ کہ ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائے گا، ان کو کھانا دیا جائے گا، رہائش، تحفظ اور انکی ہر ضرورت پوری کی جائے گی یہاں تک کہ جنسی ضرورت بھی۔ ایسی صورت حال میں کہ جب غلاموں کو جانور سمجھا جاتا تھا، اسلام سے پہلے اب ان کے پاس اپنے حقوق تھے۔ جس کا کچھ خلاصہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

لوگوں کو غلام بنایا جاتا تھا اغوا کر کے، قرض نہ ادا کرنے پر، جبکہ اسلام نے ان تمام صورتوں کو ختم کر دیا اور معاشرے کو چلتا رہنے کے لیے صرف جنگی صورت حال میں غلام بنانے کی اجازت کو باقی رکھا۔ جبکہ اسلام کا بنیادی منشور ہی یہی ہے کہ اس نظام کو ختم کیا جائے جیسا کہ اس پر بیشتر آیات اور احادیث دلالت کرتی ہیں جو کہ مسلمان کو غلام آزاد کرنے کی تلقین کرتی ہیں اور اس کے بدلے بہت اجر و ثواب کا وعدہ کرتی ہیں اور کسی آزاد شخص کو بطور غلام بیچ کر پیسے کمانا تو بالکل حرام ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ تین لوگ ایسے ہوں گے کی جن کا میں مخالف ہوں گا قیامت کے دن اور میں جس کا مخالف ہوں گا اسے ضرور شکست دوں گا (ان میں سے ایک وہ ہوگا) جو کسی آزاد شخص کو بیچ کر پیسے کمائے۔ (صحیح بخاری:2227)

یہ اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ غلامی اسلام میں مجموعی طور پر کوئی پسندیدہ چیز نہیں۔ یہ نہ بھولیں کہ یہ نظام دنیا میں صدیوں تک موجود رہا ہے اور اسلام نے آ کر اس میں بہت بڑی تبدیلیاں پیدا کیں، جسکا نتیجہ یہ نکلا کے غلامی کا نظام آہستہ آہستہ ختم ہو گیا۔ چند واقعات ذکر کرتا ہوں کہ جہاں اسلام نے غلطی کرنے والوں کو غلام آزاد کرنے کا حکم دیا، کفارے کے طور پر اسی طرح غلام آزاد کرنے کا بہت زیادہ ثواب رکھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

ترجمہ: ''اور وہ لوگ جو ظہار کرتے ہیں اپنی بیویوں سے، پھر اپنی بات سے رجوع کرنا چاہتے ہیں، تو ایک غلام آزاد کرنا لازم ہے ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے اور اسی کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ اس سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔'' 3:58

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کی زندگی سے بہت سے واقعات ملتے ہیں جو اسلامی موقف کی وضاحت کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا، جو کہ ایک سیاہ فام غلام تھے۔ اسی طرح نبی ﷺ نے ایک غلام عورت (لونڈی) کے متعلق فرمایا:

''ایک جوان لونڈی کو نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا، جس سے آپ نے سوال کیا کہ اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں۔ پھر آپ نے پوچھا میں کون ہوں؟ اُس نے کہا: اللہ کے پیغمبر۔ تو آپ نے اس کے مالک سے کہا کہ اسے چھوڑ دو یہ ایمان والی ہے'' (صحیح مسلم: 33)

اسی طرح نبی ﷺ نے فرمایا:

''جو کسی غلام کو آزاد کرے گا، اللہ اس کے اعضاء کو آگ سے آزاد کر دے گا کہ اس نے غلام کو آزاد کر دیا۔ (بخاری 2517)

اسی طرح جب بھی نیکیاں کرنے کا ذکر کیا جاتا تو سرفہرست غلام آزاد کرنے کا ذکر ہوتا۔ بلکہ بہت سی غلطیوں کی سزا کے طور پر بھی غلام آزاد کرنے کا حکم تھا جیسا کہ قرآن میں سورہ المجادلہ میں ذکر ہے کہ جہاں شوہر سے غلطی سرزد ہوئی اور اسے غلام آزاد کرنے کا حکم ملا۔

تو اسلام میں غلامی سے متعلقہ ہدایات بہت واضح ہیں۔ اور اسلام اثر اندازی کے

لحاظ سے پہلا مذہب، نظام اور زندگی گزارنے کا طریقہ ثابت ہوا کہ جس نے غلامی کو ختم کرنا شروع کیا۔اور جو تھوڑی بہت غلامی کی صورتیں بچی بھیں تو انکے پاس اپنے حقوق تھے۔اب میں انکے حقوق کا ذکر کرتا ہوں:

انکو مالک جیسے ھی کپڑے اور کھانہ فراھم کرنا:

یادرکھو یہ (غلام بھی) تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری ماتحتی میں دیا ہے، پس اللہ تعالیٰ جس کی ماتحتی میں بھی اس کے بھائی کو رکھے اُسے چاہیے کہ جو وہ کھائے اسے بھی کھلائے اور جو وہ پہنے اسے بھی پہنائے اور اسے ایسا کام کرنے کے لیے نہ کہے، جو اس کے بس میں نہ ہو اگر اسے کوئی ایسا کام کرنے کے لیے کہنا ہی پڑے تو اس کام میں اس کی مدد کرے۔(صحیح بخاری: 6050)

انکے وقار کا تحفظ:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس نے اپنے غلام پر تہمت لگائی حالانکہ غلام اس تہمت سے بَری تھا،تو قیامت کے دن اُسے کوڑے لگائے جائیں گے،سوائے اس کے کہ اس کی بات صحیح ہو۔

(صحیح بخاری: 6858)

ابوعمر زادان کہتے ہیں:

میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں آیا جبکہ انھوں نے ایک غلام کو آزاد کیا تھا۔کہا :انھوں نے زمین سے لکڑی یا کوئی چیز پکڑی اور کہا: اس میں اتنا بھی اَجر نہیں جو اس کے برابر ہو اس کے سوا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے اپنے غلام کو تھپڑ مارا یا اسے زدوکوب کیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کرے'' (اس حکم کو ماننے کا اجر ہو سکتا ہے۔)

(صحیح مسلم: 1657)

انکے ساتھ انصاف سے رھنا اور اچھا برتاؤ کرنا:

روایت ہے کہ ایک مرتبہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک غلام کا کان کھینچا تو اس سے فرمانے لگے کہ بدلے میں تم بھی میرا کان کھینچو۔ غلام نے انکار کردیا لیکن آپ نے اصرار کیا۔ تو غلام آہستہ سے کان کھینچنے لگا تو آپ نے اس سے کہا کہ زور سے کھینچو کہ میں قیامت کے دن سزا نہیں برداشت کرسکتا۔ یہ سن کر غلام کہنے لگا: ''اے میرے مالک! جس دن سے آپ ڈر رہے ہیں میں بھی اُسی دن سے ڈر رہا ہوں۔''

جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنے غلاموں کے ساتھ چلتے تھے تو کوئی ان میں فرق نہیں کر پاتا تھا، کیونکہ نہ وہ ان سے آگے چلتے تھے اور نہ ہی ان سے الگ کپڑے پہنے ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک مقام سے گزرے جہاں غلام کھڑے تھے اور اپنے مالکوں کے ساتھ نہیں کھا رہے تھے۔ آپ غصے میں آگئے اور فرمانے لگے: یہ کیا ہوگیا ہے ان لوگوں کو جو اپنے غلاموں کے ساتھ مطلب پرست ہو گئے ہیں؟ پھر حضرت عمر نے غلاموں کو بلایا اور اُنھوں نے اپنے مالکوں کے ساتھ کھانا کھایا۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ آٹا گوندھ رہے ہیں حالانکہ وہ گورنر تھے۔ اُس شخص نے پوچھا کہ: اے ابوعبداللہ! یہ کیا ہے؟۔ تو آپ نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے غلام کو کسی کام سے بھیجا ہے اور ہم اس سے ایک ساتھ دو کام نہیں کرواسکتے۔ (تلبیس مردود فی قضایا حیۃ: 56)

اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ غلام کو آزاد لوگوں پر برتری حاصل ہو چند اُمور میں:

جہاں تک معاملہ ہے کسی دینی یا دنیاوی معاملے میں مہارت کا، جیسے نماز کی امامت، جیسے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک غلام تھا جو انہیں نماز میں امامت کرواتا تھا۔ یقیناً

مسلمانوں کو حکم ملا ہے کہ بات سنیں اور اطاعت کریں اگر کسی غلام کو ان پر امیر بنا دیا جائے تو۔

غلام اپنے آپ کو آزاد بھی کروا سکتا ہے:

اگر کسی شخص کو کسی بھی وجہ سے غلام بنایا گیا تھا لیکن اب یہ واضح ہو گیا کہ اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی، اپنا ماضی بھلا دیا، اور اب وہ برے کام چھوڑ کر اچھے کام کرنے پر آمادہ ہے، تو کیا یہ جائز ہے کہ اس کی اس گزارش کو مانا جائے کہ اسے اب آزاد کر دیا جائے؟ اسلام کا جواب اس کے متعلق یہ ہے کہ جی ہاں اور کچھ علماء کے ہاں تو ایسا کرنا واجب ہے اور کچھ کے ہاں مستحب (یعنی بہتر یہی ہے)۔ اس کو مکاتبہ یا آزادی کا معاہدہ کہا جاتا ہے غلام اور مالک کے درمیان، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور تمہارے غلاموں میں سے جو لوگ مال دے کر آزادی کی تحریر چاہیں تو انہیں لکھ دو بشرطیکہ ان میں بہتری کے آثار پاؤ، اور انہیں اللہ کے مال میں سے دو جو اس نے تمہیں دیا ہے، اور تمہاری لونڈیاں جو پاک دامن رہنا چاہتی ہیں انہیں دنیا کی زندگی کے فائدہ کی غرض سے زنا پر مجبور نہ کرو، اور جو انہیں مجبور کرے گا تو اللہ ان کے مجبور ہونے کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔''

سورہ النور:33

اس طرح اسلام، انصاف اور اچھائی کے ساتھ غلاموں کے ساتھ برتاو کرتا ہے۔

ان ہدایات اور تعلیمات کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بہت سی صورتوں میں غلام اپنے مالک کا دوست بن جاتا ہے، کچھ صورتوں میں مالک، غلام کو اپنے بیٹے کی طرح بنا لیتا ہے۔ سعد بن ہاشم الخالدی اپنے غلام کے متعلق فرماتے ہیں: یہ غلام نہیں ہے بلکہ یہ تو میرا بیٹا ہے، جسے اللہ نے میری کفالت میں دے دیا ہے۔ اس نے اپنی خدمت سے میری مدد کی، یہ میرا دست، میرا بازو ہے۔

مسلمانوں کا غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا یہ بھی فائدہ ہوا کہ غلام مسلمان خاندانوں کا ہی ایک حصہ بن گئے جیسے کہ وہ ان کے سگے رشتے دار ہوں۔

گستاوے بون اپنی کتاب ''حضارۃ العرب'' (ص:459-460) میں کہتے ہیں:

میں ایمانداری سے سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا غلام بننا کسی اور کا غلام بننے سے بہتر ہے اور یہ کہ مشرق میں غلاموں کی حالت یورپی خادموں سے بھی بہتر ہے، اور یہ کہ مشرق میں غلاموں کو خاندان کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ جو بھی غلام آزاد ہونا چاہتا تھا اپنی خواہش کا اظہار کر دیا کرتا تھا۔

تو رحمتِ عالم حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غلاموں کے معاملے میں بھی سراپا رحمت ثابت ہوئے کہ جن کے ساتھ جانوروں سے زیادہ بدتر سلوک کیا جاتا تھا، انھوں نے انہیں بھی خاندان کا حصہ بنالیا، جہاں وہ روز مار کھاتے تھے، اُنھوں نے غلاموں پر ہاتھ اُٹھانے کو حرام قرار دے دیا اور اسے لازم قرار دے دیا کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور زیادہ بوجھ نہ ڈالے۔ جب انہیں کوئی حقوق نہیں دیئے جا رہے تھے تو انھوں نے غلاموں کو حقوق دیئے کہ لوگوں کو یہ حکم دیا گیا کہ جو خود کھاتے ہیں انہیں بھی ویسا ہی کھانا کھلائیں، رہائش اور کپڑے بھی وہی دیں جو خود استعمال کرتے ہیں۔

اور اب میں اپنے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کچھ مزید روایات کا ذکر کرنا چاہوں گا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی گھر میں اور سفر میں۔ اللہ کی قسم! اُنھوں نے مجھے کبھی کسی چیز کے لیے کچھ نہیں کہا کہ جو میں نے کوئی غلطی کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟، یا میں نے کوئی کام نہیں کیا تو یہ نہیں کہا کہ: تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟۔ ایک اور روایت میں وہ کہتے ہیں: میری غلطیوں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا دیا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری:2768، صحیح مسلم:2309)

ایک مرتبہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور ان سے پوچھا: اے اللہ رسول! ہم کس حد تک اپنے غلاموں کی غلطیاں معاف کریں؟۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے، آدمی نے پھر وہی سوال پوچھا، اور جب تیسری مرتبہ پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا: ایک دن میں ستر

مرتبہ(غلاموں کو معاف کرو)(ترمذی:1949)

تو انکو اہل وعیال کا حصہ بنا لینا یہ زیادہ بہتر تھا بجائے اس کے کہ انہیں معاشرے میں حقیر سمجھا جاتا اور ہر کوئی انہیں حقارت سے دیکھتا اور انہیں معاشرے کے لیے غیر موزوں سمجھتا۔ اسلام نے اس کا بہترین حل پیش کیا یہاں تک کہ اسلام کے مخالفین نے بھی اس کی حوصلہ افزائی کی جیسا کہ میں نے اُوپر ذکر کیا۔

حارث اپنی بے چینی کے علاوہ جھوٹ اور بد دیانتی سے کام لیتا رہا ہے جس کا اندازہ اب قارئین کو بھی ہو گیا ہوگا۔ ایسا شخص جو یہ کہے کہ میں اس بات پر بحث نہیں کروں گا کہ بنو قریظہ پر حملہ کیوں کیا گیا۔ کیونکہ اگر وہ اس بات پر بحث کرے گا کہ ان پر غداری کی وجہ سے حملہ کیا گیا تھا تا کہ ریاست کا حق محفوظ کیا جا سکے، اور جس کو یہ بھی نہیں معلوم کہ غلاموں کے بچوں کو نا جائز نہیں سمجھا جاتا اسلام میں بلکہ بالکل آزاد لوگوں کے بچوں کی طرح سمجھا جاتا ہے کہ جیسے بیوی سے اولاد ہوتی ہے انہی حقوق اور ذمہ داریوں کے ساتھ یہاں تک کہ نسل میں بھی فرق نہیں کیا جاتا، تو ایسا شخص جوان لوگوں کے لیے نا جائز اولاد جیسا گھٹیا لفظ استعمال کر رہا ہے صرف اپنی جہالت کی بنیاد پر ایسے شخص کو پہلی فرصت میں دماغ کے ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے۔

حارث کی بے چینی اور ناکامی:

مجھے حارث کے لیے حقیقت میں بُرا لگا جب اُس نے کہا کہ نبی ﷺ کی میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے متعلق اس نے کہا اس سے متعلق کچھ زیادہ متنازعہ مواد نہیں ہے اور حارث اس سے متعلق مایوس ہوا کہ اسے اس حوالے سے کچھ نہ مل سکا۔ اور اسی طرح سلسلہ چلا، جبکہ حارث نے حضرت حفصہ اور حضرت ماریہ رضی اللہ عنہما کے متعلق ایک ضعیف قصہ پیش کیا جس کا اس نے کوئی حوالہ بھی نہیں دیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ ایک غیر ثابت شدہ واقعہ پیش کر رہا ہے بس اس نے تفسیر کا نام لے لیا۔

جھوٹ کا پلندہ:

قطع نظر اس سے کہ کس طرح حارث اپنے دلائل کی عمارت جھوٹ پر کھڑی کرتا ہے اور پھر میں اس بنیاد کی حقیقت بیان کرتا ہوں اور پھر حارث کا چہرہ بددیانتی کی گرد سے بند ہو جاتا ہے۔لیکن میں اس پر ضرور حیران ہوں کہ اس نے تحقیق کر کے کمزور ترین اور انتہائی جھوٹے حوالے اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کیسے ڈھونڈے، کیا یہ گوگل پر جا کر یہ لکھتا تھا کہ * مجھے اسلام کے خلاف مواد فراہم کرو * یا * مجھے اسلام کے خلاف کچھ بھی لا دو * یا شاید الفاظ مختلف ہوں البتہ نیت تو یہی ہوگی۔ظاہر ہے میں اپنا اور لوگوں کا وقت برباد نہیں کروں گا کہ مجھے اس سطح پر جانا پڑے کہ جھوٹ کو جھوٹ بتانا پڑے، مجھے کتنی مرتبہ یہ کہنا پڑے گا؟ میرا مطلب جب آپ کے پاس کچھ بھی نہ ہو لیکن آپ کو پھر بھی خواتین کا نام استعمال کر کے شہ سرخیاں لگانی ہوں اور یہ تاثر دینا ہو کہ اسلام عورت کے خلاف نفرت پر مبنی ہے، تو آپ صرف جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہو اور کہتے ہو کہ میں مزید اس لیے نہیں لکھ رہا کہ مجھے اس سے متعلق کوئی ثابت شدہ روایات نہیں ملی۔مزے کی بات تو یہ کہ یہ عنوان قائم کرتے ہوئے حارث نے خود تسلیم کیا کہ اس سے متعلق زیادہ معلومات موجود نہیں جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کی وفات کے متعلق، لیکن باوجود یہ سب تسلیم کرنے کے ان باتوں کا ذکر کیا اور جھوٹ بولا صرف اپنی نفرت کی آگ بجھانے کے لیے۔یہ منافقت، خیانت اور جھوٹ کی انتہاء ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد شادیاں کیوں کیں؟

بنیادی طور پر، ایک رواج، ثقافت اور روایت تھی، عرب متعدد شادیاں کرتے تھے۔ اگر یہ آج کے زمانے میں معاشرے کی روایت نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ یہ آپ پر فرض نہیں ہے کرنا۔دوسری چیز، بات بہت سادہ ہے کہ کیا متعدد خواتین کی دیکھ بھال اچھا کام ہے یا برا؟ ظاہر ہے یہ ایک اچھی چیز ہے کوئی بھی اس سے اختلاف نہیں کرے گا۔کیا انہیں نان نفقہ، رہائش، عزت اور اعلیٰ مقام دینا اچھا کام ہے یا برا؟ اگر یہ سب اچھا ہے اور یقیناً اچھا ہے تو پھر حارث کو نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد شادیوں سے کیا مسئلہ ہے؟ کیا متعدد عورتوں کی دیکھ بھال، جنس پرستی ہے؟۔ یہ صورتِ حال ایسی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان خواتین سے شادی کر کے (بشمول چند لونڈیوں کے جیسا کہ خود حارث نے ذکر کیا) معاشرے میں انہیں اعلیٰ ترین مقام دیا اور اس وجہ سے ان کے نام آج تک زندہ ہیں اور ڈیڑھ ارب سے زیادہ مسلمان بڑے احترام سے ان کا نام لیتے ہیں، لیکن حارث کو ابھی بھی اس سے مسئلہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں نے کبھی شکایت نہیں کی بلکہ وہ تو بے انتہا خوش تھیں کہ ان کی شادی دنیا کے خوبصورت ترین اور تمام مذاہب میں سب سے زیادہ اعلیٰ مقام والے شخص سے ہوئی اور اس عزت و وقار پر فخر محسوس کیا کرتی تھیں، تو یہ حارث کباب کی ہڈی بیچ میں کہاں سے آ گیا؟ یہ کیوں بیچ میں ٹانگ اڑا رہا ہے جیسا کہ محاورہ بھی ہے* میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی؟* اُردو دان طبقہ اور حارث اسے اچھی طرح سمجھ جائیں گے اور یہ حارث کا بڑ بڑاتا منھ بند رکھے گا۔

رہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات تو یہ بہت سادہ سی بات ہے کہ عورت کی دیکھ بھال کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ اس سے شادی کرے اور اسے اپنی ملکہ بنائے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی کیا۔ اگر کوئی عورت اسلام میں آپ کی غیر محرم ہے، لہٰذا آپ کے ساتھ اس کی حدود ہیں اور بلا جھجک اس کی خدمت نہیں کر سکتے، لیکن جب وہ آپ کی بیوی ہیں تو آپ یقیناً کام کر سکتے ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ایک کنواری سے شادی کی یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا اور باقی تمام عورتیں یا تو طلاق یافتہ تھیں اور یا پھر بیوہ تھیں۔ اگر وہ جنس پرست ہوتے تو کنواریوں سے شادی کر سکتے تھے، حالانکہ سارے عرب اور حتیٰ کہ دنیا کے لوگ بھی تیار تھے اپنی کنواری بیٹیاں انھیں دینے کے لیے، یہ ایسا ہی تھا کہ وہ جہاں کہیں بھی اشارہ کرتے اس عورت سے ان کی شادی ہو جاتی، تو اُنھوں نے طلاق یافتہ اور بیوہ خواتین سے کیا کرنا تھا؟ عورت سے کھیلنے کے لیے؟ یقیناً نہیں! بلکہ ان خواتین کو یہ درجہ دینے کے لئے کہ جب وہ طلاق یافتہ یا بیوہ ہوتی تھیں تب انھیں معاشرے کا حصہ نہیں سمجھا جاتا تھا، کوئی بھی ان سے شادی نہیں کرتا تھا۔ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے شادی کی تا کہ ان کی دیکھ بھال کرسکیں کہ جب انھیں اس کی ضرورت تھی، جب اسلام سے پہلے عرب میں اور پوری دنیا میں کوئی ان کا خیال رکھنے کو تیار نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں معاشرے میں ان کا کھویا ہوا مقام اور رتبہ واپس دیا اور اسے کہتے ہیں عورتوں کے حقوق کا تحفظ اس انداز میں کہ جس کی دنیا میں مثال نہیں ملتی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں خواتین کے حقوق کے علمبردار تھے، تو اسے عورتوں کے لیے سوائے رحمت کے کسی اور چیز کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

دوسری طرف، عورت کے ساتھ کھلواڑ کیا جاتا رہا ہے اور کیا جارہا ہے؟ حارث جس پر یقین رکھتا ہے اور خود بھی اس کا ارتکاب کررہا ہے۔ بڑی تعداد میں گرل فرینڈز رکھنا، ہر روز ایک نئی لڑکی، انھیں جنسی چیزوں کے طور پر استعمال کرنا اور ان کے کسی بھی حق کو پورا نہیں کرنا، حقیقت میں پہلے تو ان کے کسی بھی حق پر یقین نہیں کرنا، اپنے گھر کی عورتوں کو بھی انسیسٹ کی وکالت کر کے نہیں بخشا اور کون جانتا ہے ہوسکتا ہے کہ اس کا ارتکاب بھی اس کی وجہ سے ہو کہ اخلاقی طور پر اس کے مطابق کوئی بری بات نہیں ہے، بالکل اسی کو عورت کے ساتھ کھلواڑ کہا جاتا ہے! یہ سب سے بہترین اور کامل مثال ہے جسے ملحدین چاہتے ہیں کہ دنیا اس کی پیروی کرے، وہ کبھی بھی خواتین کو اپنے مقاصد کے لئے ان کا نشانہ بننے سے نہیں بخشیں گے جیسا کہ حارث نے اس باب میں کیا ہے، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، وہ خواتین کو اپنے فوائد کے لیے استعمال کریں گے اور ان کو پھینک دیں گے۔ اس کے بعد مجموعی طور پر حارث اور الحاد اسی چیز کا نام ہے۔

حارث کی چنگاری کو ایک آخری پھونک:

باب کے اختتام پر، حارث نے خود تسلیم کیا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ خبر نہیں ملتی کہ انھوں نے کسی کو مرتد ہونے کی وجہ سے سزائے موت دی لیکن پھر بھی اس کا الزام ان پر لگایا۔ اس سے زیادہ شرم ناک بات یہ ہے کہ وہ خود ایک روایت نقل کرتا ہے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واضح طور پر اس عمل سے منع فرماتے ہیں اور حارث اس سے اپنے دعوے کی تصدیق کرتا

ہے۔حارث یہ کیسی بے شرمی ہے! میں جانتا ہوں کہ تم ہار چکے ہولیکن کیا تم اسلام سے نفرت کے عالم میں پوری طرح اپنے ہوش کھو چکے ہو!

بالآخر، حارث ایک بار پھر من گھڑت روایات کو لے کر آیا۔ یہ روایتیں صرف اس کے چہرے کو رسوا کریں گی، جب لوگ جان جائیں گے کہ اس نے محض جھوٹی باتوں سے اپنی کتاب کو زینت بخشنے کی کوشش کی ہے۔مثال کے طور پر، علماء کرام کے درمیان اس بات پر اتفاق رائے ہے کہ کوئی مستند روایت موجود نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیشاب پینے کے بارے میں بات کرتی ہو۔اس کو اس نے ثانوی مصدر سے ذکر کیا ہے، مصنف خود ہی قبول کرتا ہے کہ یہ روایت، راوی ابو مالک النخعی کی وجہ سے کمزور ہے کہ اس نے امام ہیثمی کا حوالہ دیا کہ یہ ضعیف ہے۔مزید یہ کہ، امام نسائی، نے کہا کہ وہ ''متروک'' ہیں، یعنی مسترد، جس کی روایات کو کبھی قبول نہیں کیا جا سکتا ہے۔(الضعفاء والمتروکین 383)۔

اور جیسا کہ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ نسائی کسی شخص کو ''متروک'' اسی وقت قرار دیتے ہیں جب سارے علماء اس کی روایت کو مسترد کرنے پر راضی ہو جائیں۔مزید یہ کہ اس راوی کو امام نسائی سمیت اور بہت سے دوسرے علماء نے نا قابل اعتماد قرار دیا ہے ہیثمی، ابو حاتم، ابن عدی، یحیٰی بن معین، ابن حبان (الثقات میں) وغیرہ۔ پھر بھی، حارث نے اپنی استدلال کو ریت کے ڈھیر پر استوار کیا اور خود رُسوا ہوا۔اور آخر میں تھوک کے متعلق بات کرتے ہیں، آنے والے ابواب میں بھی حارث کا چہرہ مزید رُسوا ہونے جا رہا ہے لیکن میں یہاں ایک جھلک دکھلاتا چلوں۔

حارث نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھوک سے ہونے والی شفا یابی کا تذکرہ کیا اور تنقید کی جبکہ سائنسی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ عام لوگوں کے تھوک میں کچھ زخموں کے لیے افادیت اور اینٹی بیکٹیریل خصوصیات بھی موجود ہوتی ہیں، [1]! پھر خدا کے محبوب اور اس کے رسول کے لعاب کی کیا حالت ہوگی! اس سے انکار کرنا ایک مرتبہ پھر اسلام کے ساتھ حارث کے تعصب کا ثبوت

[1]:https://www.ncbi.nlm.nih.gov/pmc/articles/PMC6855406/

دیتا ہے۔

میں اپنے پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بہت سی باتوں کا تذکرہ کروں گا جن سے نفرت کی وجہ سے حارث نے گندی زبان استعمال کی تھی، جب حارث کو ان کی پوری زندگی یہاں تک کہ وفات سے بھی ایسا کوئی نکتہ نہیں ملا تو اس نے چیزوں کی تحریف کی اور غیر مہذب الفاظ استعمال کیے، وہ غیر معیاری الفاظ، جو اس کی فکری پس ماندگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن تب تک کے لیے، آپ اس کے جھوٹ سے لطف اندوز ہوں۔



ساتواں باب: اخلاقیات

ملحدین کے روحانی باپ رچرڈ ڈاکنز کا کہنا ہے: کسی کی زندگی اہم نہیں۔ [1]

یہی ان کا اخلاق ہے، یہی ان کی حقیقت ہے۔ یہ انسانیت ، انسانی اقدار اور اخلاقیات کی مخالفت صرف اس وجہ سے کریں گے کہ یہ مذہب کی سکھائی ہوئی ہیں لہٰذا وہ ان تمام اچھائیوں سے انکار کریں گے صرف مذہب سے اپنی نفرت کی وجہ سے۔ حال ہی میں، ملحدین نے سیاہ فام لوگوں کی تحریک ''سیاہ فام زندگیاں اہم ہیں'' کے جواب میں ایک تحریک شروع کی۔ پوری دنیا میں، یہاں تک کہ کھیلوں میں بھی کھلاڑی تحریک کی حمایت میں آگے بڑھے جو یقیناً ایک عمدہ اقدام ہے۔ لیکن ملحدوں اور مسٹر ڈوکنز کیا کرتے ہیں؟ اُنھوں نے یہ کہتے ہوئے اس کی مخالفت کی کہ* کوئی جان اہم نہیں* یہ دراصل ایک متعصب اور نسل پرستی پر مبنی نظریہ ہے جس کی بنیاد ان کی مذہب اور خدا سے نفرت پر ہے۔ یہ ان لوگوں کی ذہنی حالت، ان کا ظرف اور ان کی صلاحیتوں کی حقیقت واضح کرتا ہے۔ وہ دنیا کی ہر بھلائی کی مخالفت صرف اس لیے کریں گے کہ اس میں مذہب کا اشارہ بھی اگر موجود ہو۔ آپ نفرت، حماقت اور کم عقلی کی اس سے زیادہ بہتر مثال نہیں دے سکتے ہیں۔

تو، موضوع اخلاقیات ہے۔ ٹھیک ہے لیکن یہ شروع کرنے کے لئے کوئی موضوع نہیں ہے۔ مذہبی منشور کے مطابق، اخلاق کو اخلاقیات اس لئے سمجھا جاتا ہے کہ وہ خود خدا تعالیٰ نے سکھایا اور عطا کیا ہے، یہ نہیں کہ مذاہب موجود ہیں کیوں کہ اخلاق موجود ہیں۔ لہٰذا، بنیادی طور پر موضوع خدا اور مذہب ہے، اخلاق بذاتِ خود اصلاً موضوع نہیں۔ لیکن پھر بھی اس پر یقیناً بحث

---

[1]:https://babylonbee.com/news/atheists-launch-no-lives-mattermovement

کی جانی چاہیے۔مذہب آپ کو اخلاقیات پر یقین دلاتا ہے۔

میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ مذہب کے سوا کوئی بھی چیز آپ کو اخلاقیات پر ''یقین'' نہیں دلاسکتی ہے اور نہ اس پر سختی سے عمل کرواسکتی ہے۔اخلاقیات کے ارتقاء کی ملحدانہ منطق میں اخلاقیات کے پیچھے بنیادی خیال کا ہی فقدان ہے جس کا نام اخلاقیات میں یقین ہے۔ آج کی دنیا میں اخلاقیات کا ایک مجموعہ میرے سامنے پیش کیا جائے، مجھے ان پر کیوں اعتماد کرنا چاہیے؟ مجھے ان کی پابندی کیوں کرنی ہوگی؟ مثال کے طور پر، حارث ایک مسلم ملک میں پیدا ہوا، وہیں بڑا ہوا، پھر بھی وہ ملحد ہوگیا۔اسی طرح، جب تک کہ اس کے پیچھے مناسب عقیدہ نہ ہو آپ کے آس پاس کا ماحول آپ پر اثر انداز نہیں ہوتا ہے۔لہٰذا، اخلاقی زیتگیسٹ [1] کا خیال اتنا ہی بوگس ہے جتنی کہ کوئی بھی دوسری چیز۔کوئی بھی اس گروہ کے نظریات پر یقین یا اس پر عمل درآمد نہیں کرے گا جب تک کہ وہ اس کے پیچھے کسی عقیدے پر یقین نہ کریں۔کوئی بھی شخص مجھ پر کسی کے نظریات یا خیالات پر یقین نہیں کرواسکتا جب تک کہ میں خود ان پر اعتماد نہ کروں، جیسے حارث نے اسلامی اخلاق کو اس لئے نہیں لیا تھا کہ اس نے کفر کو اختیار کیا تھا۔

دنیا میں موجود تمام قبول شدہ اور تسلیم شدہ اخلاق مذہب کے ذریعہ نافذ کیے گئے ہیں:

آپ کو کیوں قتل نہیں کرنا چاہیے؟، آپ کو عصمت دری کیوں نہیں کرنی چاہیے؟، چوری کیوں نہیں کرنا چاہیے؟، جھوٹ کیوں نہیں بولنا چاہیے؟، کیوں آپ کو دھوکہ نہیں دینا چاہیے؟۔، آپ کو اچھا، ایماندار اور سیدھا کیوں رہنا ہے، آپ کو انسانیت کی خدمت کیوں کرنی چاہیے؟، یہ سب اور بہت ساری چیزیں یہ سب مذہب کی پیداوار ہیں۔ہم ذیل میں تبادلہ خیال کریں گے کہ یہ کیسا ہے۔

---

[1] Zeitgeist:۔کہتے ہیں کسی قوم یا معاشرے کے مجموعی مزاج، اقدار اور ان کا اجتماعی رتقاء کو۔

تاریخ کا غلط مطالعہ:

یہ ابراہم لنکن یا کوئی اور نہیں تھا جس نے پہلی بار غلامی کے خلاف بات کی تھی بلکہ یہ اسلام اور مسلمان ہی تھے جنہوں نے یہ کیا۔ میں چھٹے باب میں غلامی سے متعلق پہلے ہی تفصیل سے بات کر چکا ہوں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے غلامی کے تجارتی کاروبار کو کس طرح ختم کیا اور اس سے آہستہ آہستہ ہر جگہ غلامی کے نظام کا خاتمہ ہوا۔ اگر کوئی مذہب سے یہ نظریہ چوری کرنا چاہتا ہے اور اس کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ سوائے بددیانت ہونے کے اور کچھ نہیں۔

صرف غلامی ہی نہیں، بلکہ دنیا کی تمام تر وسیع پیمانے پر قبول شدہ اخلاقیات مذہب کی پیداوار ہیں، جو اس سے پہلے موجود نہیں تھا۔ مثال کے طور پر، قبائلیوں میں قبائلی غرور اور زمین/ وسائل کے نام پر بڑے پیمانے پر قتل و غارت ہوتی تھی۔ قبضہ یعنی اوس اور خزرج، [1] مدینہ کے وہ دو قبیلے تھے جو ہر سال ایک دوسرے سے لڑتے اور ایک دوسرے کو مارتے تھے، لیکن محمد مصطفیٰ ﷺ اور اسلام نے بے گناہ لوگوں کے قتل سے منع کیا اور ان میں بھائی چارہ قائم کر کے اور انہیں اخلاقی اقدار اور باہمی عزت و احترام کا پابند بنا کر ان کی دشمنیوں کو ختم کیا۔

اسی طرح اسلام سے قبل عرب میں بیٹیوں کو زندہ دفن کیا جاتا تھا اور اس معاشرے میں ایک بار پھر یہ معمول بن گیا تھا، جبکہ اسلام کی ایک لہر نے اچانک لوگوں کو اپنی بیٹیوں سے پیار کرنے اور کسی بھی حالت میں ان کو قتل نہ کرنے کا درس دے کر اور پابند بنا کر اس حیوانیت کو اخلاقیات میں تبدیل کر دیا۔ اگر اخلاقیات لوگوں کے ارتقاء اور ان کے تجربات کے نتیجے میں اختیار کی گئیں جن میں ایک طویل عرصہ لگتا ہے، تو پھر کس طرح صرف مذہب کے احکامات اور ہدایات کے تحت، عربوں کی حیوانی طبیعت اعلیٰ اخلاقی اقدار میں تیزی سے تبدیل ہو گئیں؟۔ لہٰذا، لوگوں کے تجربے اور رویوں نے یہ کچھ سیکھا جو معاشرے کے لئے نقصان دہ تھا لیکن وہ وسیع پیمانے پر تسلیم شدہ تھا، لیکن اچانک یہاں تک اس کی اصلاح کا کسی نے سوچا تک نہ تھا تو ان

[1]:https://www.brown.edu/Departments/Joukowsky_Institute/courses/islamicarch2011/14180.html

انتہائی بداخلاق لوگوں کوانتہائی اعلیٰ اخلاق اور مہذب لوگوں میں تبدیل کردیا گیااورظاہر ہے نہ انکا کوئی لیڈر تھا نہ ہی کسی خاص فضا سے اُنھوں نے یہ سیکھا تھا۔

جیسا کہ میں نے کہا، یہ ایک یا دو مثالوں تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ ہر موجودہ اخلاقیات تک پھیلا ہوا ہے۔ ہر اخلاقیات کی اصل دین ہے اوراس کے بغیر کوئی اخلاقیات نہیں، تاریخ میں نہیں، اب نہیں، کبھی نہیں۔ اگر کوئی چیز فائدہ مند نہیں ہے تو کسی کو اسے کیوں اپنانا پڑے گا؟ فطری طور پر، ہر اخلاقیات کے پیچھے یہ احساس پیدا ہوا کہ وہ بلا وجہ نہیں ہیں یا کسی حادثے کے نتیجے میں آنے والی چیز نہیں، وہ اخلاقیات ہیں کوئی دریافت نہیں ہے! اگر اخلاقیات کے پیچھے کسی عقیدے کی پابندی نہیں ہے تو ، کوئی بھی اپنی زندگی میں اس پر عمل درآمد نہیں کرے گا۔ اسی طرح ، اخلاقیات کو اپنانے کے پیچھے اجروثواب اور سزا پر یقین ہی پوری تاریخ میں ان کی ترقی کا محرک تھا۔اس اعتقاد نے ہی لوگوں کو اخلاقیات پر قائم رہنے پر مجبور کیا جو آج تک برقرار ہیں، بصورت دیگر اگر کوئی فرد اخلاقیات کو قبول کرے گا اور اپنی زندگی میں اس پر عمل درآمد کرے گا اگر وہ اس پر یقین نہیں رکھتا ہے، خاص طور پر کہ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس سے بھلائی آئے گی اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو اسے ایسا نقصان پہنچے گا جس میں دوام ہوگا۔

اس کی سب سے بڑی مثال خود حارث جیسے لوگ ہیں، وہ ایسے معاشرے میں رہ رہے تھے جس کی اعلیٰ اخلاقی بنیاد تھی اور وہ اقدار سے مالا مال تھے، لیکن پھر بھی حارث نے ان کے اخلاق کو قبول کرنے سے انکار کردیا کیوں کہ وہ مذہبی اعتبار سے ان پر یقین نہیں رکھتا تھا اور یہاں تک کہ اس نے یہ بھی کہا کہ انسیسٹ میں کوئی حرج نہیں۔ ذرا تصور کریں کہ وہ لاکھوں میں سے صرف ایک شخص تھا اور وہ اسے کسی چیز پر یقین نہیں کرواسکتے ہیں اگر وہ اس پر یقین نہیں کرتا، تو پھر دنیا میں کوئی یہ دعویٰ یا یقین کیسے کرسکتا ہے کہ ایسا ماضی میں ہوا تھا۔ کسی ایک فرد کو آج بھی زبردستی اخلاقیات پر یقین کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح کوئی بھی ابتدا ہی سے اسے محض ایک نظریے کے طور پر قبول نہیں کرے گا اور اسے تب ہی یقین ہوگا جب کوئی مذہب اسے ایک

مناسب نظام اورعقیدے کے ساتھ اس پر یقین کرنے کی تلقین کرے۔ اخلاقی اقداراسی وجہ سے صدیوں تک قائم رہیں اورلوگ ان پر عمل پیرا ہوئے اوراب بھی صرف اس وجہ سے عمل پیرا ہیں کہ یہ ان کے مذہب کا حصہ ہے۔

تمام اخلاقی اقدار کا وجود معاشرے میں ایک تیزرفتار تبدیلی اورانقلاب کی طرح رونما ہوا:

اخلاق کبھی بھی ایک سست ، ارتقاء کا عمل نہیں رہا تھا جس کی وجہ سے وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی نشوونما کرتے رہے۔ اسلامی اخلاق جس کی ابتداءعرب معاشرے میں ہوئی آج پوری دنیا میں صرف مذہبِ اسلام کی وجہ سے پھیلے ہوئے ہیں، اس لئے نہیں کہ لوگوں نے عرب ثقافت کو پسند کیا اورانہیں دنیا بھر میں اپنایا۔ اسلام سے پہلے عربوں اورغیرعربوں سمیت بشمول اخلاق میں سنگین نقائص تھے،لیکن اسلام کے بعد وہ سب پلک جھپکتے ہی غائب ہو گئے۔ میں ان واقعات میں سے کچھ بیان کروں گا:

شراب کی حرمت:

عرب معاشرے میں شراب نوشی کا رواج عام تھا۔لیکن اسلام آیا اورشراب نوشی کو غیراخلاقی فعل قرار دیا اوراس سے اس قدر روکا کہ آج بھی اسلامی معاشروں میں اگرکوئی شخص شراب پیتا ہےتو وہ ایک غیراخلاقی اورشریر شخص سمجھا جاتا ہے۔ یہ کیسے ہوا کہ جہاں عرب اور ہندوستان میں اس کے پینے میں کوئی حرج نہیں تھا، آج اس کی اس حدتک مذمت کی جاتی ہے؟ Zeitgeist؟ چندحوالےنقل کرتا ہوں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی انھوں نے کہا: میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح ، حضرت ابوطلحہؓ اورحضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیم پختہ اورخشک کھجوروں کی (بنی ہوئی) شراب پلا رہا تھا، اس وقت ان کے پاس آنے والا ایک شخص آیا اورکہا: شراب حرام کردی گئی ہے ۔حضرت ابوطلحہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: انس! جا کراس گھڑے کو

توڑ دو، میں نے اپنا پیسنے والا پتھر (ہاون دستہ) اُٹھایا اور اس کے نچلے حصے کو اس گھڑے پر مارا حتیٰ کہ وہ ٹوٹ گیا۔(صحیح مسلم:4889)

وہ شراب کو عام چیز کے طور پر استعمال کر رہے تھے، انھوں نے اسے ایک عام رواج کے طور پر تیار کیا لیکن اسلام کے ایک ہی حکم کے ساتھ ہی فوراً چھوڑ دیا۔ تو، اخلاقی ترقی کرنے میں کتنا وقت لگا؟ 30 سیکنڈ! اگر آپ چاہیں تو 30 سیکنڈ کو زیٖتجیٹ نام دے سکتے ہیں۔

پردہ:

اسلام سے پہلے عرب ثقافت میں حجاب اور پردے کا کوئی تصوّر نہیں تھا۔ یہاں تک کہ وہ برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتے تھے (صحیح بخاری: 364)۔ خواتین حجاب نہیں پہنتی تھیں اور یہ سب معمول تھا اور عرب ثقافت کا ایک حصہ۔ لیکن اچانک یہ تصوّر بن گیا اور نظریہ قائم ہو گیا کہ، حجاب اور پردہ ہمیشہ کرنا لازم ہے با حیاء رہنے کے لیے، صرف ایک آیت کے نزول کے بعد:

ترجمہ: ''اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش (یعنی زیور کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیا کریں مگر جو، ان میں سے کھلا رہتا ہو۔ اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنے خاوند اور باپ اور خسر اور بیٹیوں اور خاوند کے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجیوں اور بھانجوں اور اپنی (ہی قسم کی) عورتوں اور لونڈی غلاموں کے سوا نیز ان خدام کے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں یا ایسے لڑکوں کے جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں (غرض ان لوگوں کے سوا) کسی پر اپنی زینت (اور سنگھار کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ اور اپنے پاؤں (ایسے طور سے زمین پر) نہ ماریں (کہ جھنکار کانوں میں پہنچے اور) ان کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے۔ اور مومنو! سب خدا کے آگے توبہ کرو تا کہ فلاح پاؤ۔'' 31:24

چناں چہ، ایک لمحے میں، لباس، زیبائش اور لباس کو اخلاقی اقدار کے مطابق ڈھالنے کا تقاضا کیا گیا اور اگلے لمحے تمام مسلمان اخلاقی اقدار کے پابند ہو گئے۔ یہاں بھی (شراب

والے معاملے کی طرح)اخلاقیات کی تشکیل میں کتنا وقت لگا؟ یا یہاں اخلاقی ارتقا کارفرما تھا؟

سود/ربا:

عربوں میں رِبا یا سود کا سودا بھی عام تھا۔ان کا کاروبار قرضوں اور تجارت میں سود پر مشتمل ہوتا تھا۔وہ اپنے معاشرے میں عموماً یہ کام کررہے تھے لیکن ایک بار پھر قرآن کی صرف ایک آیت نے اس سے منع کیا اور اب پھر کاروباری اُصولوں میں سب سے زیادہ غیر اخلاقی فعل بن گیا۔آیت اس طرح ہے:

ترجمہ:''مومنو! خدا سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔''2:278

اس مرتبہ بھی یہ اخلاقی بہتری چند لمحات میں کیسے آ گئی،قرآن سے یا زیتگسٹ سے؟

جسم فروشی:

اسلام سے پہلے کے عرب میں ، مرد کسی خاص عورت (طوائف) کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرتے تھے۔وہ کسی کو نہیں روکتی تھی۔ایسی خواتین اپنے اپنے دروازوں پر ایک خاص جھنڈا لگاتی تھیں تا کہ ارادہ رکھنے والے مرد ان کے پاس آ سکیں۔اگر یہ عورت حاملہ ہو جاتی اور بچے کو جنم دیدیتی تو وہ ان مردوں کو جمع کر دیتی اور کوئی نجومی بتا تا کہ یہ کس کا بچہ ہے۔

جس شخص کا نام آتا تو وہ باپ بچے کو لے جاتا اور اسے اپنانے کا اعلان کرتا۔جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب میں اسلام کا اعلان کیا تو اُنھوں نے موجودہ اسلامی شادی کے سوا جنسی تعلقات کی ان تمام اقسام کو منسوخ کر دیا۔قبل از اسلام عربوں کی محدود تعداد میں بیویاں نہیں تھیں۔وہ ایک ہی وقت میں دو بہنوں سے شادی کر سکتے تھے، یہاں تک کہ اپنے باپ دادا کی طلاق یافتہ یا بیوہ سے بھی شادی کر سکتے تھے،قرآن نے اس سب کو قابل سزا جرم قرار دیا اور اسے حرام قرار دے دیا۔اور یہاں بھی اس اخلاقی تبدیلی کو لانے کے لیے محض ایک آیت کافی ہوگئی۔

ترجمہ:''بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری

ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو درّے مارو۔ اور اگر تم خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو شرع خدا (کے حکم) میں تمہیں ان پر ہرگز ترس نہ آئے۔ اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود ہو۔'' 2:24

زیتگیسٹ؟

خونریزی:

اسلام سے قبل عربوں میں خونریزی اتنی ہی عام تھی جتنی کہ آج کل سوشل میڈیا پر ہے۔ وہ محض تفریح، غرور اور قربانیوں کے لئے لوگوں کا قتل کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ نوزائیدہ لڑکیوں کو بھی روایت کے مطابق زندہ دفن کر دیا گیا۔ لیکن اسلام نے آیات نازل کر کے معاشرے میں ہر طرح کے تشدد پر سختی سے پابندی عائد کی تھی جس کے مطابق اس مسئلے کو حل کیا گیا تھا۔ آیات یہ ہیں:

ترجمہ: ''جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے، اُس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اس کی زندگی کو بچائے تو وہ گویا تمام لوگوں کی زندگی بچانے والا ہے۔'' 32:5

ترجمہ: ''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا۔ (کیونکہ) ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ان کا مار ڈالنا بڑا سخت گناہ ہے۔'' 31:17

اس طرح زندگی کی اخلاقی اقدار کو دینِ اسلام نے مرتب کیا تھا۔ میں نے بہت ساری چیزوں میں سے صرف کچھ کا تذکرہ کیا ہے، لیکن میں پھر پوچھنا پسند کروں گا، کیا یہ زیتگیسٹ تھا؟ یہ کوئی راستہ نہیں ہوسکتا! یہ دین ہے جو ہمیشہ معاشرے کے اخلاق طے کرتا ہے، میں نے ابھی عالم اسلام کی مثالیں پیش کیں لیکن یہ دوسرے تمام مذاہب اور ان کے معاشروں کے لئے بھی ہے۔ یہودی آج تک ان کے بائبل کو اپنے اخلاقی طرز عمل کی سختی سے پیروی کرتے ہیں، ہندو ان کی رسومات پر عمل کرتے ہیں جیسے ان کی مقدس کتابوں میں لکھا گیا ہے، تاریخ کے کسی بھی مرحلے یا

حصے میں کہیں بھی، مذہب کے سوا کسی بھی چیز نے انسانی معاشروں میں اخلاقیات کو نافذ نہیں کیا۔ یہ کہنا بے حد غلط ہے کہ اخلاقیات زیتگلیسٹ کے نتیجے میں تیار ہوتی ہیں جبکہ ان سب کی مذہبی نشوونما ہوتی ہے۔ یہ خاص طور پر ثابت کرتا ہے کہ اگر خدا نہیں ہے تو کوئی اخلاقیات بھی نہیں ہے!

حارث کی خود شکست بحث:

میں نے اس باب میں حارث کی بحث کو پڑھنے سے پہلے ہی جان لیا تھا کہ اس کے پاس مذہب کے بغیر اخلاقیات کے حق میں دلیل یا ثبوت موجود نہیں ہوگا، لیکن یہ پڑھنے کے بعد میں پورے وثوق سے اس بات کی تصدیق کر سکتا ہوں۔ دراصل الحاد میں، جب آپ کو کوئی چیز باز رکھنے والی نہ ہو تو آپ اپنے آپ کو غیر اخلاقی حرکت کرنے سے نہیں روک سکتے۔ حارث نے خود تسلیم کیا کہ وہ شراب پیتا ہے، اس کی شادی نہیں ہوئی ہے لیکن اس کے جنسی تعلقات ہیں یعنی کہ رضامندی سے کیا جانے والا ریپ، جھوٹ تو یہ ویسے بھی بولتا ہی ہے جیسا کہ اس سے قبل میں نے کتاب میں بھی ثابت کیا ہے ، لہٰذا مجموعی طور پر یہ ہر غیر اخلاقی کام کا ارتکاب کرتا ہے کیونکہ وہ مذہب پر یقین نہیں رکھتا ہے۔ یہی حال دوسرے ملحدین کا بھی ہے، اور آج سے نہیں بلکہ ابتداء سے ہی ہے۔ لہٰذا، یہ کہنا کہ اخلاق غیر مذہبی طور پر بہتر ہوئے ہیں یہ دعویٰ بالکل کھوکھلا اور بکواس ہے۔

مزید یہ کہ حارث نے کہا کہ اسلام نے غلامی کو مسمار کرنے کو قبول کیا تو وہ ہم جنس پرستی کو کیوں قبول نہیں کر سکتا ہے۔ یہ ایک بار پھر حارث کی جانب سے کی گئی بنیادی علمی غلطی ہے، جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ اسلام غلامی کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور لوگوں کو آزاد کرنے کی ترغیب دیتا ہے، لہٰذا یہ اسلام کے لئے مثالی تھا کہ دنیا سے غلامی مسمار ہو گئی۔ لیکن دوسری طرف، اسلام ہم جنس پرستی کے غیر اخلاقی عمل کی شدید مذمت کرتا ہے، یہ ایک ذہنی بیماری ہے، لہٰذا اسلام اس کو کبھی بھی قبول نہیں کر سکتا، چاہے پوری دنیا میں اس کو قانونی حیثیت دے دی جائے۔ دوسرے سامی مذاہب میں بھی ہم جنس پرستی کی ممانعت ہے۔ لیکن اسلام میں، ہر اخلاقیات کا ماخذ ، اساس اور جڑ، وحی ہے نہ کہ کسی شخص کا عمل بھلے پوری دنیا کا ہی عمل کیوں نہ ہو۔

حارث نہایت چالاکی کے ساتھ نیاندرتھلز (Neanderthals) کے بارے میں ایک نقطہ اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے، جبکہ ان کا وجود ہی انتہائی متنازعہ ہے کہ ان کے متعلق گفتگو کا آغاز کیا جائے۔ مزید یہ کہ ان کے کسی بھی فعل یا نقل وحرکت کی قابلِ مشاہدہ ثبوت کے ذریعہ تصدیق نہیں کی جاسکتی ہے، لہٰذا ان کے بارے میں کچھ دعویٰ کرنا غیر سائنسی ہے کہ جب ان کا سائنسی طور پر درست یا قابل قبول ثبوت نہیں ہیں۔

میں نے دیکھا ہے کہ جب بھی حارث کسی چیز کا حوالہ دیتا ہے، چاہے وہ سب سے زیادہ بکواس بات ہو، کسی نظریہ کو حقیقت قرار دینا ہو یا کسی غلط بات کا حوالہ دینا ہو، وہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ سب سے بڑی سچائی ہے، اگر زندگی میں ہر ایک کو جھوٹ بولنے کے لیے اس طرح کا نفیڈینس مل جائے تو جھوٹوں کی تو موج ہے۔

مطلب یہ کیا بات ہوئی کہ وینا ملک کے حوالے تو دیئے جا رہے ہیں لیکن اس کی توبہ کا ذکر نہیں کیا جا رہا کہ جو اس نے ان کاموں کے بعد کی، یہاں تک کہ حجاب بھی لینا شروع کر دیا تھا۔ لیکن حارث اس کی سابقہ زندگی کا ہی ذکر کرنے کے درپے ہے لیکن یہ نہیں بتا رہا کہ وہ ان سب چیزوں کو اب غلط سمجھتی ہے۔ یہ منافقت اور بددیانتی ہی ہے۔



آٹھواں باب: قرآن مجید

جھوٹ نہ بولو(22:30)

جاسوسی نہ کریں(49:12)

ذلیل مت کرو(49:11)

ضائع نہ کرو(17:26)

غریبوں کو کھانا کھلاؤ(22:36)

غیبت نہ کرو(49:12)

اپنی قسموں کی حفاظت کرو(5:89)

رشوت نہ لو(27:36)

کیے گئے معاہدوں کو پورا کرو(4:9)

اپنے غصے کو قابو کرو(134:3)

سنی سنائی باتیں نہ پھیلاؤ(24:15)

دوسروں کے بارے میں اچھا سوچو(24:12)

مہمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو(27-24:51)

لوگوں کو نقصان نہ پہنچاؤ(33:58)

والدین کے ساتھ بدتمیزی نہ کرو(17:23)

بے ہودہ گفتگو سے اجتناب کرو(3:23)

دوسروں کا مذاق نہ اُڑاؤ(49:11)

عاجزی کے ساتھ چلو(25:63)

برائی کا جواب اچھائی سے دو(41:34)

وہ بات نہ کہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے(2:62)

امانت اور وعدوں کو برقرار رکھو(8:23)

دوسروں کے جھوٹے خداؤں کی توہین نہ کرو(108:6)

تجارت میں لوگوں کو دھوکہ نہ دو(152:6)

نہ حق کچھ نہ لو(161:3)

غیر ضروری سوالات نہ پوچھو(101:5)

بخیلی اور اسراف نہ کرو(25:67)

دوسروں کو برے ناموں سے مت پکارو(49:11)

اپنی پارسائی کا دعویٰ نہ کرو(53:32)

اچھی طرح بات کرو، یہاں تک کہ جاہلوں سے بھی(25:63)

احسان کا بدلہ نہ مانگو(9:76)

مجلس میں دوسروں کے لیے جگہ بناؤ(58:11)

اگر دشمن امن چاہتا ہے تو اسے قبول کرو(8:61)

بہتر طریقے سے سلام کا جواب دو(4:86)

دوسروں کو ان احسانات کی یاد نہ دلاؤ جو تم نے ان پر کیے ہیں(264:2)

لڑنے والے گروہوں کے درمیان صلح کرواؤ(9:49)

یہ قرآن ہدایت اور رحمت ہے اچھے کام کرنے والوں کے لیے۔(3:31)

القرآن:

قرآن پاک ہدایت کی کتاب ہے۔قرآن کا موضوع رہنمائی ہے۔قرآن کا مقصد ہدایت ہے۔اور یہ ایک کتاب ہے جو گمراہی کے اندھیروں سے ہدایت کی روشنی کی طرف لے

جاتی ہے۔قرآن انسان کی زندگی کے ہر پہلو/ حصے میں رہنمائی کرتا ہے۔ یہ ہر صنف ،نسل اور ہر عمر اور ثقافت کے لوگوں کو ہدایات دیتا ہے۔ یہ ہر دور کے لوگوں کے مسائل کا بہترین حل فراہم کرتا ہے۔ اگر قرآن مثالی اخلاق پیش نہیں کرتا اور مجھے شک ہے کہ آپ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اخلاق کیا ہے،اگر بدکاری کا ارتکاب آپ کا اخلاق ہے تو یقیناً قرآن میں اس قسم کے ''اخلاق'' نہیں ہیں۔ لیکن اخلاقیات ،سائنس وغیرہ اس کے صرف چند موضوعات ہیں جبکہ پوری کتاب مختلف شعبوں سے مالا مال ہے جیسے علم الٰہی ،فلسفہ،سماجی علوم اور پیشن گوئیوں کا علم ۔قرآن پر ایک لفظ دعویٰ کرنا یا کہنا بہت آسان ہے لیکن اپنے دعوے کو ثابت کرنا ناممکن ہے۔ نبی ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک بہت سے لوگ قرآن میں کسی ایک غلطی کی نشاندہی کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن وہ صرف بلا دلیل تبصروں تک ہی محدود ہیں۔ خود ہی رسوا اور شرمندہ ہونے کے علاوہ کوئی دلیل نہیں پیش کی گئی ،جیسا کہ موجودہ وقت کے ملحدوں کے ساتھ ہوا ہے اور حارث کے ساتھ بھی ہونے والا ہے۔ اس سے پہلے کہ میں حارث کا پوسٹ مارٹم شروع کروں ،قرآن پاک کے پس منظر کو جاننا بہت ضروری ہوگا کہ یہ کتنا قابل ذکر ہے۔

قرآن مجید کا پس منظر:

اُس وقت جب قرآن نازل ہوا تھا،اُس وقت کے لوگ آج کے مقابلے میں کہیں زیادہ ضدی تھے۔ وہ نبی ﷺ کو سچا اور قابل اعتماد کہتے تھے اور پھر بھی ان کی دینی بات قبول نہیں کرتے تھے، وہ اپنا سامان رسول اللہ ﷺ کی تحویل میں بطورِ امانت رکھتے تھے۔ وہ نبی ﷺ کی امانت داری پر اس قدر بھروسہ کرتے تھے کہ جب ہجرت سے پہلے وہ نبی ﷺ کو قتل کرنے والے تھے تو ان کا سامان اُس وقت بھی نبی ﷺ کے پاس بطورِ امانت رکھا ہوا تھا اور اُنھوں نے اسے واپس کرنے کا مطالبہ تک نہیں کیا، یہ ان پر اعتماد کی انتہا تھی لیکن پھر بھی ان کے سچے پیغام کو قبول نہیں کیا۔ جب آج کی دنیا کا کوئی شخص قرآن کے بارے میں کچھ کہتا ہے تو وہ صرف قرآن سے متعلق پس منظر اور تاریخ سے اپنی لاعلمی ظاہر کرتا ہے۔کیا یہ اتنا آسان تھا؟ کیا یہ

کسی خیالی کہانی کی طرح تھا کہ قرآن آیا اور لوگوں نے اس کو قبول کیا؟ اہل مکہ نے پیغمبر اکرم ﷺ پر جسمانی حملے کیے اور یہاں تک کہ آپ کو قتل کرنا چاہا۔ ان کو نبی ﷺ کے پیغام سے کس قدر تکلیف تھی اور وہ کس قدر اس کتاب کو غلط ثابت کرنا چاہتے تھے، آج کی دنیا اور ماحول اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، اُنھوں نے کوشش کی اور ناکام ہی رہے۔

ان کے پاس ماہر لسانیات تھے، ان کے پاس فلسفی تھے، ان میں سب سے زیادہ ذہین لوگ تھے لیکن کیا ہوا؟ یہ سب مسلمان ہو گئے یا قرآن مجید کو بے وقعت کرنے میں ناکام رہے۔ لوگوں میں اسلام سے پہلے انہیں انتہائی ذہین اور معقول خیال کیا جاتا تھا، اسلام اور قرآن کو قبول کرنے کے بعد وہ بالکل اُلٹ کیسے ہو سکتے ہیں؟ قرآن نے ایسا انقلاب کیسے پیدا کیا جو صدیوں تک جاری رہا اور اب بھی جاری ہے؟ لوگوں میں اس نے کیا تبدیلی پیدا کی؟ کیا وہ اچھے بنے یا برے؟ میں ذیل میں اس پر روشنی ڈالتا ہوں:

جن لوگوں نے قرآن قبول کیا:

جیسا کہ میں نے ذکر کیا، وہ لوگ جو قرآن کے پیغام کی وجہ سے اپنے ذاتی اور سیاسی مفادات کو خطرہ میں پاتے ہیں، انھوں نے شروع میں ہی اس کی مخالفت کی۔ وہ قرآن کو روکنے اور ان کی تضحیک کرنے کے لئے آخری ممکن حد تک گئے، وہ سیٹی بجاتے، شور مچاتے اور لوگوں کو سننے سے سختی سے روکتے۔ لیکن جیسے ہی معاشرے میں قرآن کی تعلیمات بڑے پیمانے پر پھیلتی گئیں، لوگوں نے قرآن کو قبول کرنا شروع کیا، جن میں انتہائی نامور اور اعلیٰ درجہ کے افراد شامل ہیں۔ اس سے ہمیں یہ اشارہ ملتا ہے کہ یہاں تک کہ جن لوگوں نے بھی قرآن سننے سے باز رکھا وہ جانتے تھے کہ یہ حقیقت ہے لیکن پھر بھی اس کی مخالفت کی کیونکہ ان کا خیال تھا کہ شاید وہ معاشرے میں اپنی سیاسی/ معاشی پوزیشن کھو سکتے ہیں۔ میں ان لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو بیان کرتا ہوں جنہوں نے اسلام قبول کیا

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اسلام کے سخت مخالف تھے۔ وہ اسلام سے پہلے ہی بلندی، شجاعت اور ذہانت کے آدمی سمجھے جاتے تھا۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے دوسرے قریبی ساتھیوں کے برعکس اُنھوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کی طرح شروع میں ہی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ بلکہ اُنھوں نے اس کی زبردست مخالفت کی، اتنا کہ انھوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ تک بنایا۔ [1] لیکن اپنی بہن کے گھر قرآن سننے پر اُنھوں نے اسلام قبول کرلیا۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ جب اُنھوں نے اسلام قبول کیا تو اس وقت مجموعی طور پر 40-45 سے زیادہ مسلمان نہیں تھے۔

اس کی کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ اس عقیدے کو دنیاوی وجہ سے قبول کرنے کے بارے میں سوچیں، نہ ہی یہ طاقت کا ذریعہ تھا کیونکہ کوئی بھی عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا تھا اور جیسا کہ ان کے ماضی سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اسلام کے سخت مخالف تھے لہٰذا ایک دشمن نے اسلام قبول کیا۔ جو اس وقت بہت کم طاقت کے ساتھ بہت کمزور تھا۔ چونکہ عمر رضی اللہ عنہ، اسلام سے پہلے ہی ایک دانشور، بہادر اور معقول فرد تھے، لہٰذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس بات پر ایمان کیوں رکھتے کہ اس سے اچھی، سچی، خدائی، اور معقول بات انہیں عربی ثقافت و ادب میں کہیں اور نہیں مل سکی۔ عربوں کا موقف قرآن کے بارے میں جاننا بہت ضروری ہے کہ لوگوں میں سب سے پہلے انہیں کے درمیان قرآن نازل کیا گیا تھا۔

وہی لوگ تھے جنہوں نے شروع میں ہی سیاسی طور پر اس کی مخالفت کی تھی لیکن اس کی رونق سے انکار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس کی عمدہ مثال عمر رضی اللہ عنہ کی ہے جو جانتے تھے کہ اگر وہ اس عقیدے کو قبول کرتے ہیں تو انہیں تکلیف اُٹھانا پڑے گی، اس وقت مسلمانوں کے کمزور حالات کے پیش نظر کامیابی کی بھی کوئی اُمید نہیں تھی، لہٰذا قرآن مجید کو سننے کے بعد اس کی واحد وجہ

---

[1]: الرحیق المختوم و دیگر کتب سیرت

اس پہ ایمان لانا ہی ہوسکتی تھی۔انھوں نے قرآن کو ناقابل تردید پایا کیوں کہ وہ اس وقت کے دوسرے عربی ادب کو جانتے تھے اور آسانی سے فرق کر سکتے تھے کہ یہ کوئی انسانی کام نہیں تھا اور وحی الٰہی تھا اس کے بعد اس کے پہلے مطالعہ پر ہی انھوں نے اسلام قبول کیا۔

خالد بن الولید رضی اللہ عنہ:

جنگجو خالد بن ولید، اسلام کے ایک اور سخت دشمن تھے۔اُنھوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑی اور اُحد کی جنگ میں مسلمانوں کی شکست کا سبب بنے۔ان کا تعلق بنومخزوم قبیلے سے تھا اور ان کا کنبہ مکہ مکرمہ میں ججوں کے طور پر مشہور تھا اور ان کے چچا مکہ مکرمہ کے مالک کے نام سے مشہور تھے۔واضح طور پر، ان کا تعلق ایک اعلیٰ درجہ سے تھا اور وہ خود بھی ایک قدآور، بہادر اور جنگ اور افواج کے ماہر تھے۔

انھوں نے اپنی زندگی میں کبھی بھی جنگ نہیں ہاری حالانکہ انھوں نے سو سے زیادہ جنگوں میں حصہ لیا۔اُنھوں نے خندق کی لڑائی کے بعد چھٹی ہجری میں اسلام قبول کیا۔ انہیں مسلمان بننے کی ضرورت نہیں تھی اگر وہ اس اسلام کی حقیقت سے راضی نہ ہوتے تو۔ایک اعلیٰ مقام والے اور بہادر انسان کے لیے ایسا کوئی طریقہ بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ اس کو کبھی بھی اسلام پر عمل کرنے پر مجبور کیا جا سکے، سوائے اس کے کہ جس نے دل سے اسلام کی سچائی کی تصدیق کر لی ہو۔

یہ (خالد بن ولید کا مسلمان ہونا) ایک بہت بڑی تبدیلی تھی اور وہ مسلمانوں کے فوجی کمانڈر بن گئے اور بہت ساری زمینوں پر فتح حاصل کی۔[1] یہ بات پھر ہمیں اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ عربوں کے انتہائی ذہین اور بہادر لوگوں نے قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کر کے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا تھا۔اور اللہ کو بطورِ حق مان لیا تھا یہاں تک کہ خالد رضی اللہ عنہ نے جھوٹے نبی مسیلمہ کے خلاف اس کی فوج کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں کی رہنمائی کی، یہ ان کا اسلام

[1]:Donner,FredM.(1981).The Early Islamic Conquests.Princetorn:Princeton University Press

پر ایمان تھا کہ وہ اور دوسرے ساتھی آسانی سے حق اور باطل کے درمیان تمیز کر سکتے تھے جس سے سچائی اور بھی مضبوط ہو جاتی ہے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:

عمرو ایک باصلاحیت شخص تھے جو متعدد چیزوں میں مہارت رکھتے تھے اور جنہوں نے چھٹی ہجری میں اسلام قبول کیا۔ انہیں مکہ مکرمہ میں ایک باصلاحیت فرد سمجھا جاتا تھا اور انہیں بادشاہ نجاشی کے سامنے مسلمانوں سے مناظرہ کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اسلام میں انہیں ایک کمانڈر اور فاتح کے طور پر جانا جاتا ہے، مصر کا فاتح۔ وہ شام میں کمانڈر بھی تھے جب مسلمانوں نے بازنطین کو شکست دی۔ ذاتی طور پر، وہ مکہ مکرمہ میں ایک مالدار زمیندار کے بیٹے تھے اور خود ایک دولت مند شخص تھے۔[1] ایسے ذہین اور بہادر شخص کو کیوں ضرورت ہوگی اسلام قبول کرنے کی اگر وہ اس کی تصدیق نہ کرے، اس کا ٹیسٹ نہ لے اور تجزیہ نہیں کرے تو؟ ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے کہ اس کے نزدیک اسلام کا سچ ہونا! اسلام اور قرآن مجید کے سیاق و سباق کو سمجھنا نہایت ضروری ہے جو اس کے سخت مخالفین، عظیم عقائد اور بہادر لوگوں کے سامنے کھڑا رہا اور اسے پیش کیے جانے والا ہر امتحان پر پورا اُترا۔

عمرو رضی اللہ عنہ اس کی ایک بہترین مثال ہیں کہ کس طرح عرب کے اعلیٰ مقام والے لوگ بھی اسلام کے سچ سے جان نہ چھڑا سکے باوجود اسکے کہ وہ ایک ایسے ماحول میں رہ رہے تھے جو کافی معقول تھا۔ ایک جامع زبان، ضدی طبیعت اور عرب کے بیچو بیچ مکہ میں ہونے کے باوجود۔ اگر اس پس منظر کو اچھی طرح سمجھا نہ جائے اور نظر انداز کر دیا جائے تو یہ ایک بہت بڑی فکری بد دیانتی ہوگی۔

تمیم الداری رضی اللہ عنہ:

تمیم الداری، اسلام سے پہلے ایک عیسائی پادری تھے اور اپنے قبیلے دار میں انتہائی

---

[1]:The Encyclopaedia of Islam, New Edition, Volume VI

معترف تھے۔ تمیم رضی اللہ عنہ نے چھٹی ہجری میں اسلام قبول کیا سب سے مستند روایت کے مطابق۔ ؎۱ جن شخصیات کا میں نے پہلے تذکرہ کیا ہے وہ پہلے سے کسی کتاب پر ایمان لانے والے لوگوں میں سے نہیں تھے جبکہ تمیم ایک مسیحی ہی نہیں تھے، بلکہ ایک پادری بھی تھے۔

میں نے بعض دیگر قابل ذکر لوگوں کا تذکرہ کیوں نہیں کیا جیسا کہ ورقہ بن نوفل، جو ایک عیسائی پادری بھی تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پیغمبر اکرم ﷺ سے کسی حد تک تعلق رکھتے تھے کیونکہ وہ آپ ﷺ کی اہلیہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کزن/ ماموں تھے۔ لیکن تمیم کا تعلق نبی اکرم ﷺ سے نہیں تھا اور بطور پادری ان کی طرفداری کا کبھی سوچا نہیں جا سکتا۔ ایک عالم، دینی عالم اور اپنے مذہب کے مبلغ نے پیغمبر اکرم ﷺ سے صرف ایک ملاقات کے بعد اسلام قبول کیا۔ جب کہ وہ خدا، اس کے رسولوں اور ان کی کتابوں سے پوری طرح واقف تھے تو ایسا کیوں کرتے اگر وہ نبی ﷺ اور قرآن کو خدا کی طرف سے سچا نہ پاتے؟۔ یہ مثالیں ہمیں ایک جائزہ پیش کرتی ہیں کہ اعلیٰ درجے اور فکری صلاحیتوں کے حامل لوگوں کو اپنے پچھلے عقائد کو چھوڑنا پڑا اور اسلام قبول کرنا پڑا، یقیناً اس کے پیچھے قرآن کے غیر معمولی طور پر سچا ہونے، خدا کا کلام ہونے اور اس کے پیغام کے علاوہ کوئی اور وجہ نہیں۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ:

سلمان رضی اللہ عنہ کا اسلام تک کا سفر ایک شاندار سفر تھا۔ وہ پیدائشی طور پر زرتشتی تھے اور نوجوانی کی عمر تک اُنھوں نے اسی عقیدے پر عمل کیا

جائے پیدائش فارس تھی لیکن سچ نہیں پایا تھا لہٰذا سچائی کی تلاش میں اپنا گھر چھوڑنے کے فوراً بعد ہی وہ عیسائی بن گئے۔ کہانی کو مختصر کرتے ہوئے وہ مدینہ منورہ پہنچے، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں معلومات حاصل کیں، نبی ﷺ کی نبوت کی تصدیق کردی اس علم کی بنیاد پر جو اُنھوں نے عیسائیت میں سیکھا تھا اور پھر مسلمان ہو گئے۔ ان کے تبادلوں کی صحیح تاریخ

؎۱:E.J.Brill's First Encyclopaedia of Islam.1913-1936 By M. Th Houtsma.

معلوم نہیں ہے لیکن یہ خندق کی جنگ سے پہلے یقیناً 6 ہجری تھی کیونکہ خندق میں کھائی کھودنا سلمان رضی اللہ عنہ کا ہی مشورہ تھا۔ [1] خود سلمان رضی اللہ عنہ کی حقیقت تک پہنچنے کی کہانی، کہ کیسے انہیں گھر سے نکلتے ہوئے راستے میں بہت سی مشکلات سے گزرنا پڑا، اس سب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سچائی کو پسند کرنے والے شخص تھے، اُنھوں نے اسے تلاش کیا، ان کا مقصد مذہب کے ساتھ کاروبار نہ تھا، انہیں کسی ایسی چیز کو قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا جس پر وہ یقین نہیں رکھتے تھے جو ان کی کہانی ہمیں واضح طور پر بتاتی ہے، اور اس کے نتیجے میں انہیں وہی مل گیا جو وہ چاہتے تھے یعنی اسلام کی صورت میں انتہائی حقیقت!۔

میں ان جیسے شاندار لوگوں کی مزید کہانیاں سنا سکتا ہوں جن کو دنیا ان کے عقیدے سے قطع نظر تسلیم کرتی ہے، لیکن میں جس نکتے کو اُٹھانا چاہتا تھا اسے اب اچھی طرح سمجھنا چاہیے۔ میں نے سابق کافروں (بتوں) کے پرستاروں، عیسائیوں، زرتشترین کا حوالہ دیا اور اس سے پہلے ایک یہودی کا بھی ذکر کیا تھا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ لیکن ان کا یہاں دوبارہ ذکر نہیں کیا تا کہ اس کی تکرار نہ ہو۔ ان سب سے واضح طور پر یہ پتا چلتا ہے کہ اسلام ایک ساتھ اچانک سے نہیں ظاہر ہوا تھا۔ یہ کوئی اچھنبا نہیں تھا اور نہ ہی لوگوں نے اسے بغیر جانچ کیے قبول کر لیا۔ بلکہ ڈٹا رہا اور اپنی سچائی کو ثابت کیا۔

اس سلسلے کے ایک دو نکات بیان کرنا چاہوں گا اس سے پہلے کہ میں اس باب کے مرکزی نکتے کی طرف بڑھوں۔ میں نے عارضی طور پر صرف ان شخصیات کا ذکر کیا جنہوں نے فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کیا۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ فتح مکہ والے لوگ کسی خوف سے مسلمان ہو گئے جو کہ کہنا بالکل غلط ہوگا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف کر دیا۔ لہٰذا کسی پر بھی اسلام قبول کرنے کا کوئی دباؤ نہیں تھا۔ تب بھی میں نے اس وقت سے پہلے لوگوں کا تذکرہ کیا تھا کہ اس دلیل کو مکمل طور پر جانے دیا جائے، یہ مبہم ہے۔

[1]:Jestice,PhyllisG.(2004).Holy People of the World: A Crosscultural Encyclopaedia,Vol.I

دوم، ممتاز لوگوں کا حوالہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ خود اس وقت کے ایک ثبوت کی طرح تھے۔ معاشرہ ان کو ہر شعبے میں قائدین سمجھتے ہوئے ان کی پیروی کرتا تھا۔

اسے مزید اچھی طرح سمجھنے کے لیے ہم Peer-Reviewed Research Paper نظر ثانی شدہ تحقیقی مقالے کی مثال لیتے ہیں۔ بیشتر سائنسی مظاہر کی تصدیق کرنے کے لئے آج کا یہی نظام ہے، لہٰذا محقق کو مستند سمجھنے کے لئے کسی بھی چیز کو ریسرچ پیپر کے حوالے کیا جاتا ہے۔ آئن اسٹائن نے اپنے نظریہ اضافت کو آگے ثابت کرنے کے لئے ایک تحقیقی مقالہ لکھا تھا اور بہت سے دوسرے سائنس دان بھی یہی کام کرتے ہیں۔ لہٰذا، جس دور میں تحقیقی مقالوں کا ایک اکیڈمک نظام نہیں تھا، معاشرے کے سب سے نمایاں افراد جن کا میں نے ذکر کیا تھا وہ اس معاشرے کے آئن اسٹائن تھے اور ان کا اقرار اور تصدیق اس دور میں ایک ریسرچ پیپر کے جیسی ہی اہمیت رکھتا تھا۔ لہٰذا ان کی غیر جانبداری اور کسی خاص چیز کی تصدیق کی اہمیت آج کے ایک تحقیقی مقالے کی طرح بہت اہمیت رکھتی ہے۔

یہ اسلام اور قرآن کے سیاق وسباق کے بارے میں واضح طور پر بتاتا ہے کہ یہ کبھی کسی بچے کا کھیل نہیں تھا اور اس کی ایک نظر ثانی شدہ تحقیقی مقالے جیسی تاریخ اور اہمیت کی حامل ہے۔ اب، اگر کوئی اس کو چیلنج کرنا چاہتا ہے تو اسے کچھ سمجھانے کے لیے وسیع پیمانے پر قابل قبول شواہد آج کے ریسرچ پیپر کے طور پر لانا ہوں گے۔ یقیناً حارث نے ایسا کچھ پیش نہیں کیا۔ اب ہم دیکھیں گے کہ اس نے کیا پیش کیا ہے۔

قرآن بهترین میں سے بهترین:

کسی چیز کے بہترین ہونے کا معیار کیا ہے؟ کہ اس میں ایک نظریہ، ایک نظام، اور ہر پہلو میں ایک منظم کام ہونا چاہیے۔ ایسے کام کے لئے جس میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہو اور ہر ایک پہلو میں ان درپیش مسائل کا حل ملتا ہے جو اس کام کو ایک انقلاب بناتا ہے اور اسے لوگوں میں ایک خاص مقام فراہم کرتا ہے۔ یہ صرف اس صورت میں ہے جب یہ

ایک خاص دور تک ہی محدود ہو، لیکن کیا ہوگا اگر کوئی کتاب ہر عمر اور ہر وقت کے لئے حل مہیا کر دے! یہ واقعی میں بہترین ثابت ہوگا!

یہی وجہ ہے کہ قرآن بہترین کتاب ہے اور کوئی دوسری کتاب اس کے قریب بھی نہیں آتی ہے۔ یہ کسی شخص کی تصنیف نہیں ہے بلکہ خود اللہ کا کلام ہے، اور جب معاملہ ایسا ہوتا ہے تو اسے کامل بننا پڑتا ہے اور یہی بات قرآن اور مسلمان دعویٰ کرتے ہیں۔ حارث نے قرآن مجید میں کچھ غلطیاں بتانے کی کوشش کی ہے، ایمانداری کے ساتھ وہ پہلا نہیں تھا اور آخری بھی نہیں ہوگا، لیکن ہمیں اس کی کوشش کا جائزہ لینا ہوگا اور دیکھنا ہوگا کہ وہ کیا پیش کرتا ہے۔

لہٰذا، بنیادی طور پر حارث کسی کتاب کا کوئی حوالہ یا نام پیش نہیں کرتا ہے جو انسانیت کے مسائل کا حل فراہم کرتا ہو، بجائے اس کے کہ اس نے کچھ خیالی الفاظ کا استعمال کیا ہے جو خود ہی غیر منظم ہیں اور بغیر کسی کتاب کے حوالہ کے استعمال کیے گئے ہیں۔ حالانکہ قرآن خود ایک حوالہ ہے اور کسی ایسی چیز کے لئے کسی سے بھیک نہیں مانگتا جیسا کہ کوئی بھی ملحد، جیسے حارث مانگتا ہے۔

مثال کے طور پر، غلامی کی مثال لیں۔ آج اگر میں یہ کہوں کہ پرندوں اور جانوروں کو پالتو جانوروں کی طرح پالنا ٹھیک ہے تو، کوئی بھی اس پر بحث نہیں کرے گا کیوں کہ ہم سب کے گھروں میں پالتو جانور موجود ہیں اور حکومتیں انہیں چڑیا گھر میں رکھتی ہیں۔ لیکن اگر مستقبل میں، لوگ پرندوں اور جانوروں کے بارے میں زیادہ حساس ہوجائیں تو وہ انہیں پنجرے میں رکھنا غیر قانونی بنا سکتے ہیں۔ کیا اس سے انہیں یہ حق ملے گا کہ آج ہم سب کو ظالمانہ کہیں؟ ہم آج کے لوگوں کو بنیادی طور پر اس کے ساتھ کوئی مسئلہ نہیں ہے اور یہی معاملہ ہے۔ اسی طرح، غلامی اُس دنیا کے لیے ایک نظام ٹھیک تھا جب اس کی ضرورت تھی، اور اسلام کا سب سے زیادہ انسانی نظام موجود تھا، لیکن آج یہ کہنا کہ یہ آپ کے موجودہ نظام پر مبنی نظام کے مطابق ظالمانہ تھا تو یہ بھی پچھلی مثال کی طرح بوگس ہوگا۔

یہ سوال کہ انبیاء علیھم السلام کو صرف عرب میں ہی کیوں بھیجا گیا تھا غلط معلومات پر

مبنی ہے۔ایک بھی ایسی قوم نہیں ہوئی جس کے پاس پیغمبروں کونہیں بھیجا گیا تھا، جیسا کہ عرب کی بات ہے، یہ اس وقت کے ایک انتہائی متحرک معاشرے میں سے ایک تھا۔ لہٰذا انھیں دُوسرے لوگوں کی طرح ذمہ داری سونپی گئی، عرب کامیاب ہوئے اوردوسرے نہ ہوسکے،!

اگر زبان کی بات کی جائے تو ،قرآنی زبان قرأت کے مضبوط نظام کے ساتھ اچھی طرح سے محفوظ اور قابلِ فہم رہی ہے، اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ آج کوئی ایسی ویڈیو بناتا ہے جو پوری دنیا میں پہنچ جائے گی،تو یہ بات سرے سے ہی غلط ہے، جیسا کہ حارث کے محض 60 ہزار صارفین ہیں YouTube پر جبکہ دنیا میں 7 بلین سے زیادہ افراد موجود ہیں،فطری طور پر یہ ہر ایک تک نہیں پہنچ پائے گا۔لیکن جہاں تک اسلام کی بات ہے تو، وہ اس ٹیکنالوجی کی مدد کے بغیر پوری دنیا کے لوگوں تک پہنچا ہے! بے شک اس میں اللہ کی نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے۔

جہاں تک تعبیر اور تشریح کی بات ہے، جب وقت بدل جاتا ہے،تو وہ نئے مسائل پیدا کرتا ہے۔ ذرا سوچیں کہ اگر خدا نے عربوں کو کچھ کہا ہوگا جو وہ اُس وقت نہیں سمجھ پائے ہونگے لیکن یہ مستقبل کا واقعہ تھا جو اس وقت کے لوگوں کو اچھی طرح سے سمجھ آجاتا تھا کہ جن کے دور میں یہ واقعہ رونما ہوتا تھا،تو ان کو یقیناً یہ کہنا چاہیے تھا کہ یہ کون سی کتاب ہے ہم سمجھ بھی نہیں سکتے! تو ، اس سے بہتر حل کیا ہوسکتا تھا؟ اس کا جواب ہے تشریح۔ خدا نے لوگوں کو قابلیت اور جہت عطا کی کہ وہ اپنی اپنی ضرورتوں اور اوقات کے ساتھ قرآن کی ترجمانی کریں اور اپنے مسائل حل کریں۔ یہ خود قرآن کا ایک معجزہ ہے۔

تشریح:

لگتا ہے کہ حارث اسلامی متون کی تفاسیر اور تشریحات سے کافی ڈرا ہوا ہے۔ بالکل واضح طور پر، یہ مسلمانوں میں اچھی طرح سے سمجھی جانے والی بات ہے اور اسے ایک مسئلے کے طور پر پیش کرنا بذاتِ خود غلط تشریح کا شاخسانہ ہے۔قرآنی زبان بہت سارے لوگوں کے لیے اجنبی ہونے کے باوجود، یہ اب بھی مختلف زبانوں اور نسلوں کے تمام مسلمانوں میں پہنچ چکی ہے، ہم سمجھتے

ہیں کہ یہ رسائی خدا کی عطا کی ہوئی چیز ہے نہ کہ زبان یا جدید ٹیکنالوجی کی سہولیات کا نتیجہ۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو حارث اتنے سالوں کے بعد محض 60 ہزار سبسکرائبرز پر کیوں اٹک جاتا!۔ ایک اچھے نقطے کی طرف آتے ہیں جسے حارث نے اُٹھایا، اگر آئن اسٹائن سیدھے اور آسان انداز میں کچھ کہہ سکتا ہے تو خدا کیوں نہیں کہہ سکتا؟ لہٰذا، آئن اسٹائن نے کہا کہ ''خلا میں روشنی کی رفتار سے بڑھ کر کوئی چیز سفر نہیں کرسکتی'' جب کہ حارث خدا سے ایسے بیانات چاہتا ہے، دوسرے لفظوں میں، حارث چاہتا ہے کہ خدا غلطیاں کرے آئن اسٹائن کی طرح!

Tachyons کا روشنی سے زیادہ تیزی سے سفر کرنے کا بہت چرچا ہے اور بہت سی تھیوریز بھی اس کا امکان ظاہر کرتی ہیں۔ معاملہ جو بھی ہو، خلاء میں Tachyons کی شناخت کرنا زیادہ دور نہیں ہے جس نے آئن اسٹائن کے نظریہ کو پہلے ہی متنازعہ بنادیا ہے۔ لیکن یہ صرف اس کے بارے میں نہیں ہے، قرآن پر ایمان کے متعلق تمام بیانات بالکل سیدھے، واضح اور سمجھنے میں آسان ہیں۔ مثال کے طور پر: قرآن میں ہے:

کہہ دیجئے کہ اللہ ایک اور اکیلا ہے۔ 112:1

کیا اس سے زیادہ سیدھا، آسان اور سادہ تر کچھ ہوسکتا ہے؟ ایک عقیدہ کے طور پر تمام انبیاء اور مسلمانوں کی تائید کے ساتھ کہ خدا صرف اور صرف ایک ہے! لیکن حارث نے اسے کیوں نہیں دیکھا؟ مسلمانوں کے بنیادی مسلک اور نظریہ کو کس وجہ سے مکمل طور پر ذکر نہیں کیا؟ صرف ایک نقطہ بنانے کے لئے جہاں وہ دوبارہ ناکام رہا اور اس خیال سے خائف ہوگیا کہ خدا لوگوں کے لئے چیزوں کو آسان نہیں کرتا ہے جب کہ وہ اپنا ذکر کرتا ہے:

ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان بنادیا ہے۔ 54:17

اب دوسرا حصہ ملاحظہ کیجئے، یہ تصور کیجیئے کہ قرآن بہت آسان ہے اور اس کے بعد الفاظ کی اہمیت کم ہوجائے گی۔ فقہائے کرام اور مفسرین اب بھی قرآن کے معانی کی کھوج کیوں کررہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے وسیع معانی اور خوبصورتی سے چیزوں کی وضاحت کرنا

مشکل اور آسان حصوں کا مرکب ہے جس سے کم علمی اور انتہائی دانشورانہ دماغ دونوں کے مفادات لاحق ہیں۔ بیک وقت اور ایک ہی کتاب میں دونوں کے ذہنوں کو مخاطب کرنا یہ کسی معجزے سے کم نہیں ہے اور اسے ایک ہی کتاب میں سب کے لئے مجموعی طور پر قابل فہم بنا دیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید کم دانش والے ذہنوں نے شکایت کرنی تھی کہ یہ کتاب ہمارے لیے بہت مشکل ہے، لہٰذا خدا نے ان کے اندر عقائد کو آسان بنا دیا، اور اعلیٰ فکری صلاحیتوں والے لوگوں نے یہ شکایت کرنی تھی کہ ہمارے لئے یہ بہت آسان ہے۔ ان کے لئے ایک اعلیٰ فکری سطح کی کتاب دی گئی۔ اس کو کہتے ہیں کمال۔

حارث کے مکررات کو ہم چھوڑ رہے ہیں (حارث بطورِ ٹاسک اس کا معنی معلوم کرلیں)۔

القرآن - مستقل مزاج اور ختم نبوت:

ایک جائز سوال ہے کہ اب انبیاء کیوں نہیں آتے اور خدا اب کوئی نئی کتاب کیوں نہیں بھیجتا۔ اس کا جواب انبیاء اور خدائی لوگوں کی ضرورت ہے جو پہلے ہی پوری ہو چکی ہے۔ آپ پہلے سے بھرے ہوئے ٹینک میں مزید پانی شامل نہیں کرسکتے۔ اگر آپ کو پریشانیوں کا کوئی حل نہیں ملتا ہے تو آپ کو کوئی نئی راہداری کی ضرورت ہے، لیکن اگر تمام مسائل کا حل موجود ہے تو کسی نئی راہداری کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن ابد تک کے مسائل کو حل کرنے والا ہے، یہ سسٹم، عقائد اور اعلیٰ الٰہی ذہانت کا ایک مکمل پیکیج ہے، آج کی دنیا میں اس کے سائنسی معجزات ایک ثبوت ہے اس کے الٰہی کلام ہونے اور سراپائے ہدایت ہونے میں جسکی تفصیل اسی باب میں آئے گی۔ لہٰذا، بنیادی طور پر قرآن کے بعد کسی نئی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

اختلاف رائے؟

حارث نے کچھ معاملات کے بارے میں مسلم اسکالرز کے درمیان کچھ اختلاف رائے بیان کیا ہے۔ اس چیز سے اس کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہاں کچھ غلط ہے اور اسے اس کے خلاف لکھنا

چاہیے۔ زبردست نقطۂ نظر، تسلیم کرنا پڑے گا۔ لیکن کیا یہ اُصول ہمیشہ درست ہوگا؟ یا یہ صرف اسلام کے لئے ہے؟ یقیناً حارث کا یہ اُصول پوری دنیا کے لیے ہوگا۔ پھر سائنس اور سائنس دانوں کا کیا ہوگا؟ رائے، تھیوریز اور کاونٹر تھیوریز میں ان کے سیکڑوں اور ہزاروں اختلافات کا کیا خیال ہے؟ کیا اس سے سائنس مجروح ہوتی ہے اور اسے غلط ثابت کرتی ہے یا اس کو زیادہ ورسٹائل بناتی ہے؟۔ مثال کے طور پر: میں سائنس دانوں کی ایک فہرست دے رہا ہوں جو یہ مانتے ہیں کہ گلوبل وارمنگ قدرتی عمل کی وجہ سے ہے اور انسانوں کا اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔

موسمیات کے ماہر، ولیم کنمونتھ، سابق موسمیاتی نمائندہ برائے موسمیاتی سائنس برائے عالمی موسمیاتی تنظیم کمیشن میں۔

جینیفر ماروہسی، ایک آسٹریلوی ماہر حیاتیات، آسٹریلوی ماحولیات فاؤنڈیشن کے سابقہ ڈائریکٹر۔

ٹموتھی بال، آب وہوا کے انتہائی ماہر، اور وینیپیگ یونیورسٹی میں جغرافیہ کے ریٹائرڈ پروفیسر۔

ایان کلارک، ہائیڈروجیولوجسٹ، پروفیسر، محکمہ ارتھ سائنسز، اوٹاوا یونیورسٹی۔

ٹیڈ مرٹی، بحری سائنسدان؛ منسلک پروفیسر، سول انجینئرنگ اور ارتھ سائنسز کا محکمہ، اوٹاوا یونیورسٹی۔

ٹم پیٹرسن، کیلیون میں کارلیٹن یونیورسٹی میں ماہر ارضیات اور پروفیسر ہیں۔

جان ویزر، ماحولیاتی جیوکیمسٹ، اوٹاوا یونیورسٹی سے پروفیسر ایمریٹس۔

ہنرک سوینسمارک، طبیعیات دان، نیشنل اسپیس سنٹر۔ ونسنٹ کوریلیلوٹ، جیوفزیک، فرانسیسی اکیڈمی آف سائنسز کے ممبر۔

یروشلم یونیورسٹی کے عبرانی یونیورسٹی میں فلکیات اور سائنس آب وہوا پر توجہ مرکوز کرنے والے طبیعیات کے پروفیسر نیر شایوف۔

میکسیکو کی قومی خودمختار یونیورسٹی کے جیوفزکس کے انسٹی ٹیوٹ برائے نظریاتی طبیعیات اور محقق،

وکٹر مینیئل ویلسکو ہیر یرا۔

گایڈ میڈس ،مٹی کے سائنس دان ، نیوزی لینڈ آرڈر آف میرٹ کے آفیسر۔ اولو ہملم ، اوسلو یونیورسٹی میں ارضیات کے پروفیسر۔

روسی اکیڈمی آف سائنسز کے پلوکووو آبزرویٹری کے ماہر فلکیو لوجیسٹ خبیبو عبدوساتوف۔

وبجرن کارلن،اسٹاک ہوم یونیورسٹی میں جغرافیہ اور ارضیات کے پروفیسر ایمریٹس۔

ٹام سیگلسٹیڈ، ماہر ارضیات۔اوسلو یونیورسٹی میں ایسوسی ایٹ پروفیسر۔

سیلی بالیونہس، ریٹائرڈ ایسٹروفزیک، ہارورڈ اسمتھسونی سینٹر برائے ایسٹروفزکس۔

ڈیوڈ ڈگلاس، ٹھوس ریاست طبیعیات، پروفیسر، شعبہ فزکس اور فلکیات، یونیورسٹی آف روچیسٹر۔

ڈان ایسٹربروک، مغربی واشنگٹن یونیورسٹی کے ارضیات کے ایمریٹس کے پروفیسر۔

ولیم ہیپر، آپٹکس اور اسپیکٹروسکوپی میں ماہر طبیعیات؛ ایمریٹس کے پروفیسر، پرنسٹن یونیورسٹی۔

ڈیوڈ لیگیٹس ، جغرافیہ کے ایسوسی ایٹ پروفیسر اور سینٹر فار کلائمیٹ ریسرچ ، یونیورسٹی آف ڈیلاور کے ڈائریکٹر۔

انتھونی لوپو، میسوری یونیورسٹی میں ماحولیاتی سائنس کے پروفیسر۔

آرتھر بی رابنسن ، امریکی سیاستدان ، بائیوکیمسٹ اور کیلیفورنیا یونیورسٹی ، سان ڈیاگو میں سابق فیکلٹی ممبر۔

موری سالبی، وایمنڈلیٹک سائنسدان، مکوری یونیورسٹی اور کولوراڈو یونیورسٹی میں سابق پروفیسر۔

ڈیوک یونیورسٹی میں شعبہ فزکس میں ریسرچ سائنس دان نکولا سکیفٹا۔

فریج سنگر، ورجینیا یونیورسٹی میں ماحولیاتی علوم کے پروفیسر ایمریٹس

ولی جلد ہی، فلکیاتی طبیعیات، ہارورڈ اسمتھسونی سینٹر برائے ایسٹروفزکس۔

رائے اسپینسر، ماہر موسمیات پرنسپل ریسرچ سائنٹسٹ، ہنٹس ویل میں الاباما یونیورسٹی۔

جارج ایچ ٹیلر، اوریگون اسٹیٹ یونیورسٹی میں اوریگون موسمی خدمات کے ریٹائرڈ ڈائریکٹر

ان سائنس دانوں کی فہرست جو کہتے ہیں کہ عالمی حرارت میں اضافے کی وجہ معلوم نہیں ہے:

کلاڈ آلگری، فرانسیسی سیاستدان۔ جیوکیمسٹ، جیوفزکس (پیرس) کے انسٹی ٹیوٹ میں ایمریٹس کے پروفیسر۔

انتونو زیچیچی، بولونہ یونیورسٹی میں جوہری طبیعیات کے ایمریٹس کے پروفیسر اور عالمی سائنس فیڈریشن کے صدر۔

پیل بریک، شمسی فلکی طبیعیات، سینئر مشیر نہرو کے خلائی مرکز۔

سیون۔ آئیچی اکاسوفو، جیوفزکس کے ریٹائرڈ پروفیسر اور الاسکا فیئر بینک یونیورسٹی کے بین الاقوامی آرکٹک ریسرچ سینٹر کے بانی ڈائریکٹر۔

ایریزونہ اسٹیٹ یونیورسٹی کے جغرافیہ کے پروفیسر رابرٹ بالنگ۔

ماحولیاتی سائنس کے پروفیسر اور ہنٹسویلا میں الاباما یونیورسٹی میں ارتھ سسٹم سائنس سینٹر کے ڈائریکٹر جان کرسٹی، آئی پی سی سی کی متعدد اطلاعات میں معاون ہیں۔

پیٹر چائلک، خلائی اور ریموٹ سینسنگ سائنسز کے محقق، لاس عالموس نیشنل لیبارٹری۔

ڈیوڈ ڈیمنگ، اوکلاہوما یونیورسٹی میں ارضیات کے پروفیسر۔

اسٹینلے بی گولڈن برگ، AOML / NOAA کے سمندری طوفان ریسرچ ڈویژن کے ایک ماہر موسمیات

کیتھ ای ایڈسو، نباتیات کے ماہر، ماریکوپا کاؤنٹی کمیونٹی کالج ڈسٹرکٹ میں حیاتیات کے سابق منسلک پروفیسر اور کاربن ڈائی آکسائیڈ اور عالمی تبدیلی کے مطالعہ کے مرکز کے نائب صدر۔

کیلی مولیس، 1993 میں کیمسٹری میں نوبل انعام یافتہ، پولیمر یز چین ردعمل (پی سی آر) کے طریقہ کار کے موجد۔[1]

اور اس کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ مشہور اور عام بیانیہ اور ماحولیات کے ماہرین

[1]:https://list.fandom.com/wiki/List_of_scientists_who_disagree_with_the_scientific_consensus-on_global_warming

کی ایک نہ ختم ہونے والی فہرست جو کہتا ہے کہ گلوبل وارمنگ کے لئے انسان خاص طور پر ذمہ دار ہے۔تو، اس پر سائنسدانوں کا ایک ہی واقعہ اور تین مختلف اور الگ الگ بیانیے، تو کیا اس نے سائنس کو اُلجھا دیا؟ اسے بالکل چھوڑ دینا چاہیے؟ یا یہ بالکل غلط ہے؟ اس پر فیصلہ کرنے کے لیے میں نے اسے دوبارہ حارث اور اپنے قارئین پر چھوڑ دیا ہے اور میں اگلے نکتے کی طرف بڑھوں گا۔

جیسا کہ اس سے پہلے بھی بہت بار ذکر کیا گیا ہے کہ حارث کو غلط تشریح اور غلط بیانی کرنے کا سلیقہ آتا ہے۔ وہ اپنی اس مہارت میں آگے بڑھ کر کوئی بھی چیز گھڑ لیتا ہے۔آیئے ذیل میں دیکھتے ہیں: حارث نے قرآن کی ایک آیت کا حوالہ دیا ہے جس میں کہا گیا ہے:

''بلند ہے وہ جس نے تمام جوڑے پیدا کیے'' 36:36

حارث کا اس پر تبصرہ: ''اس آیت میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ تمام جانور مرد اور عورت کی طرح جوڑے میں بنائے گئے ہیں'' لہٰذا اب مجھے حارث کو انگریزی سبق دینا پڑے گا اور ساتھ ہی وہ عربی نہیں جانتا ہے۔آیت میں سیدھے انگریزی ترجمہ ''All جوڑوں'' میں کہا گیا ہے جس کا مطلب ہے کہ جوڑے بھی موجود ہو سکتے ہیں، خدا نے ان سب کو واقعی پیدا کیا ہے۔ جبکہ حارث نے آیت میں ''تمام جانور، مرد اور عورت'' کے الفاظ شامل کر کے گھڑ لیا ہے۔قاری آسانی سے اس کے من گھڑت معنی اور اس کی مسخ شدہ ذہنیت کا مشاہدہ کر سکتا ہے جہاں وہ عام چیز میں خاص کو شامل کر لیتا ہے اسی طرح زبان، فلسفے اور سائنس کی غلطیاں کرتا ہے

قرآن کے سائنسی معجزے:

قرآن مجید میں سائنسی معجزے کوئی معمہ نہیں ہیں۔ 14 صدیوں سے زیادہ پہلے ایک دستاویز سامنے آئی تھی جس میں یہ رپورٹ دی گئی تھی کہ 14 صدیوں بعد لوگ کیا جان سکیں گے۔ اب جب ہم جانتے ہیں، ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ قرآن کی ان آیات کی تفسیر اور وضاحت کر سکتے ہیں بالخصوص جن کا تعلق سائنس سے ہے۔

لیکن پھر بھی، ہمیں کوئی ایسا شخص ملتا ہے، جو ایسا لگتا ہے کہ سائنس اور مذاہب میں ہر چیز میں اسکالر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہے، یعنی ہمارے حارث سلطان بابا کے علاوہ کوئی نہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اب وہ کیا پیش کرتے ہیں۔

بگ بینگ:

بگ بینگ (ایک بڑا دھماکہ)، جو کائنات کے آغاز کا نظریہ ہے، بتاتا ہے کہ کائنات کے ابتدائی ادوار کیسے گزرے۔ اگرچہ یہ نظریہ، یہ نہیں بتاتا ہے کہ بڑے دھماکے سے پہلے کیا ہوا تھا جو کائنات کی تخلیق کی وضاحت میں ایک اہم سوال ہے۔ سچ پوچھیں تو سائنس کے پاس اس کا جواب نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی ہمیں تخلیق کے ثانوی مرحلے یعنی ایک بڑے دھماکے کا ایک مضبوط اندازہ ملتا ہے۔ سائنس دانوں نے اس طرح کے واقعات کو جاننے کے لئے اپنی زندگی وقف کردی، لیکن یہاں ہمارے پاس پروفیسر ڈاکٹر علامہ حارث سلطان صاحب مذہبی صحیفوں اور کتابوں سے ہٹ کر اپنی سائنس اور اس کی اپنی تشریح بیان کرتے ہیں۔

مزید یہ کہ، وہ آئن اسٹائن اور دوسرے سائنس دانوں کے غلط حوالے دیتا ہے، کسی بھی چیز کا حوالہ فراہم نہیں کرتا جس کا وہ دعویٰ کر رہا ہے۔ لہٰذا میں نے کہا کہ اس کی اپنی سائنسی تحقیق ہونی چاہیے۔ لیکن ہم کسی بھی نظر ثانی شدہ جرائد میں شائع ہونے والے ان کے سائنسی مقالوں، سائنس کے بارے میں کوئی کتابیں یا سائنس کے میدان میں کوئی تعاون نہیں دیکھتے لیکن پھر بھی وہ اپنے نظریات کی بنیاد پر سائنس پر ایک مکمل باب لکھتے ہیں۔ اس کا وزن اور آتھینٹیسٹی کیا ہے؟ میں اس کے نکات کا تجزیہ کرنے سے پہلے فیصلہ ایک بار پھر قارئین پر چھوڑ دیتا ہوں۔

حارث کے نکات:

پہلی بات، قرآن مجید میں اس بڑے معنی کی وضاحت کرنے والی آیت اس طرح ہے، ترجمہ:

"Are, Then, They who are bent on denying the

truth not aware that the heavens and the erth were[once]one single entity, which We then parted asunder?"

''کیا پھر، وہ لوگ جوحق کو جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں، وہ نہیں جانتے ہیں کہ آسمان اور زمین ایک وقت (ایک بار) ایک ہی تھے، جس کے بعد ہم نے انہیں الگ کیا؟''

(21:30-محمد اسد)

آیت اس سیاق وسباق میں بالکل واضح ہے کہ خدا تعالیٰ کافروں کا ذکر کررہا ہے تاکہ وہ اس کی تخلیق اور اس کے بننے کے طریقے کو دیکھ سکیں۔ اس میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ یہ آیت ایک بہت اہم حقیقت کی طرف اشارہ کررہی ہے لہٰذا اس کی حقیقت فلکیاتی حقیقت پر ہے۔ آیت اور اس کے مضامین کو غلط ثابت کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ بڑے دھماکے کو غلط ثابت کیا جائے۔ لیکن حارث نے کیا کیا؟ اُس نے آیت پر آنکھیں رکھیں اور جان بوجھ کر ایک ترجمے کی تلاش کی جس پر وہ آسانی سے ہیرا پھیری کرسکے۔ لیکن پھر بھی وہ بری طرح سے ناکام ہوا ہے کیوں کہ معنی ابھی بھی اس آیت میں قائم ہیں کہ آسمان اور زمین ایک زمانے میں ایک تھے اور پھر وہ الگ ہوگئے۔

اس کی وجہ میں نے یہ بھی بتایا کہ سائنس اس بات کی وضاحت نہیں کرتی ہے کہ بڑے دھماکے سے پہلے کیا ہوا ہے کیونکہ وہ مادے اور توانائی کے مسئلے کو حل کرتا ہے جس کے متعلق حارث نے بڑے دھماکے سے پہلے غیر موجود ہونے کا دعویٰ کیا اور اس کی نسبت آئن اسٹائن کی طرف کردی حالانکہ آئن اسٹائن نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ اس سے پہلے ایک پرائمری نیبولا پہلے بھی موجود تھا لیکن اس کی تفصیلات معلوم نہیں، یہ کیسا تھا؟، اس کی شکل کیا ہے؟، یہ کس طرح پیدا کیا گیا تھا اور اس کی وجہ سے کیا ہوا؟، ان تمام سوالات کے مذہب میں آسان جوابات ہیں کہ خدا نے یہ سب کچھ پیدا کیا، لیکن جیسا کہ سائنس اسے تجرباتی طور پر نہیں سمجھتی ہے لہٰذا یہ اس حیثیت میں نہیں ہے

کہ وہ اسے تسلیم کرے اور نہ ہی اسے مسترد کرے۔ جہاں ایک بار پھر حارث بھٹک رہا ہے وہ تخلیق کا دُوسرا مرحلہ ہے جو بنیادی مرحلے کا جواب نہیں دیتا ہے۔ بنیادی مرحلہ، اس کی مختلف شکلیں، ضروری عنصر، گیسیں اور ان کے ردعمل یہ سب واقع ہوئے لیکن ان کا خام مال کہاں سے آیا؟ کوئی نہیں جانتا۔ ان سب چیزوں سے کیا ردعمل پیدا ہوا؟ اور مادوں، گیسوں، ٹھوس، مائعات یا کسی بھی دوسری شکل میں بن گیا اور یہ ذہانت اور شعور ان اشیاء میں کہاں سے آیا جنہوں نے مل کر کائنات کی تشکیل کی؟، یہ سب ابھی تک سائنس کے راز ہیں۔

حارث جن تھیوریز کو لے کر کھڑا ہے ان کی تصدیق تا حال موجود نہیں ہے۔ وہ شدت سے اپنی اس دلیل کو گھسیٹنے کی کوشش کرتا ہے جس میں اس کے سائنس کے بارے میں جہالت اور کم علمی کے علاوہ کچھ ظاہر نہیں ہو رہا ہوتا، اور پھر اس مایوسی نے اسے اس طرح مضحکہ خیز بنا دیا ہے کہ بنیادی سائنسی علم والا کوئی بھی شخص سمجھ سکتا ہے۔

مثال کے طور پر، حارث بڑے دھماکے کے وقت سنگین حالات کا تذکرہ کرتا ہے جبکہ وہ حالات بالکل نہ معلوم ہیں اور ان کی وضاحت کرنے والی تمام تھیوریز بے بنیاد اور خیالی ہیں۔ دھاتیں اور گیسیں اور ان کی پیدائش ان کے بنیادی جوہری مواد اور اس کی فراہمی ایک سوالیہ نشان چھوڑتی ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ہم اس مسئلے میں شدت پسندی پر بھی آ جائیں، تو بھی یہ ابتدائی انرجی کا بنیادی ذریعہ فراہم نہیں کرتا ہے۔ پھر بھی حارث قرآنی آیت میں ہیرا پھیری کرنے کی کوشش کرتا ہے جسے عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس میں کائنات کے بنیادی مادّے کا ایک ساتھ مل کر ذکر کیا گیا ہے اور پھر خاص طور پر اس سے الگ ہو گیا جب قرآن مجید بڑے دھماکے سے پہلے زمین اور دیگر آسمانی اجسام کی عدم موجودگی کا ذکر کرتا ہے۔ آیت کا حارث نے حوالہ پیش کیا (7:54) اور پھر وہ چھ دن کے ادوار میں تخلیق ہوئے۔ تو ہاں، قرآنی آیت بڑے دھماکے کے ذریعے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی پیش گوئی اور وضاحت پر قائم ہے۔ اس کے ساتھ حارث کچھ ناقص افسانوں کی طرف بھی جاتا ہے جن کے بارے میں وہ عام حالات میں کبھی غور نہیں کرتا ہوگا لیکن

اس لئے کہ وہ قرآن کو مجروح کرنا چاہتا تھا جس کی وجہ سے اس نے یہ سب پیش کیا۔

اب ہم جانتے ہیں کہ مصر کی قدیم زبانیں حال ہی میں سمجھی جارہی ہیں، اب بھی ساری نہیں لیکن ان پر حال ہی میں کچھ کام ہوا ہے، لیکن حارث کو اس سے سروکار نہیں، اس نے کوئی ایسی تحریر نہیں پیش کی کہ وہ مصری بھی زمین آسمان کو ایک مانتے تھے۔ ایک ماننا کیسے؟ کب؟ کس نے کہا؟ مصریوں کی کوئی تحریر یا دعوے کہاں ہیں تا کہ ہم ان کا تجزیہ کرسکیں جیسے حارث نے قرآنی آیت کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی؟ جو بات قرآن مجید کہتا ہے وہ ایک واضح دعویٰ ہے، جبکہ دُوسرے لوگوں نے جو بھی ''مبینہ طور پر'' مانا، وہ ایک افسانہ تھا۔ کیا آپ ان دونوں کے فرق کو سمجھتے ہیں؟

ایک مرتبہ پھر حارث اپنا خنّاس ظاہر کرتا ہے کہ خدا نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ اور ویسا کیوں نہیں کیا؟! اس نے تخلیق کے لیے ایک منظم اور حسی عمل کیوں سرانجام دیا؟، اس نے جادو کی چھڑی سے کوئی کام کیوں نہیں کیا؟ لیکن ذرا ٹھہریئے، حارث کو جادو کی چھڑی سے پہلے پر بھی پہلے اعتراض تھا؟ اور اب اسے قدرتی طریقے سے کام کرنے میں بھی مسئلہ ہے۔ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا؟ جب خدا کوئی ''جادو کی چھڑی'' والا کام کرتا ہے تو حارث کو مسئلہ درپیش ہوتا ہے، جب وہ کائنات میں اپنا ارادہ ظاہر کرنے کے لئے حسی اور قابل مشاہدہ قوانین بناتا ہے تو پھر بھی حارث کو مسئلہ ہے، وہ خدا کے کاموں سے کبھی خوش نہیں ہوتا! پھر اصل مسئلہ کیا ہے؟ ہاں، بس یہی ذہنی خنّاس ہے۔

کائنات کی توسیع:

تو سائنسدانوں نے کس طرح بگ بینگ کو دریافت کیا؟ بنیادی خیال کائنات کی توسیع میں مضمر ہے۔ لیمیتر ے نے توسیع کائنات سے یہ اخذ کیا کہ اگر اب یہ کائنات وسیع ہورہی ہے اور اس کی چیزیں ایک دوسرے سے دُور جارہی ہے تو اگر اس حساب کو اُلٹا کردیا جائے تو گویا ابتداء میں یہ سب پاس پاس اور جڑا ہوا تھا اور ایک ہی مادّہ تھا، لہٰذا اس کائنات کی ابتداء ایک بڑے

دھماکے یعنی بگ بینگ کے نتیجے میں ہوئی۔لہٰذا ہمیں پتہ چلا کہ کائنات کی توسیع کے نظریئے کے بغیر بگ بینگ تھیوری نامکمل ہے۔تو پھر قرآن نے کیا بیان کیا؟ کیا اس میں صرف بگ بینگ کا ذکر ہوا ہے اور بس؟ درحقیقت، اس نے توسیع پانے والی کائنات کا بھی ذکر کر کے کائناتی ماڈل کو مکمل کیا۔اللہ تعالیٰ قرآن میں کہتے ہیں:

''ہم نے ہی (اپنی تخلیقی) طاقت سے کائنات کو بنایا ہے، اور واقعی ہم ہی اسے مستقل طور پر پھیلا رہے ہیں'' (51:47)

لہٰذا یہ کائنات کا ایک مکمل نمونہ ہے جسے قرآن نے اپنے سیاق و سباق، معانی اور تشریحات میں بغیر ابہام کے پیش کیا ہے، پھر بھی حارث ناکام کوشش کرتا ہے یہ ثابت کرنے کی کہ کائنات بغیر کسی کے خود بخود وجود میں آ گئی۔آیت کا معنی ترجمہ میں بھی بالکل واضح ہے اور یہ بالکل مستحکم رفتار سے پھیلتی کائنات، کہکشاؤں کے مابین بڑھتی وسعت کی سائنسی حقیقت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے اور، جو کہ قرآن کریم کے واضح الفاظ ہیں۔ان میں کوئی تنازعہ نہیں ہوسکتا میرے دوست!۔

پانی سے ہر چیز کی تشکیل؟

قرآن: ''اور ہم نے ہر جاندار کو پانی سے بنایا ہے'' حارث کہتا ہے: مجھے اس سے پریشانی ہوئی ہے۔تو یہاں میں ایک ایسے شخص کے ساتھ بات کر رہا ہوں جس کو اگر پتا چل جائے کہ قرآن نے ذکر کیا ہے کہ باہر دن ہے تو حارث بحث کرے گا کہ نہیں باہر رات ہو رہی ہے۔اس کی نفرت بے مثال ہے اور فکری بد دیانتی بھی بدترین ہے۔ یہاں ایک بار پھر حارث نے ایک بوگس کوشش کی ہے۔ یہاں تک کہ اگر ہمارے جسم کا 65 فیصد حصہ پانی سے بنا ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمارا سب کچھ پانی سے بنا ہوا ہے۔کیا میں واقعتاً کسی سمجھدار شخص کی کتاب پڑھ رہا ہوں؟ کہاں قرآن نے ذکر کیا ہے کہ ہر جاندار کو پانی سے ہی 100 فی صد بنا دیا گیا ہے؟ جس بات کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر جاندار پانی پر مشتمل ہے، یعنی پانی کا ضروری تناسب یعنی

Cytoplasm جو تمام جاندار خلیوں (Cells) کا بنیادی مواد ہے۔

قرآن ایک بار پھر درست طریقے سے ایک سائنسی حقیقت بتاتا ہے لیکن مجھے لگتا ہے کہ مجھے حارث کو بدہضمی کی کوئی دوا تجویز کرنی ہوگی تاکہ وہ اسے ہضم کر سکے۔ ایک اور دلچسپ بات جو میں نے نوٹ کی ہے کہ حارث نے ''ہر چیز پانی سے بنی ہے'' کے الفاظ گوگل کیے اور اسے Thales کا نام کہیں نظر آ گیا، اس نے اپنی کتاب میں بغیر کسی اصل متن کے، صرف ایک نقطہ اُٹھانے کے لئے قرآن کے خلاف تلاش کیا، لیکن یہ چال بھی بری طرح ناکام ہوئی، کیونکہ تھیلس نے دراصل جو کہا وہ یہ ہے کہ زمین پانی پر تیر رہی ہے (جو سائنسی اعتبار سے غلط ہے) لہٰذا پانی ہی اصل وجود ہے کیونکہ یہ ہر جگہ موجود ہے۔ لیکن حارث کو یا تو اپنی غلطی کا علم نہیں تھا یا جان بوجھ کر اس نے ایسا کیا تاکہ وہ اپنا نام لکھ سکے اور اپنی گوگل سرچ پر فخر محسوس کرے۔ لیکن ایک بار پھر میں قارئین کو تلقین کروں گا کہ وہ ''پانی سے بنی ہر چیز'' کو خود گوگل کریں اور قرآن اور اس کی آیت کے بارے میں زبردست نتائج دیکھیں اور پھر اس شخص کی نفرت کا مشاہدہ کریں جس نے سینکڑوں ایسے نتائج چھوڑ دیئے اور غلط باتوں کو اپنانا ترک نہیں کیا اپنی نفرت کی آبیاری کے لئے!

قرآن مجید میں ایمبریولوجی:

یہاں پر بھی پروفیسر ڈاکٹر حارث سلطان نے اپنے سائنسی علم اور انکشافات کے ذریعہ روشنی ڈالی اور ایک قرآنی آیت کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس کے لیے بدقسمتی اس کا سامنا مجھ سے ہو گیا ہے اور مجھے اسے ہوش میں لانا پڑے گا۔ حارث جینیاتی غلطیوں کا ایک سلسلہ شروع کرتا ہے اور انہیں قرآن سے منسوب کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس سے نکلنے والا نتیجہ خود ہی اس کی باتوں کو رد کر دیتا ہے۔ قرآنی ایمبریولوجی علم کا اعتراف دنیا کے اعلیٰ درجے کے ماہرین جینیات نے کیا ہے جس کا میں بعد میں حوالہ دوں گا، لیکن پہلے آیئے دیکھتے ہیں کہ حارث نے آغاز کس چیز سے کیا ہے۔ حارث نے ایک ایسی آیت کا حوالہ دیا جس میں ریڑھ کی ہڈی اور پسلیوں کے درمیان سے نکلنے والی تخلیق کے مادّے کا ذکر ہے۔ اس نے اس مرتبہ صرف قرآن میں ہیرا

پھیری ہی نہیں کی بلکہ سائنس میں بھی یہ گُل کھلایا ہے، ہم پہلے قرآنی آیت پر گفتگو کریں گے جو خارج ہونے والے مادّہ منویہ کے اصل مصدر کی بات کرتی ہے انزال سے پہلے۔قرآن مجید کی آیت کا لفظی ترجمہ:

''انسان اچانک نکلنے والے پانی سے پیدا ہوا ہے (جو) کمر اور پسلیوں کے درمیان سے نکلا ہے'' دوسرے لفظوں میں، جسم سے نکلنے یا نکلنے سے عین قبل، مادّہ منویہ ریڑھ کی ہڈی اور پسلیوں کے درمیان واقع ہوتا ہے۔ 86:6-7

دوسرے لفظوں میں، جسم سے باہر نکلنے سے پہلے، خون سے باہر ہونے سے پہلے، مادّہ منویہ ریڑھ کی ہڈی اور پسلیوں کے درمیان واقع ہوتا ہے۔

پہلی نظر میں، ایک عام آدمی سوچ سکتا ہے کہ خصیے سے منی نکل آتی ہے۔ جبکہ خصیے میں نطفہ تیار ہوتا ہے، انزال سے قبل نہ تو نطفہ ہوتا ہے اور نہ ہی نطفہ (قدرتی کاشت کاری کے لئے ضروری) ہوتا ہے۔آیت میں خصوصی طور پر پورے مادّے کا ذکر ہے، نہ صرف منی کے ''جز'' کا۔ تو ہم اخراج کے عمل کی جانچ کرتے ہیں، جہاں منی کے تمام اجزاء شامل ہو چکے ہیں۔ نطفہ کو اپیڈائڈیمس (Epididymis) میں محفوظ کیا جاتا ہے، جو خصیوں میں نہیں ہوتا ہے، بلکہ ان کے اُوپر ہوتا ہے۔ سپرم جس میں 2 سے 5 فیصد سیمنل فلوڈ (Seminal Fluid) ہوتا ہے، اپیڈائڈیمس سے Vas Deferens duct (جو کہ خصیوں سے جڑی ایک نس ہوتی ہے) کے ذریعے اور مثانے کے ارد گرد کا سفر کرتا ہے۔ ایک ساتھ مل کر Seminal Vesicle اور Prostate Gland مل کر 90 فیصد فلوڈ پیدا کرتا ہے سیمن میں۔ پھر یہ مرکب Prostate کے ذریعے سفر کرتا ہے Mucus کے ساتھ شامل ہو کر Bulbourethral Glands سے Prostate کے نیچے۔ سائنسی طور پر اس کی تصدیق کے لیے ذیل میں کچھ لنکس موجود ہیں:

www.webmd.com/sex-relationships/guide/male-reproductivesystem?page=2

en.allexperts.com/e/s/se/semen htm

en.allexperts.com/e/e/ej/ejaculation.htm

یہ اس مقام کے متعلق ہے کہ جہاں سیمن مکمل طور پر تشکیل پا تا ہے، سپرم اور سیمنل فلوڈ کو ملا کر۔ جیسا کہ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اس کے جسم سے اخراج سے پہلے، سیمن کے تمام اجزاء پروسٹیٹ کے پاس جمع ہوتے ہیں، جو کہ جسم کے وسط میں واقع ہے۔ ریڑھ کی ہڈی اور پسلیوں کے درمیان، یا ریڑھ کی ہڈی اور سینے کے درمیان جو کہ پیٹ یا دھڑ کے درمیان میں ہے اور جسم کے نچلے حصہ میں تو بالکل بھی نہیں ہے۔

کسی کو یہ اعتراض ہوسکتا ہے اس بات پر کہ ''پروسٹیٹ کمر اور پسلیوں کے درمیان ہے۔'' حالانکہ پسلیاں تو کافی اُوپر ہوتی ہیں۔ اس اعتراض پر، ہم جواب دیتے ہیں کہ: سر کو کندھوں کے درمیان ہی کہا جاتا ہے حالانکہ سر ان سے کافی اُونچائی پر ہوتا ہے، اور مخصوص اعضاء کو بھی ٹانگوں کے درمیان کہا جاتا ہے، اگر چہ وہ کافی اُوپر ہوتے ہیں۔ آیئے دوبارہ آیت کو دیکھتے ہیں:

(انسان) پگھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا (جو) کمر اور پسلیوں کے درمیان سے نکلا ہے۔

یہ عین سائنسی وضاحت 1400 سال نامعلوم تھی، اور آج بھی اکثر لوگ اسے نہیں جانتے ہیں۔

دوسری بات، منی خصیوں سے نہیں آتی۔ (وہاں صرف نطفہ تیار ہوتا ہے، جس میں منی کا 2-5 فی صد ہوتا ہے)۔ اور جیسا کہ ہم نے پہلے دیکھا، منی دراصل پروسٹیٹ کے قریب تشکیل پاتی ہے۔ دیگر غذائی اجزاء جو پورے جسم، مختلف حصوں اور خاص طور پر پسلیاں اور ریڑھ کی ہڈی کے خطے سے آتے ہیں۔ اس سے حارث کے پیدا کردہ شکوک وشبہات دُور ہوجاتے ہیں اور حارث کی سائنسی معلومات کی پول بھی کھل جاتی ہے کہ اُس کی معلومات صرف کم ہی نہیں بلکہ بالکل ہی ناقص اور بدترین معلومات ہیں۔

میں یہاں بھی حارث کی نفرت اور دانشورانہ بے ایمانی کا ذکر کرنے کا موقع نہیں گنواؤں گا کیوں کہ اُس نے منی کے اجزاء اور مندرجات کا ذکر نہیں کیا، یا تو وہ انھیں بالکل بھی نہیں جانتا تھا (اسکے باوجود قرآن پر اعتراض کرتا رہا)۔

خلاصہ:

قرآن میں سائنسی حقیقت کا واضح طور پر تذکرہ کیا گیا ہے، اس سے پہلے کہ اس کا پتہ چل جاتا تھا، اس کے بارے میں جہاں خارج ہونے سے پہلے منی مکمل طور پر تشکیل پاتی ہے۔ منی میں نطفہ اور سیمن فلوڈ شامل ہیں، جو قدرتی کاشت کاری کے لئے بالکل ضروری ہیں۔ قرآن نے درست طور پر بتایا ہے کہ جسم سے باہر آنے سے پہلے یہ مادّہ (باہر آنے والا پانی) ریڑھ کی ہڈی اور پسلیوں کے درمیان ہوتا ہے، جیسا کہ مردانا ٹومی کے خاکے سے دیکھا جاتا ہے۔ جو لوگ اس قرآنی آیت کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، وہ صرف مردانہ تولیدی نظام کے بارے میں اپنی سائنسی معلومات کی کمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

کچھ دیر کے لئے حارث کے طریقہ کار کو اپناتے ھیں:

اس سائنسی بحث والے باب میں حارث نے قرآن کو کمزور ثابت کرنے کے لیے فریب کاری پر مبنی طریقہ اپنایا ہے۔ جیسا کہ ان کا کہنا ہے کہ یہاں تک کہ ایک ''عام آدمی'' بھی جانتا ہے اور ایک سادہ سا انسان بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ نطفہ عورت کے اندر جاتا ہے اور اسی وجہ سے بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس میں کیا خاص بات ہے جو قرآن نے بتائی ہے؟ ایک منٹ کے لئے میں یہی طریقہ اختیار کروں گا اور اسے تمام سائنسی دریافتوں پر لاگو کروں گا۔ مثال کے طور پر، یہاں تک کہ ایک عام آدمی یہ بھی جانتا ہے کہ اگر ایک سیب درخت سے گرتا ہے تو وہ فطری طور پر نیچے ہی جاتا ہے اور اسے نیچے کھینچنے کی کوئی چیز ہوتی ہے تو نیوٹن نے کشش ثقل کو دریافت کر کے کیا خاص کام کیا؟ نیز، یہاں تک کہ عام آدمی بھی کبھی کبھی بخار یا کچھ دیگر بیماریوں کے علاج کے لئے ایک مہذب علاج بتاتا ہے اور وہ کام بھی کرتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام ڈاکٹرز، سائنسدانوں

اوران کی تحقیقات بے کار ہوجاتی ہیں کیونکہ ایک عام آدمی نے حادثاتی طور پر پہلے بھی یہی بات کہی تھی اسے یا اس کے بعد بھی۔

لہٰذا یہاں ہم کسی حادثے اور کسی مخصوص دعوے کے مابین فرق کو سمجھ گئے جو ایک عام واقعہ کے برخلاف کسی مخصوص رجحان کی تفصیلات بیان کرتا ہے البتہ ایک عام آدمی حادثاتی اور اتفاقی طور پر تو کچھ باتیں بتا سکتا ہے لیکن اس کی تفصیلات آپ کو بیان نہیں کرسکتا ہے۔ حارث کے اسی طریقہ کار کے ساتھ ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ کسی عام چیز یا عام لوگوں والی کسی چیز کا دعویٰ نہیں کریں گے اور پھر اسے معجزہ بھی قرار دیں گے، اور اس کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں گے، اور اسے خدا کا کلام قرار دیں، حالانکہ اسے عام آدمی تک جانتا ہوگا تو پھر وہ معجزہ کیسے رہے گا؟۔

آخری بات، تو پھر یہ امکان بہت کم تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے اُس وقت کوئی ایسا علم حاصل کرلیا تھا جو پورے عرب میں صرف وہی جانتے تھے اور کسی کو بھی اس کا علم نہیں تھا۔ یہ فطری بات ہے کہ اگر یہ عام لوگوں والی بات ہوتی تو دوسرے لوگ بھی اسے جانتے ہوں گے لیکن جیسا کہ انھیں معلوم نہیں تھا یہ کوئی عام چیز نہیں تھی بلکہ غیر معمولی چیز تھی۔ صرف سائنس کی ترقی کے بعد ہی ہم اسے جان سکے ہیں بشمول حارث کے لیکن وہ اسے عام بات قرار دے رہا ہے حالانکہ حقیقت میں یہ سو سال پہلے کی بات بھی نہیں بلکہ جدید ایمبر یولوجی کچھ 50، 60 سال پہلے ہی تیار ہوئی ہے۔

قرآنی ایمبریولوجی اور یونانی علم؟

یونانی علم کا تجزیہ کرنے سے پہلے، میں اس معاملے پر واضح بات کرنا چاہوں گا۔ یونانی علم ایمبر یولوجی ایسی نہیں ہے جیسی کہ قرآن مجید میں ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہ ایک جیسی بھی ہو، تب بھی اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اسے نقل کیا ہے۔ اگر کوئی اپنے دعوے پر بضد رہتا ہے، تو اسے اس نکتے کو غلط ثابت کرنا ہوگا۔

میں بعد میں معقول حوالہ جات کے ساتھ قرآنی ایمبر یولوجی کی آیات کی حقانیت کی وضاحت کروں گا لیکن پہلے میں یونانی ایمبر یولوجی کا تجزیہ کروں گا۔

مذکورہ صورتِ حال میں اگر ہم کچھ دیر کے لیے تسلیم کرلیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ یونانی علم کسی غیر معمولی شخصیت سے اخذ کیا تھا، جو کہ حقیقت میں بالکل بھی سچ نہیں، تو دلیل ایسے نہیں قائم کی جاتی کہ ''ایسا ہوتا، ایسا ہوسکتا تھا یا ایسا ہونا چاہیے تھا'' بلکہ قابل تصدیق ثبوت درکار ہوتے ہیں جو کہ حارث کی پیش کردہ صورت میں موجود نہیں، اس صورتِ حال کو بھی ویسے اس نے نیٹ سے کاپی پیسٹ کیا ہے۔ آپ یاد رکھیں کہ میں اس پر آن لائن چیزیں نقل کرنے پر تنقید نہیں کر رہا کیونکہ وہ ہول سیل کے حساب سے ایسا کرتا ہے، لیکن اگر وہ کچھ کاپی پیسٹ کر بھی رہا ہے تو کم از کم کتاب میں چھاپنے سے پہلے اس کی ایک مرتبہ تصدیق ہی کر لیتا۔

جب وہ اسلام پر اس بنیاد پر تنقید کر رہا ہے کہ اسلام نے یہ مواد کہیں اور سے چوری کیا ہے تو یہ کیا ستم ظریفی کی صورت ہے کہ وہ خود بھی دُوسروں سے بڑھ کر یہی کام کرتا ہے۔ ایک اندازے کے لئے قرآنی ایمبر یولوجی کے خلاف لکھی گئی کتب کو تلاش کریں اور اس کو حارث کے کام سے ملائیں اور پھر 99 فیصد مماثلت دیکھیں۔ ایک بار پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ تمام مواد پہلے ہی آن لائن موجود تھا تو پھر حارث کو اس کی دوبارہ اپنی کتاب میں چسپاں کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بس تعصب کے سوا اس کی اور کیا وجہ ہوسکتی ہے؟۔

یونانی ایمبر یولوجی کی طرف واپس آتے ہیں، میں آپ کے لئے گیلین (Galen) کے ذکر کردہ کچھ نکات ذکر کرتا ہوں جو سائنسی اعتبار سے درست نہیں ہیں اور وہ قرآن میں بھی موجود نہیں ہیں:

گیلن نے یہ نظریہ اپنایا کہ منی خون سے آئی، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''شریان اور نسوں کو خصیوں کی جانب پہنچتے ہوئے نہیں دیکھا جاسکتا، جیسا کہ باقی حصوں کے ساتھ ہوتا ہے، بلکہ اِدھر اُدھر گھومتے ہوئے بہت سی شکلوں میں جیسے انگور کے تنے یا

آئیوی (ivy)، خصیوں میں پہنچنے سے پہلے ان کے مختلف چکروں سے خون آہستہ آہستہ سفید ہوجاتا ہے۔اور بالآخر جب رگ خصیوں میں پہنچ جاتی ہیں تو ان میں مادہ منویہ دکھائی دیتا ہے جبکہ وہ بنتا خون سے ہے، جس نے ان میں بہت زیادہ وقت گذارا، اور مختلف چکروں کا سبب بھی یہی تھا۔اور جب انھوں نے خون کے معیار کو تبدیل کر دیا تو اسے مادّہ منویہ میں تبدیل کر دیا۔ [1]

گیلن نے یہ بھی زور دیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی حیض کے خون میں مل جاتی ہے۔ اپنی کتاب آن سیمین (On Semen) میں، اُنھوں نے ارسطو کے اس موقف سے اختلاف پر ایک مکمل حصہ وقف کیا کہ مرد کی منی عورت کے حیض کے خون میں گھل مل جاتی ہے، اور ماں کو منی دینے کے ساتھ ساتھ حیض کے خون دینے پر بھی تیار کرتی ہے تا کہ جنین تیار ہو سکے۔ [2] جنین کی تشکیل ماں اور باپ کی منی کے اختلاط کے علاوہ ماہواری کے خون سے ہوتی ہے۔

تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر (اس صورت میں) قرآن مجید (دوسرے مصادر سے) نقل کیا جاتا تو یہ آسانی سے مذکورہ بالا چیزوں کے ساتھ ایک دو آیات ہی تیار کی جاسکتی تھی، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ نیز کوئی شخص کسی چیز کی کاپی کیوں کرتا ہے؟ فطری طور پر اس وجہ سے کہ وہ اسے خود نہیں جانتا ہے، پھر جو کوئی ایسے علم کی نقل کر رہا ہے جسے وہ نہیں جانتا ہے اس کے متعلق صحیح اور غلط میں تمیز کس طرح کر سکتا ہے۔ خاص طور پر ایک ایسا علم جس کو پورے جزیرۂ عرب میں کوئی نہیں جانتا تھا لہٰذا اس وقت یہ اجنبی علم تھا۔

گیلن کے نقطہ پر دوبارہ آتا ہوں۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا وہ قرآن میں نہیں ہے۔ قرآن نے چار مختلف مراحل کا ذکر کیا ہے جن میں مختلف مضمرات ہیں جبکہ گیلن کے بیان کردہ مراحل مختلف ہیں۔ گیلن نے خاص طور پر منی کو خون میں تبدیل کرنے کا ذکر کیا ہے جبکہ قرآن نے اس کو

---

[1]: Corpus Medicorum Graecorum:Galeni de Semine(Galen: on Semen) Pages, 107-109

[2]: Ibid, Pages 162-167

لچکدار لیچ جیسے مادّے میں تبدیل کرنے کا ذکر کیا ہے۔ جہاں تک معانی کا تعلق ہے، وہ عربی زبان کے مستند لسانی ذرائع یعنی ''القاموس'' اور ''لسان العرب'' وغیرہ سے اخذ کیے گئے ہیں۔

کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی ایسے لفظ کے لغوی معنی پر اعتراض کرے جو کسی ایسی زبان میں موجود ہو کہ جس سے اعتراض کرنے والا واقف نہ ہو، اس نے اس زبان کی بنیادی کتابوں میں اس کا معنی نہ پڑھا ہو اور اسکے باوجود اس کو جاننے کے دعویٰ کرے۔ لفظ علقہ (Alaqah) کے معنی عربی زبان میں لیچ کے چمٹنے کی صفت سے اخذ کیے گئے ہیں اور یہ عربوں کے تمام لہجوں میں اس کا ایک طے شدہ اور معروف لغوی معنی ہے۔

جبکہ حارث نے اس میں دوبارہ تحریف کی کوشش کی، اس بار بخاری کی ایک حدیث لا کر (جلد 4، باب 54، حدیث 430) جس کے ترجمہ میں خون کا جمنا ہے، جبکہ وہ اس حدیث کا عربی متن پڑھنا بھول گیا جس میں وہی لفظ علقہ ہے اور کوئی دوسرا لفظ نہیں جس کا ترجمہ لیچ نما مادّہ کے طور پر کیا گیا ہو۔ لیکن یقیناً چونکہ حارث عربی نہیں جانتا، اس لیے اُس نے وہی ترجمہ نقل کیا جو اس کی خواہش کے عین مطابق تھا۔

اس کے بعد، قرآن نے جنین کے مراحل کے لیے چار مختلف الفاظ کا ذکر کیا ہے، چاروں مختلف ہیں اور یقیناً مختلف معانی ہیں۔ پہلے علقہ لیچ نما مادّہ (ظاہری شکل میں)، پھر مضغتہ گوشت کا ٹکڑا چبایا، تیسرا مرحلہ عظام یعنی ہڈیاں اور آخری مرحلہ لم گوشت۔ اب ان کو گیلن کی ایمبر یولوجی سے ملا کر دیکھیں وہ قرآن سے ملنے والی باتوں سے مشابہ نہیں ہے۔ گیلن کے چار مراحل ہیں:

1) سیمین 2) خون 3) گوشت کا ٹکڑا 4) مکمل انسان

جبکہ قرآن کے مراحل اس طرح ہیں:

1) لیچ کی طرح کا مادّہ 2) چبائے ہوئے گوشت کی مانند

3) ہڈیاں 4) گوشت چڑھنا

اب ایک عام آدمی بھی پہچان سکتا ہے کہ نصوص کی بنیاد پر دونوں مراحل ایک جیسے نہیں ہیں۔قرآن نے جن چیزوں کا ذکر کیا ہے وہ جنین اور تخلیق کی زیادہ تفصیلی وضاحت ہے جبکہ گیلن کی تفصیل یہ بتا رہی ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔

ایک اور سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ جب قرآن پہلے ہی تخلیق کے عمل کا ذکر کر رہا تھا تو ظہور کا ذکر کیوں کرنا پڑا؟ قرآن نے اصل میں جنین کے ظہور کا ابتدائی مراحل میں ذکر کیا ہے جو اس وقت کوئی نہیں جانتا تھا، یہاں تک کہ اسقاط حمل کی جنین کی ساخت بننے کے مرحلے کے بعد ہوتا ہے،تو یہاں انوکھی خبر کیا ہوگی؟ کیا بعد کے مراحل کے جنین کی بدلتی شکل اور ساخت کا تذکرہ جو کہ انسان کی طرح ہی نظر آئے گا لیکن یہ کوئی انوکھی معلومات نہیں ہوسکتیں جس کو بتا کر نبوت کا دعویٰ کیا جائے۔ یہاں جس چیز کو ایک انقلابی معلومات کہا جا سکتا ہے وہ جنین کے ابتدائی مراحل اور اس کی شکل وصورت کے متعلق خبر ہے کہ وہ انسان جیسی نہیں ہوتی حالانکہ اس کا علم اس وقت اطباء اور حکماء کے پاس بھی نہیں تھا اور نہ ہی جدید مشینیں بنائی جا چکی تھی کہ اس کا کچھ علم ہوسکتا۔

حارث نے ایک مرتبہ پھر بے ایمانی کرتے ہوئے بعد کے مرحلے کے جنین کی ایک تصویر پیش کی جو کہ بعد کے مرحلے کے جنین کی ہے اور اس وقت بھی پیٹ کو کاٹ کر ہی اس شکل اور ساخت کو دیکھا جا سکتا تھا،لیکن بالکل ابتدائی مرحلے کا جنین جو بچہ دانی کی دیوار سے پلیچ کی طرح چمٹا رہتا ہے اسے یہ چیر پھاڑ کے ذریعے بھی دریافت نہیں کیا جا سکتا تھا سوائے جدید دور کے الٹراساؤنڈ کے ذریعے حالانکہ اس کا ذکر بھی قرآن نے کیا تھا۔

جنین کی الٹراسانک تصویر ذیل میں دی جارہی ہے:



یہاں تین ہفتے کا جنین کہیں سے بھی گردے کی مانند نہیں لگ رہا بلکہ ایک پیچ کی طرح لگ رہا ہے۔ یہاں تک کہ ایک دو ہفتے کا جنین بھی پیچ کی چمٹنے کی صفت کی مانند ہی ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا بچہ دانی سے چمٹنے کا۔ جبکہ 5 ہفتوں کا جنین گردے کی طرح لگ سکتا ہے اور یہی بے ایمانی کی ہے حارث نے دوبارہ جیسا کہ اُس نے گیلین کی غلطی کا موازنہ کیا تھا قرآن میں حمل میں عورت کے کردار کے متعلق وضاحت سے۔

پہلی بات، کسی چیز کا ایک جگہ پر ذکر نہ ہونا اسکے عدمِ وجود کی دلیل نہیں ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں بھی بات میں کوئی نقص نہیں ہے کیونکہ قرآن صرف جنین کی نشو ونما کے مراحل کو بیان کر رہا ہے نہ کہ والدین کے جینیاتی کردار کا ذکر ایک ہی جگہ پر کر رہا ہے۔ لیکن حدیث میں نبی ﷺ نے والدین کے جینیاتی کردار کا بھی ذکر کیا ہے:

اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کی روایت:

اُمّ سلیم (نامی ایک عورت) رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے سے نہیں شرماتا (اس لیے میں پوچھتی ہوں کہ) کیا احتلام سے عورت پر بھی غسل ضروری ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (ہاں) جب عورت پانی دیکھ لے۔ (یعنی کپڑے وغیرہ پر منی کا اثر معلوم ہو) تو (یہ سُن کر) اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے (شرم کی وجہ سے) اپنا چہرہ چھپا لیا اور کہا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں! تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں، پھر کیوں اس کا بچہ اس کی صورت کے مشابہ ہوتا ہے (یعنی یہی اس کے احتلام کا ثبوت ہے)۔

(صحیح بخاری:130، صحیح مسلم:313)

ایک اور روایت میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ہاں! جس کا خارج شدہ مواد (مرد یا عورت) غالب ہو جاتا ہے، بچہ اس سے مشابہت رکھتا ہے۔'' (السلسلۃ الصحیحۃ:1342)

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے والدین کے جینیاتی کردار کے ساتھ ساتھ دونوں احادیث میں پہلے عورت کے مساوی کردار کا ذکر کیا ہے جو کہ حارث کے گیلن کی غلطی کو قرآن سے منسوب کرنے کے دعوے کی تردید کرتا ہے۔ میں ایک بار پھر قارئین سے گزارش کروں گا کہ آپ اپنے آپ غور کریں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ گیلین کی تمام غلطیوں کو چھوڑ دیں اور صرف صحیح چیزیں لیں (آپ ﷺ نے گیلن سے کچھ بھی نہیں لیا، صرف سمجھنے کی غرض سے یہ بات کی جا رہی ہے)؟ اس کے علاوہ، ایک سیکنڈ کے لیے ہم یہ سوچ بھی لیں کہ جنین کے مراحل گیلن سے چوری کیے گئے ہیں پھر بھی سوال یہ ہے کہ نبی ﷺ کو جینیات کے بارے میں کس نے بتایا؟ کیا یہ بھی یونانیوں کا کارنامہ ہے؟ وہ جینیات کو دریافت کرنے سے 14 صدی قبل حقیقت کے عین مطابق کیسے بیان کر سکتے ہیں؟۔

نبی کریم ﷺ نے کامل طور پر بیان کیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے جین ایک ساتھ مل جاتے ہیں اور جس کا جین غالب آتا ہے، بچے کو اس کی خصلتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ ہم اب یہ جانتے ہیں کہ دو قسم کے جین ہیں، 1) غالب 2) مغلوب۔ فرٹلائزیشن کے دوران جین جو غالب دکھائی دیتا ہے جو کہ جنین کے جینیاتی میک اپ کی وضاحت کرتا ہے۔ اب اس سب کے بارے میں نبی ﷺ کو کس نے بتایا؟ نیز، نبی ﷺ نے جنین کی کاشت کاری میں مرد اور عورت کے مساوی کرداروں کی وضاحت بھی سیکڑوں سال پہلے اور اُس دور میں کی جب معاشرے میں خرافات غالب تھیں اور بچے کی پیدائش میں کبھی بھی عورت کے کردار پر اس زاویئے سے غور نہیں کیا گیا تھا۔

نبی ﷺ نے نہ صرف مساوی کرداروں کو بیان کیا بلکہ یہ بھی بتایا کہ یہ صرف مرد ہی نہیں ہے جو (منی) کا اخراج کرتا ہے بلکہ یہ عورت بھی ہے جو کہ (انڈے) کو فرٹلائزیشن میں چھوڑتی ہے جو اس میں برابر حصہ ادا کرتی ہے جیسا کہ اُوپر کی احادیث میں ذکر کیا گیا ہے۔ میں پھر پوچھتا ہوں، نبی کریم ﷺ کو کس نے بالکل درست ایمبریولوجی اور جینیات کے بارے

میں بتایا؟ ایک ایسے دور میں جب یونانی بھی بچے میں عورت کے کردار پر غور نہیں کریں گے اور عرب بہت سی خرافات سے بھرے ہوئے تھے، وہ کون تھا جو سب کچھ بتا تا رہا وہ بھی اس قدر باریکی سے سوائے خود خالق کے؟۔

اس موضوع کو ختم کرنے کے لیے، میں یہ کہوں گا کہ اگر میں اپنی رائے دیتا ہوں یا میڈیکل سائنسز یا مذہب اور الہیات کے بارے میں کہتا ہوں تو مجھے ایسا کرنے کا حق ہوگا کیونکہ میں نے دونوں شعبوں میں ڈگریاں لے رکھی ہیں اور دونوں شعبوں میں تحقیقی دستاویزات شائع کی ہیں۔لیکن حارث کو کیا حق ہے کہ وہ فرٹلائزیشن پر اپنا منہ کھولے جسے وہ نہیں جانتا؟ پھر بھی میں صرف اپنے رائے سے نہیں کہتا کہ قرآنی ایمبر یولوجیکل وضاحتوں کی تصدیق کروں بلکہ ایک ایسے شخص کا حوالہ دے کر بات کو ختم کروں گا جسے جدید ایمبر یولوجی کا بانی سمجھا جاتا ہے میری مراد ڈاکٹر کیتھ ایل مور Dr. Kieth.L.Moore۔کوئی بھی شخص ایمبر یولوجی پر ان کی تصنیف شدہ کتابوں کا مطالعہ کیے بغیر ڈاکٹر نہیں بن سکتا۔

انسانی تولید اور ترقی کے حوالے سے بیانات پورے قرآن میں بکھرے ہوئے ہیں۔ یہ حال ہی میں ہوا ہے کہ ان میں سے کچھ آیات کے سائنسی معنی کو پوری طرح سراہا گیا ہے۔ان آیات کی صحیح ترجمانی میں طویل تاخیر کا نتیجہ بنیادی طور پر آیات کے غلط ترجموں اور تفسیروں اور سائنسی علم سے آگاہی کے فقدان کی وجہ سے ہوا۔قرآن کی آیات کے متعلق وضاحت میں دلچسپی کوئی نئی بات نہیں ہے۔لوگ پیغمبر محمد ﷺ سے ہر قسم کے سوالات پوچھتے تھے۔آیات کے معنی کے بارے میں جو انسانی تولید کے متعلق گفتگو کرتی ہیں۔رسول کے جوابات حدیث لٹریچر کی بنیاد بنتے ہیں۔قرآن میں اس کا ذکر ہے:

''وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں مرحلہ وار، ایک کے بعد ایک، اندھیرے کے تین پردوں میں بناتا ہے۔'' (قرآن 6:36)

یہ بیان سورہ 6:39 کا ہے حتمی طور پر یہ بتانا تو مشکل ہے کہ اب اس کا ادراک ہوا کہ

انسانوں نے بچہ دانی (رحم) کے متعلق علم میں کب ترقی کی ہے، لیکن بچہ دانی میں جنین کی پہلی معروف مثال پندرھویں صدی میں لیونارڈو ڈاونچی نے پیش کی تھی۔ دوسری صدی عیسوی میں، گیلن نے اپنی کتاب ''آن دی فارمیشن آف دی فیٹس'' میں پلاسنٹا (Placenta) اور فیٹل میمبرینز (Fetal Membranes) کو بیان کیا۔

17 ویں صدی میں مائیکرواسکوپ کے دریافت ہونے کے بعد لیوین ہوک نے مرغی کے جنین کے ابتدائی مراحل کی وضاحت کی۔ 20 ویں صدی تک انسانی جنینوں کے مراحل بیان نہیں کیے گئے تھے۔ سٹریٹر (1941) نے جنین کے مراحل کو سب سے پہلے بیان کیا۔ جسے اب (1972O'Rahilly) کے تجویز کردہ درست تر نظام نے تبدیل کر دیا ہے۔

اندھیرے کے تین پردوں سے مراد یہ ہوسکتا ہے:

1) پیٹ کے پچھلے حصے کی دیوار (Anterior Abdominal Wall)

2) بچہ دانی کی دیوار

3) ایمنیوکورونک میمبرین (Amniochorionic Membrane)

گو کہ اس کی اور بھی تشریحات موجود ہیں لیکن یہاں جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ سب سے زیادہ معقول اور ایمبریولوجی سے مناسبت رکھتی ہیں۔ [1]

بالآخر، حارث نے اسلامی متن کی غلط تشریح، غلط ترجمے، غلط معنی بیان کرنے اور غلط بیانی کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔ جیسا کہ حارث بن کلدۃ کا نام لیا کہ جس کے نام کے علاوہ وہ کچھ نہیں جانتا۔ لیکن اس کے گمان کو دیکھیں جو محض نام کی بنیاد پر دعویٰ کرتا ہے کہ نبی ﷺ نے اس سے علم لیا۔ لیکن پھر وہی بات کے نبی ﷺ اس علم سے صحیح اور غلط باتوں کو کیسے الگ کر سکتے تھے؟۔ کیا اس بات کا کوئی ثبوت ہے یا کسی تیسرے فریق نے اس کی گواہی دی ہے؟ کیا

:Philosophical and Scientific Analysis of Richard Dawkins'God-

[1]-Delusion:P102-103

حارث بن کلدۃ نے کچھ ایسا دعویٰ کیا تھا؟ اگر نہیں اور یقینی طور پر نہیں، بوقتِ اختلاف دونوں کی بتائی ہوئی معلومات بھی ایک جیسی نہیں، تو اس بنیاد پر ایک کہانی بنانے کے لئے حارث سلطان کون ہے! اسی اُصول پر عمل کرتے ہوئے اس نے عبداللہ ابن ابی السرح کا حوالہ دیا اور اپنے الفاظ اس کے منھ میں ڈالے ہیں جو کہ کسی بھی مستند روایت میں موجود نہیں ہیں اور پھر ہمیشہ کی طرح اسلام کے خلاف صریح جھوٹ بولا۔

نمک اور تازہ پانی:

یہاں پہلی بار میں حارث کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ اُس نے وضاحت کی کہ نمک اور میٹھا پانی کیسے کام کرتا ہے، تو جی ہاں قرآن نے یہی بات کہی ہے۔ ایک بار پھر شکریہ. یاد رہے: قرآن شیشے، جھیل یا کسی اور چیز کی نہیں بلکہ سمندروں کے پانی کی بات کر رہا ہے۔

فرعون کی لاش (نعش):

یہاں بھی حارث نے اپنی سیاہی اور صفحے کو ایسی چیز میں برباد کیا کہ جسے وہ ثابت نہیں کرسکتا، البتہ اسے ایک عنوان قائم کرنے کا موقع ضرور مل گیا۔ ایمانداری سے اس کے یہ نکات مجھے ایک لائن سے زیادہ کے مستحق نہیں لگے لیکن پھر بھی کتاب کا جواب دینے کی خاطر میں یہ لکھ رہا ہوں۔ قرآن نے جسم کو محفوظ کرنے کا ذکر کیا ہے نہ کہ اس طریقے کا کیونکہ اگر طریقہ ہی بتایا جائے تو لوگ اس میں کوئی معجزہ نہیں محسوس کر پائیں گے کیونکہ اس سے یہ طریقہ معلوم ہو جاتا اور عام ہو جاتا جبکہ ہم جانتے ہیں کہ سمندر نمک کا بڑا ذخیرہ ہوتا ہے دوسری چیزوں کے مقابلے میں، اس لیے فرعون کا جسم اور اس کا تحفظ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے جس کا حارث ڈاکٹر موریس بکیلے (Maurice Bucaille) پر سازشی تھیوری بنا کر انکار نہیں کرسکتا۔

پہاڑوں کا علم:

حارث کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتے ہیں اس سے متعلق وقت نکالنے کے لیے۔ جی ہاں! قرآن نے وضاحت کی ہے کہ پہاڑوں نے جڑیں پکڑ لی ہیں اور دوبارہ دہراؤں گا کہ قرآن

نے اس حقیقت کا ذکر کیا ہے جو لوگوں کے لیے پوشیدہ تھی کیونکہ اُس وقت کوئی بھی پہاڑ کے نیچے جا کر نہیں دیکھتا تھا کہ یہ نیچے سے کیسے ہیں؟۔قرآن اس بات کا ذکر نہیں کر رہا کہ وہ کیسے بنائے گئے ہیں کیونکہ اس وقت ایک عام آدمی کی یہ دلچسپی نہیں تھی، جبکہ حارث صاحب ابھی تک شکایت کر رہے ہیں کہ خدا نے پہاڑوں کو ایسا کیوں نہیں بنایا اس نے یہ کیوں نہیں کیا۔ پھر حارث نے ایک دلچسپ بات کہی۔اس بار حارث نے اس علم کو چوری شدہ ثابت کرنے کے لیے بائبل کی چند آیات لے آیا کہ جو کچھ قرآن نے بیان کیا اسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

پہلی بات، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ کہاں کہا ہے کہ میں نے یہ علم پہلے کہیں اور نہیں نازل کیا یا یہ صرف قرآن میں موجود ہے؟۔ بائبل کی ایک آیت کا حوالہ نقل کر کے جو کام حارث نے نادانستہ طور پر کیا وہ یہ ہے کہ وہ سامی مذاہب کی الٰہی ہونے کو ثابت کر رہا ہے اور اس سے اتفاق کرتا ہے۔

قرآن دوٹوک انداز میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو سچا پیغمبر ماننے اور ان کی کتابوں کو الہامی طور آسمانی کتابیں ماننے کے ساتھ ساتھ وقت کے ساتھ ان میں خرابی آجانے کا بھی اقرار کرتا ہے۔اللہ کی مشیئت سے تاکہ وہ قرآن کو حتمی وحی کے طور پر نازل کرے اور ان الہامی کتابوں کے اصل پیغام کو محفوظ کرے۔

جہاں تک کاپی (یعنی نقل) کرنے کا تعلق ہے تو اس کا وہی جواب ہے کہ حضرت محمد ﷺ بائبل میں سے صحیح اور غلط کا انتخاب کیسے کریں گے؟ اُنھوں نے تمام غلطیوں کو چھوڑ دیا اور صرف صحیح چیز کا انتخاب کیا؟ نیز، یہاں تک کہ اگر ہم یہ بھی فرض کر لیں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ بائبل میں پہلے بھی موجود تھا پھر اُنھوں نے قرآن میں اس کی تصدیق کی اور اس کی تصدیق کر کے ایک حقیقت کے طور پر اُنھوں نے اپنے کندھوں پر ذمہ داری لی۔آخر میں، حارث نے پہاڑوں کے بارے میں جو تفصیل دی ہے اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ قرآنی حقیقت اس کی پہلی بات کے ساتھ ہی ثابت ہو گئی تھی، اب مجھے واقعتاً حارث کے لیے برا لگ رہا ہے کہ یہ مسلسل رسوا ہو رہا

ہے۔

تاریکی:

جناب حارث صاحب! آپ نفرت میں کیا سے کیا ہو گئے۔ پتہ نہیں سمندر کی گہرائیوں میں تاریکی زیادہ ہے یا حارث صاحب کے خیالات میں؟ باوجود اس معاملے (سمندر کی تاریکی کے متعلق قرآنی خبر) میں عاجز آجانے کے موصوف نے کچھ نہ کچھ اور کچھ بھی بے تکا لکھنے میں ہی عافیت سمجھی۔ شاید حضرت گہری نیند میں تھے اور یہ سب بڑبڑا رہے تھے اور خواب میں یہ سب لکھ رہے تھے تو انہیں احساس نہیں ہوسکا کہ اللہ کا اپنی مخلوق کا ذکر کر کے لوگوں کو غور وفکر کرنے کی دعوت دینا مقصود ہے کہ کس طرح اسے بنایا گیا اور اس کی کیا اہمیت ہے۔ کیسا شخص ہے! اس پر ترس آنے لگا ہے۔

سائنسدان حارث اور دماغ (Cerebrum):

تو اب حارث سائنسدان نے اپنے نئے علوم متعارف کرائے ہیں جنہوں نے پچھلے علوم کو معطل کر دیا ہے۔ اس نے دماغ کے فرنٹل لوب (فرنٹل = فرنٹ) کو پچھلے حصے میں بنا دیا ہے۔ میں ایک ہی وقت میں اتنی بڑی دریافت کے لیے مبارکباد اور ہمدردی کے ساتھ اپنی خواہشات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ ہم ڈاکٹرز کا طبقہ اس پر غور کرینگے اور معزز پروفیسر ڈاکٹر حارث سلطان کی اس پیش رفت کی تحقیق کے بعد ہم جس دماغ کا مطالعہ کرتے رہے ہیں اسے تبدیل کریں گے۔

واٹر سائیکل اور بارش:

جبکہ قرآن نے ایک بالکل صحیح اور درست واٹر سائیکل (آبی چکر) کا تذکرہ کیا ہے جس پر حارث کسی قسم کی تنقید کرنے میں ناکام رہا تو تھک ہار کر موصوف پھر سے یونانیوں کے دروازے پر چلے گئے کہ شاید یہاں سے کچھ مواد مل جائے کہ جس کو بنیاد بنا کر قرآن کے مواد کو چوری کا مواد کہا جاسکے۔ لیکن یہاں بھی ناکامی ہی ہوئی اسکے باوجود حضرت سوائے چند لوگوں کے ناموں کے

کچھ ڈھونڈ کر نہ لا سکے کہ جن کے کلاموں سے حارث صاحب نہ قرآن کی کوئی مماثلت دکھا سکے نہ کوئی حوالہ ہی پیش کر سکے۔ بس ایک ہیڈنگ قائم کر کے اپنا شوق پورا کیا۔ اب پتا نہیں اس مرتبہ گوگل ناکام ہوا تھا یا ہمیشہ کی طرح حضرت خود!۔

زمین کی شکل:

میں کبھی کبھی تعجب کرتا ہوں کہ ایک شخص اگر کسی زبان کو نہیں جانتا لیکن پھر بھی اس کے بارے میں ضد کرتا ہے کہ گویا وہ اس کا ماہر ہے اور ترجمے میں غلطیوں کی نشاندہی کرتا ہے جیسے کہ وہ صحیح ترجمہ کا فیصلہ کرنے والا ماہر لسانیات ہے۔ چونکہ عربی ایک ورسٹائل زبان ہے، کئی بار مترجم عربی سے انگریزی میں کسی خاص لفظ کا ترجمہ کرنے کے لیے مخصوص اور مختلف معانی یا الفاظ کو ترجیع دیتے ہیں۔ میں حارث کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ مجھے ایک مسلمان مترجم کا ترجمہ کیا ہوا ایک لفظ دکھائے جو کہ "لسان العرب" اور "القاموس" جیسی بنیادی عربی زبان کی ڈکشنریوں اور درسی کتابوں میں نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا تو پھر حارث کو اس کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟ مترجم عربی کے بنیادی ذرائع سے صحیح معنی تلاش کرتے ہیں اور پھر قرآن سے ایک خاص لفظ کا ترجمہ کرتے ہیں۔ حارث صاحب چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کو غلط ترجمہ کرنا چاہیے کیوں کہ اس کا پالا یہاں صحیح لوگوں کے ساتھ پڑ گیا ہے اور اس سے اس کو تکلیف ہو رہی ہے۔ قرآن میں زمین کے متعلق ایک بالکل واضح آیت ہے جس کے مطابق زمین کی شکل گول ہے پھر بھی اسے سیدھا چلنے کے قابل بنا دیا گیا ہے۔ یہ واحد ثبوت نہیں ہیں بلکہ احادیث بھی اس حقیقت کی تصدیق کرتی ہیں کہ زمین گول ہے، مثال کے طور پر، ایک حدیث میں آتا ہے:

قیامت کے دن ساری زمین ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی جسے اللہ تعالیٰ اہل جنت کی میزبانی کے لیے اپنے ہاتھ سے اُلٹے پلٹے گا جس طرح تم دسترخوان پر روٹی لہراتے پھراتے ہو۔ (صحیح بخاری:6520، صحیح مسلم:2792)

تو حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ صرف قیامت کے دن زمین کو روٹی کی طرح لپیٹ دیا

جائے گا جس کا واضح مطلب ہے کہ اس وقت یہ فلیٹ (Flat) نہیں ہے۔ یہ نہ بھولنا کہ یہ وہ وقت تھا جب عیسائی اور تقریباً تمام تہذیبیں بھی زمین کو ہموار سمجھتی تھیں اور قرآن اور احادیث نے اسے گول شکل کا بتایا ہے۔ جی ہاں، یہ ایک حیران کن غیبی خبر ہے۔

جیوسینٹرک ماڈل (Geocentric Model)

سچ میں، جب میں نے حارث کا یہ "سائنسی" باب پڑھا تو میں سمجھ گیا کہ وہ کسی سائنس کو بالکل نہیں جانتا لیکن پھر بھی جواب دینے کی خاطر میں اس کے بیان کیے ہوئے ہر نقطے پر ایک یا دو سطر لکھوں گا۔ لیکن میں نے کبھی بھی بکواس کو حل کرنے کا فیصلہ نہیں کیا اور نہ ہی میں یہ کروں گا۔ یہ شخص جو خود اس کا جواب اور حل بتاتا ہے جس کے پیچھے اس کا پاگل پن اور ضد کارفرما ہے، اور یہ اپنے آپ کو رسوا کرنے کے لیے ہی صفحات ضائع کر رہا ہے۔

قرآن نے اس کا ذکر کیا ہے اور حارث اس کے بارے میں کیا بکواس کرتا ہے؟ کہ محمد ﷺ یہ نہیں جانتے ہوں گے اس لیے یہ معنی نہیں ہو سکتا! مجھے حارث کے عقل مند ہونے پر شک ہے۔ جناب! یہی وجہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں کیونکہ وہ ایسی چیزوں کو جانتے ہیں جو دُوسرے لوگ نہیں جانتے۔ نہ صرف یہ کہ اس نے ایک حدیث نقل کی جو کہ سورج کی نقل و حرکت کی ہی مزید تصدیق کرتی ہے جسے اس سے پہلے لوگ ساکن سمجھتے تھے اور موصوف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سورج زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے اور یہ حدیث میں ذکر نہیں (یعنی یہ چاہتے ہیں حدیث میں انکی مرضی کے اور موجودہ سائنسی اصطلاحات والے الفاظ آنے چاہیے تھے، بھلے ہی بات کا معنی اور مفہوم کتنا ہی صحیح کیوں نہ ہو)، تو قارئین سے عرض ہے کہ میں شکوک وشبہات کا جواب تو دے سکتا ہوں لیکن بکواس اور ضد کا نہیں۔

سورج اور چاند:

میں نے ایک مرتبہ پھر اپنے آپ سے ہی سوال کیا کہ کیا اس بکواس کا جواب دوں یا نہیں؟۔ قرآن نے کہیں بھی سورج اور چاند کے مماثل ہونے کا ذکر نہیں کیا لیکن اس شخص نے پھر

ایک غلط مطلب نکالا جس کا ذکر جیوسینٹرک ماڈل کی طرح بالکل نہیں ہے۔آسمانی اشیاء کا ٹکراؤ ایک فلکیاتی حقیقت ہے، اس سے انکار آپ کو مزید احمق بنا دے گا جیسا کہ حارث صاحب آپ پہلے سے ہیں۔مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ مستقبل میں کون سی آسمانی چیز دوسری چیز سے ٹکرائے گی۔زمین کا استحکام، سورج اور چاند دونوں پر انحصار کرتا ہے، اگر مستقبل میں وہ دونوں آپس میں ٹکراتے ہیں جو کہ سورج کے ختم ہونے اور اس کی کشش ثقل مفقود ہونے سے سیاروں کی راہ اور انکے چاند میں اضطراب پیدا کرنے کی صورت میں ممکن ہے، لہٰذا زمین چاند کی عدم موجودگی میں تباہی مچا دے گی بالکل وہی جو کہ قرآن نے کہا اور یہ نہیں کہا کہ وہ ایک جیسے ہیں۔

معجزات:

معجزات کے بارے میں بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو عام معمول کے واقعات سے مختلف ہے اور یہ پیغمبر کی نبوت کو اللہ کی مدد سے انجام دینے کا ثبوت ہے۔ یہ پیغمبروں کی نبوت ورسالت کا ثبوت ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مدد سے سرانجام پاتے ہیں۔جبکہ چاند کے ٹوٹنے، سمندروں کے ٹکڑے ہونے، اُڑنے والے گھوڑے، وہیل مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہنے والے یونس علیہ السلام، یہ سب معجزاتی واقعات ہیں اوران کے عام واقعات ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جاتا۔دوم، ان سب کے پاس حالات اور تاریخی شواہد ہیں اور واقعات کے سچ ہونے کی تصدیق کرنے والے گواہ ہیں۔قدرتی طور پر اگر اللہ مادّی اور حسی فزیکل قوانین بنا سکتا ہے تو وہ انہیں تھوڑی دیر کے لیے معطل یا فریز بھی کرسکتا ہے۔میرے لیے ایک ملحد کو اس بات کا جواب دینا بڑی تعجب کی بات ہوگی کیونکہ یہ معجزات یقیناً کائنات کے بغیر کسی چیز کے وجود میں آنے والے نظریئے کے مقابلے میں کم حیران کن ہیں، اس لیے کہ ایک ملحد نے پہلے سے ہی کسی بڑے معجزے پر یقین کر رکھا ہے بہ نسبت ایک ایمان والے شخص کے معجزات کے۔اسکے باوجود میں ان معجزات کے حوالے سے کچھ حقائق فراہم کروں گا، مثال کے طور پر چاند کا ٹوٹنا:

[چیرامن پیرومل (Cheraman Perumal)، (تاج الدین) ہندوستان کا

بادشاہ کوڈونگلور (Kodungallur)، کیرالا (628ء-622ء بمطابق ۷-۱ہجری) پہلا ہندوستانی تھا جس نے اسلام قبول کیا۔ بہت سے مورخین نے اس حقیقت کو اپنی تحریروں میں درج کیا ہے۔ کیرالا بھارت کی ایک ریاست ہے۔ ریاست جزیرہ نما انڈیا کے جنوب مغربی کنارے مالابارکوسٹ کے ساتھ 360 میل (580 کلومیٹر) تک پھیلا ہوا ہے۔ مالابار کا بادشاہ چکراوتی فارماس (Chakrawati Farmas) ایک چیرا بادشاہ تھا، کوڈنگلورے کا چیرامن پیرومل۔ اس نے چاند کو تقسیم ہوتے دیکھا ہے۔ اس واقعہ کی دستاویز موجود ہے ڈاکٹر حمید اللہ نے ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انڈیا آفس لائبریری، لندن میں رکھے ہوئے ایک نسخے میں لکھا ہے، حوالہ نمبر: عربی، 2807، 152-173 مالابار سے چین جانے والے مسلمان تاجروں کے ایک گروہ نے بادشاہ سے بات کی کہ کس طرح اللہ نے چاند دوٹکڑے ہونے کے معجزے کے ذریعے عربی نبی کی مدد کی۔ حیران بادشاہ نے کہا کہ اس نے اسے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا ہے، اپنے بیٹے کو تعینات کیا ہے اور ذاتی طور پر نبی سے ملنے کے لیے عرب روانہ ہو گیا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور گھر واپس آتے ہوئے، پیغمبر کی ہدایت پر، یمن کی بندرگاہ ظفر، (سلالہ عمان) میں وفات پائی جہاں کئی صدیوں تک اس نیک ہندوستانی بادشاہ کے مقبرے کی زیارت کی گئی۔[1]

چنانچہ یہاں ہمارے پاس چاند کے ٹوٹنے کا ایک تاریخی ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ اگر ہم دیکھیں تو وہ اُڑتا ہوا گھوڑا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر کیا تھا اس کا نام ''برق'' رکھا گیا جس کا مطلب روشنی ہے۔ یہ بتاتے ہوئے کہ یہ ایک ایسا جانور تھا جو روشنی کی رفتار کے ساتھ سفر کرتا تھا اور آج ہم آئن اسٹائن کے نظریہ اضافت (Relativity) کے ذریعے جانتے ہیں کہ جہتوں (Dimensions) کے درمیان سفر کرنے اور خلاء اور وقت کی رکاوٹ کو توڑنے کا واحد راستہ روشنی کی رفتار سے سفر کرنا ہے۔ اس لیے واقعے میں سفر اور سواری کی رُوداد بالکل حقیقت کے

---

[1]: https://www.cyberistan.org/islamic/farmas.html

عین مطابق موجود تھی باوجود اس کے کہ ان حقائق کو اس وقت کوئی نہیں جانتا تھا۔

دودھ:

حارث نے قرآنی آیات میں ہیرا پھیری جاری رکھی۔قرآن نے چھاتی کے غدود کی طرف سے پیدا ہونے والے دودھ کی تردید نہیں کی بلکہ حقیقت میں یہ کہتا ہے کہ اس کا منبع پیٹ میں میٹابولائز ہونے والی خوراک سے حاصل ہونے والی توانائی سے حاصل ہوتا ہے جس کا مطلب ہے پیٹ اور جگر، توانائی کو خون میں خارج کرتے ہیں اور خون توانائی فراہم کرتا ہے پورے جسم کو مگر خون سرخ ہے اور کھانا دودھ کے برعکس ہے اس لیے قرآن کھانے کے میٹابولزم کو خون میں تبدیل کرنے اور پھر دودھ کو سفید رنگ کا بنانے اور فطرت اور غذائی اجزاء سے بالکل مختلف بنانے کی بات کرتا ہے۔اس کے علاوہ، قرآن نے ذکر کیا ہے کہ جب گائے سے دودھ نکالا جاتا ہے تو یہ خالص ہوتا ہے جبکہ حارث نے ذکر کیا کہ یہ بعد میں آلودہ ہوسکتا ہے جبکہ قرآن یہ نہیں بتا رہا کہ گائے سے دودھ نکالنے کے بعد کیا ہوتا ہے بلکہ یہ گائے کے اندر کیسے پیدا ہوتا ہے جو کہ بالکل پاک ہے۔لہٰذا یہاں بھی حارث کا اعتراض محض ضد پر مبنی ہے۔

اختتامی کلمات:

میری جانب سے حارث کے ساتھ کلام مکمل ہو چکا ہے اور میں اپنی کتاب کی تکمیل کی طرف بڑھتا ہوں، لیکن اس سے پہلے میں آپ کو قرآن پر تنقید لکھنے والے حارث کا رویہ دکھاتا ہوں کہ یہ ایک محقق کا نہیں بلکہ نفرت میں ڈوبے ہوئے شخص کا رویہ ہے جسے وہ اپنے منہ سے اُگل رہا ہے۔اس کی زبان سے بہتی ہوئی نفرت کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ، اسلامی مؤقف یہ ہے کہ جانور انسانوں کے لیے بنائے گئے ہیں، اس میں مسئلہ کیا ہے؟ کوئی مسئلہ نہیں لیکن وہ پھر بھی اس میں کوئی مسئلہ تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔مزید یہ کہ، سائنسی نکات سے وہ براہ راست قرآن کی صداقت کی طرف بڑھتا ہے جبکہ قرآن کی بہت سی آیات جن میں سائنسی حقائق کا ذکر ہے حارث ان تک پہنچا ہی نہیں۔ وہ ایسا کیوں نہیں کر سکا کیونکہ وہ تعداد میں ہزار سے کم نہیں ہیں اور

یہ اس کی پہنچ سے باہر ہے۔

آتھینٹیسٹی کے مدعے پر آتے ہیں حارث اسماء الرجال اور جرح وتعدیل کے علوم سے بالکل نابلد ہے جو کہ قرآن کی آیت اور حدیث کی روایت کی صحت کو پرکھنے کا علم ہے۔

اس علم کی مدد سے ہم جانچ سکتے ہیں کہ فلاں آیت یا حدیث روایت میں مستند ہے یا نہیں۔لہٰذا مسلمانوں کے لیے قرآن اور احادیث کی صداقت کا فیصلہ کرنا کبھی مشکل نہیں رہا۔میں نے حارث کی ابن اسحاق کی کتاب سے فراہم کردہ روایتوں کو جس طرح پہچان لیا وہ غلط ہے اور اسی طرح غلط یا گمشدہ آیات کے متعلق روایات من گھڑت اور پروپیگنڈا ہے۔سوچیں کہ ایک شخص صداقت پر بحث کر رہا ہے جو خود تمام غیر مستند چیزیں مہیا کر رہا ہے۔

جہاں تک ترمیم کی بات ہے، یہ ناسخ اور منسوخ (منسوخی) کا ایک مخصوص علم ہے جس کی اچھی طرح خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ان کے صحابہ اور قرآن کے تمام مفسرین نے وضاحت کی ہے۔ یہ بعد میں کبھی کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ درحقیقت، ترمیم صحیح لفظ نہیں ہے، منسوخ شدہ آیات قرآن کا ایک حصہ ہیں اور وہ قرآن کی تاریخ اور طریقہ کار کی عکاسی کرتی ہیں کہ کس طرح مسلمانوں پر احکامات لاگو کیے گئے اور یہ کہ وہ ان مراعات اور آسانیوں کو یاد رکھیں جو خدا نے انہیں وقت کے ساتھ دی تھیں۔

اور آخر میں تشدد کے متعلق کچھ عرض کرتا چلوں میں نے پہلے اس کا تفصیل سے جواب دیا ہے۔لیکن یہ نتیجہ اخذ کرنے اور خلاصہ پیش کرنے کی غرض سے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی کسی کو قتل نہیں کیا، وہ سب سے زیادہ امن پسند انسان تھے۔تشدد کا دور کبھی دیرپا نہیں رہتا اور امن دائمی ہے۔آپ خود گواہی دیں کہ ہٹلر اور مسولینی کے عقائد ونظریات مر چکے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عقیدہ چودہ صدیوں تک زندہ رہا ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔



اختتامی باب: اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

''بے شک دِین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے، اور اہلِ کتاب نے جو اپنے پاس علم آجانے کے بعد اختلاف کیا وہ صرف باہمی حسد وعناد کے باعث تھا، اور جو کوئی اللہ کی آیتوں کا انکار کرے تو بیشک اللہ حساب میں جلدی فرمانے والا ہے۔'' 3:19

ہم نے پوری کتاب میں یہ سیکھا ہے کہ جو شخص اپنے خالق کو لعنت کہتا ہے اور اپنے مذہب کو چھوڑنے کی کہانی فخر سے بیان کرتا ہے وہ ناکافی، نامکمل اور غیر مستند علم کی وجہ سے گمراہ ہوا اور اسی لیے وہ ضائع ہوگیا۔ لیکن ہم بحیثیت مسلمان جانتے ہیں کہ صحیح اور مستند ذرائع سے آنے والا صحیح علم ان تمام مسائل کو حل کرتا ہے جن کا ہمیں معاشرے میں سامنا ہے اور خاص طور پر یہ ہماری روحانی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ اللہ نے دینِ اسلام کو انسانیت کے لیے منتخب کیا اور یہ محض ایک مذہب نہیں بلکہ زندگی گزارنے کا ایک طریقہ ہے۔ خوشگوار، پرامن اور خوشحال زندگی گزارنے کے لیے ایک مکمل ہدایت ہے۔ اس نے اپنے رسولوں کو تمام انسانیت کی رہنمائی کے لیے اُتارا اور نبوت کا سلسلہ اللہ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کے ساتھ مکمل ہوا۔ اس نے انسانیت کو برائیوں کے اندھیروں سے نکال کر ان کی روشنی اور دائمی امن یعنی اسلام کی طرف رہنمائی کی۔ میں سچ کہوں گا کہ حارث سلطان جیسے لوگ مقدس پیغام کو اپنی بری خواہشات اور بدنیتی کے ساتھ پڑھنے کے بھی مستحق نہیں ہیں لیکن صرف اس لیے کہ میرے نبی ﷺ نے غیر مسلموں کو خط بھیجے جن میں قرآنی آیات بھی تھیں لہٰذا میں بھی ایسا ہی کرونگا۔

انسان جب گمراہ ہوتا ہے اور اندھیرے، ڈپریشن، پاگل پن اور جہالت کے گڑھے میں گرتا ہے، یہ امکانات اگرچہ ہر ایک میں ہوتے ہیں بھلے ہی کم مقدار میں ہوں لیکن وہ موجود ہوتے ہیں۔ ہم نے حارث کے ذریعے دیکھا کہ جہالت کیا کرسکتی ہے۔ لہٰذا جہالت سے نمٹنے کا

بہترین طریقہ علم ہے۔تو اپنے خالق، اپنے نبی اور اپنے مذہب کو جانیں اور خود اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مشاہدہ کریں! مندرجہ ذیل میں میں ان سب کا تعارف اپنے قارئین کی آسانی کے لیے کرواؤں گا۔

یقین:

عقیدے کے بارے میں سب سے اہم چیز یعنی مسلم عقیدہ یہ ہے کہ عقیدہ سیکھنے کے ذرائع کی معرفت حاصل کی جائے اور پھر زندگی بھر ان پر عمل کیا جائے۔ اللہ نے ہمیں ایمان کیسے سکھایا؟ اس کا سادہ جواب یہ ہے کہ اپنے نبی ﷺ کے ذریعے، لیکن ہم اسے کیسے پہچانتے ہیں؟ اس کا جواب خود اللہ نے دیا ہے لہٰذا ہمیں اپنے نبی کی پہچان کے لیے خود اللہ کے دیئے ہوئے طریقہ کار پر عمل کرنا چاہیے۔

پیشن گوئیاں:

اللہ نے کسی انسان کو اپنے اُوپر ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا اور نہ ہی اس کے رسول ﷺ نے کسی کو بے دلیل چھوڑ دیا۔ بلکہ اس نے ہمیں وہ شواہد دیئے جن سے ہم یقیناً ایمان کی تصدیق کرتے ہیں۔ اسلامی پیشن گوئیاں بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ معجزات کے ساتھ اس کی تصدیق کرنے کا اہم ذریعہ ہیں۔ حقیقت میں پیشن گوئی خود ایک قسم کا معجزہ ہے۔ مندرجہ ذیل میں میں وہی طریقہ کار اختیار کروں گا اور حضرت محمد ﷺ کی پوری پیشین گوئیاں ذکر کروں گا اور عقیدے کا راستہ دکھاؤں گا۔

1) اُونچی عمارتوں کے لیے مقابلہ کرنے والے بدّو:

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ بدّو جزیرہ نما عرب کے غریب ترین لوگ سمجھے جاتے تھے۔ کسی نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا کہ وہ ایک دن اُونچی عمارتیں تعمیر کر سکتے ہیں، لیکن یہ وہی تھا جو نبی محمد ﷺ نے پیش گوئی کی تھی: ''اور تم ننگے پاؤں، غریب چرواہوں کو عمارتوں کی تعمیر میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے دیکھو گے۔ (صحیح مسلم:10)

اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہی بدّو (Bedouins) کبھی غریب ترین تھے لیکن اب ان کی زمینوں میں خام تیل کی دریافت کے بعد دُنیا کی بلند ترین عمارتیں بن رہی ہیں۔ برج الخلیفہ دنیا کی بلندترین عمارت اور بہت سی دوسری بلند عمارتیں تنہا متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب میں موجود ہیں، جو کہ بدویوں کی سرزمین ہے۔

2) نئی بیماریوں کا پھیلاؤ جب جنسی بے حیائی عروج پر ھو:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے مہاجرو! پانچ چیزیں ایسی ہیں جن سے تمہاری آزمائش کی جائے گی، اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ تم ان کو دیکھنے کے لیے زندہ ہو۔ لیکن وہ آفتیں اور بیماریاں جو پہلے لوگوں میں کبھی نہیں پائی جاتی تھیں ان میں پھیل جائیں گی۔''

(ابن ماجہ:4019)

یہ ایک شاندار پیشگوئی ہے جسے موجودہ دور میں ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔ یہ دور جنسی بے حیائی کا دور ہے جہاں عریانی، فحاشی، ہم جنس پرستی اور عصمت دری اپنے عروج پر ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ ایڈز، غیر ازدواجی جنسی سرگرمیوں سے ایک نئی بیماری کے طور پر پھیل رہی ہے اور بہت سی نئی بیماریاں SARS اور ایبولا کی طرح آرہی ہیں جو پہلے کبھی موجود نہیں تھیں۔ چنانچہ ایک اور ہوش اُڑانے والی پیش گوئی ہماری آنکھوں کے سامنے سچ ثابت ہو رہی ہے۔

3) سود عام ھو جائے گا:

ہم جانتے ہیں کہ عرب میں اسلام کی آمد کے ساتھ ہی پورے خطے سے سود کا مکمل صفایا ہو گیا۔ جہاں جہاں مسلمانوں نے اگلی صدیوں تک حکومت کی، لیکن نبی کریم نے پیش گوئی کی کہ یہ اتنا عام ہو جائے گا کہ یہاں تک کہ جو دور بھی رہنا چاہتا ہے وہ بھی اس کا اثر محسوس کرے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً انسانوں کے لیے ایک وقت آئے گا جب ہر کوئی سود لے گا اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو پھر بھی اس کی دھول اس تک پہنچ جائے گی۔

(ابوداؤد، کتاب البیوع، 3331، مسند احمد: 10191) سبحان اللہ!

4) لکھائی کا عام ہوجانہ:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''قلم غالب آئے گا''۔ حالانہ اُس وقت عرب میں اُن لوگوں کی تعداد جو پڑھ لکھ سکتے تھے تقریباً 17 تھی۔لیکن آج صرف ایمیزون پر 33 ملین کتابیں ہیں، یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور پیشگوئی کو مکمل طور پر پورا کرتی ہے۔(صحیح الادب المفرد: 801)

5) عرب کا دوبارہ سرسبز وشاداب ہونا:

سرزمین عرب ریگستان ، خشک اور بانجھ زمین کے لیے مشہور ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی ایسا ہی تھا۔لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو چیزوں کی پیش گوئی کی ، 1) یہ پہلے سرسبز وشاداب ہوتا تھا،2) یہ دوبارہ سرسبز ہوجائے گا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ عربوں کی سرزمین ایک بار پھر گھاس کا میدان اور دریا نہ بن جائے''۔
(صحیح مسلم:157)

ایک مرتبہ پھر الہامی علم کی مدد سے جو انھیں وحی کے ذریعے ملا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بھی پیش گوئی کردی تھی۔ بی بی سی کی طرف سے عرب سرزمین پر تفصیلی مضمون درج ذیل لنک کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے:

https://www.bbc.com/earth/story/20150223-arabia-was-once-alush-paradise

حالانکہ موجودہ عرب، یہ نئی بائیوٹیکنیکل/ٹشو کلچر تکنیکوں کے ساتھ تیزی سے سبز ہورہا ہے اور دیکھنے والے کے لیے لمحہ فکر یہ ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے پیش گوئی کو پورا ہوتا ہوا دیکھے۔



عمان کے دوفر علاقے کے پہاڑوں کے مناظر، جہاں سے آبشار بہہ رہی ہے جبکہ ایک زمانے میں بنجر تھی۔(بشکریہ:Hanne&Jens Eriksen/NPL)

6) اسلام کا تیزی سے پھیلاؤ:

اسلام مٹھی بھر لوگوں سے شروع ہوا۔ اسلام کے پہلے مرحلے میں کل چالیس مختلف مزاج لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد گنتی میں اضافہ ہوالیکن پھر بھی یہ اُس وقت دُنیا کی کل آبادی کے مقابلے میں انتہائی زیادہ محدود تھا اور صرف عرب میں غالب تھا، یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات ہوئی۔لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیش گوئی کی کہ اسلام کا تیزی سے پھیلاؤ ہوگا اور وہ بھی پوری دنیا میں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:''میرے رب نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا ہے، اتنا کہ میں نے اس کے مشرق اور مغرب کو دیکھا۔ میری اُمت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین میرے لیے لپیٹ دی گئی ہے۔''(ابوداود:4252)

اب ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں اُس وقت کے مقابلے میں 58 سے کم اسلامی ریاستیں نہیں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت ایک لاکھ کے مقابلے میں 2 ارب کے قریب مسلمان ہیں۔سبحان اللہ!۔

7) سجی ہوئی مساجد:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قیامت کی ایک اور نشانی بیان کی ہے:''جب تم اپنی مساجد کو سجانا اور اپنے مصحف کو سجانا شروع کردو تو اپنی تباہی کا انتظار کرو۔''(ترمذی:585)

بالکل آج ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا کی سب سے زیادہ سجی ہوئی مساجد اس سے کہیں زیادہ بنائی گئی ہیں جو پہلے کبھی بنائی گئی تھیں۔ یہ نبی کی ایک اور پیش گوئی پوری ہوئی ہے۔



8) **بازنطینی فتح:**

قرآن میں ہے:

''رومیوں کوشکست ہوئی ہے۔ پڑوسی زمین میں۔لیکن اپنی شکست کے بعد وہ چند سالوں میں فتح حاصل کرلیں گے۔''(سورہ الروم:1-2)

رومیوں کوعربوں کی ہمسایہ سرزمین میں شکست ہوئی۔ان دنوں میں عرب سے ملحقہ بازنطینی علاقے اُردن،شام اورفلسطین پر قابض تھےاوران علاقوں میں رومیوں کو615 عیسوی میں ایرانیوں نےمکمل طور پرزیرکرلیا تھا۔لیکن جیسا کہ قرآن نے بتایا کہ آنے والے چندسالوں میں رومیوں کودوبارہ فتح ملے گی اوروہ اپنی زمینیں واپس حاصل کرلیں گے۔ہم تاریخی حقائق سے جانتے ہیں کہ ہرقل نے 623 عیسوی میں آرمینیا سے اپنا جوابی حملہ شروع کیا۔اگلے سال،624 عیسوی میں، وہ آذربائیجان میں داخل ہوااورکلورومیا کوتباہ کردیا، جوکہ زوروسٹر کی جائے پیدائش ہے،اورایران کےاہم آگ کےمندرکوتباہ کردیا۔

بازنطینی افواج نے ایرانیوں کوشدت سے مغلوب کرنا جاری رکھا اورنینوا (627 عیسوی) میں فیصلہ کن جنگ میں اُنھوں نے انہیں سخت ترین دھچکا پہنچایا۔اُنھوں نے دستگیرڈ کی شاہی رہائش گاہ پرقبضہ کرلیا اور پھر آگے بڑھتے ہوئے ان دنوں ایران کے دارالحکومت Ctesiphon کے بالکل سامنے پہنچ گئے۔628 عیسوی میں اندرونی بغاوت میں خسرو پرویز کو

قید کر دیا گیا اور اس کے 18 بیٹوں کو اس کے سامنے پھانسی دے دی گئی اور کچھ دن بعد وہ خود جیل میں مر گیا۔ یہ وہ سال تھا جب حدیبیہ کا امن معاہدہ ختم ہوا، جسے قرآن نے ''سب سے بڑی فتح'' قرار دیا ہے، اور اسی سال خسرو کے بیٹے، قباد دوم نے تمام مقبوضہ رومی علاقوں کو ترک کر دیا، ٹرو کراس کو بحال کر دیا باز نطیم کے ساتھ امن 628 عیسوی میں جو قرآن کی پیش گوئی کے مطابق فیصلہ کن رومن فتح ثابت ہوئی۔

9) منگولوں کے حملے:

کسی نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ مشرق بعید کے دُور دراز علاقے سے چھوٹا سا بادشاہ مشرق وسطیٰ اور مغرب میں آئے گا اور انہیں فتح کر کے ایک صدی ان پر حکومت کرے گا یعنی منگول۔ نبی ﷺ نے اس کی پیش گوئی کی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت اُس وقت تک نہیں آئے گی جب تک تم آپ اُن ترکوں سے نہ لڑو، جن کی چھوٹی آنکھیں، سرخ چہرے اور ناک چپٹی ہیں۔ گویا ان کے چہرے جلد سے ڈھکی ہوئی ڈھال ہیں۔ قیامت اُس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ تم بالوں کے جوتوں والوں سے نہ لڑو۔''

(صحیح: بخاری:2771)



(منگول سلطنت کے ایک کمانڈر کی تصویر)

منگولوں کے حلیے اور ظاہری شکل وصورت کے متعلق کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے اور جو خبر نبی اکرم ﷺ نے دی ہے وہ ان سے بالکل مماثل ہے۔ اور یہ پیشگوئی اُس وقت درست ثابت ہوئی جب منگولوں نے مسلمانوں کی سرزمین پر حملہ کیا۔ بغداد کو تباہ کیا اور سلجوقی سلطنت کو ختم کر دیا یہاں تک کہ مصر کے مملوکوں نے انہیں شکست دے دی اور وہ اس علاقے سے مٹ گئے۔

10) **حکومتی تشکیل:**

نبی اکرم ﷺ نے ان کے بعد حکومتی شکلوں کی پیش گوئی کی تھی جس کا یقیناً کبھی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ ریاست کے معاملات ایک سیکنڈ میں بدل جاتے ہیں۔ لیکن نبی ﷺ کی نبوت کی سچائی ایک بار پھر ان کی ایک اور پوری ہونے والی پیش گوئی کے ساتھ ثابت ہوئی (جیسا کہ ہمیشہ ہوتا رہا)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تک اللہ چاہے گا نبوت تمہارے درمیان رہے گی۔ پھر اللہ جب چاہے گا اسے اُٹھا لے گا۔ اس کے بعد نبوت کے طریقے پر خلافت ہوگی۔ اور یہ تب تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ جب چاہے گا اسے اُٹھا لے گا۔ پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی، اور یہ تب تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ جب اسے اُٹھانا چاہے گا، اُٹھا لے گا۔ پھر ظالم بادشاہت ہوگی اور جب تک اللہ چاہے گا یہ رہے گی۔ پھر جب وہ چاہے گا اسے بھی اُٹھائے گا۔ پھر نبوت کے طریقہ کار پر خلافت ہوگی۔

(مسند احمد: 18406)

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

"میری اُمت میں میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ اس کے بعد بادشاہت ہوگی۔" (ترمذی: 2226، مسند احمد: 21969)

یہاں بھی تاریخی شواہد سے ہم جانتے ہیں کہ خلافت راشدہ نبی اکرم ﷺ کے بعد 30 سال تک رہی اور پھر دو مختلف مراحل کی بادشاہت رہی۔ میں آگے بڑھ سکتا ہوں اور نبی اکرم ﷺ کی متعدد پیش گوئیاں بیان کر سکتا ہوں جو ان کی نبوت کی سچائی کی گواہی دیتی ہے۔ لیکن

میں اس سلسلے کو یہیں ختم کروں گا اور میں اگلے حصے کی جانب بڑھوں گا۔ والحمدللہ۔

نعمتیں:

اب جب کہ ہم نبی محمد ﷺ کی رسالت کو سمجھتے اور پہچانتے ہیں اس لیے ہمیں ان کے پیغام پر بھی گہرائی سے غور کرنا چاہیے۔ قرآن ان کا پیغام ہے جس نے پہلے دن سے لے کر اب تک ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے ہر فرد کو اس میں دلچسپی کا مواد دیا ہے۔ وہ سائنسدان ہوں، ان کے لیے ہزار آیات ہیں جو ان کی دلچسپی کا باعث ہیں، وہ فلسفی ہوں، وہ اپنے لیے بے مثال فلسفہ ڈھونڈتے ہیں، صحافی ہوں، ادیب ہوں، انہیں قرآن میں جوامع الکلم ملتا ہے یعنی وہ آیات جو کم الفاظ پر مشتمل ہیں لیکن وسیع تر معانی اپنے اندر رکھتی ہیں، اسی طرح ماہرین لسانیات اور ہر قسم کے محققین قرآن کے الفاظ میں اپنی دلچسپی تلاش کرتے ہیں۔ وہ الفاظ اور ہدایت یہ سب یقیناً اس اللہ کی نعمتوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ تو اب ہمیں اس پیغام اور نظام کو دیکھنا چاہیے جو نبی ﷺ لائے تھے۔ اور ہم اپنے لیے بے شمار نعمتیں تلاش کریں گے جو اللہ نے ہمیں اس دین اسلام کے ذریعے عطا کی ہیں۔ اس کتاب کی تکمیل کے لیے میں صرف چند کا ذکر کروں گا۔

1) ایمان کی نعمت:

جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے کہ ایک بار جب انسان اپنے سچے خالق پر یقین کرنا شروع کر دیتا ہے تو اسے اپنی زندگی کا مقصد مل جاتا ہے۔ جو شخص اپنے خالق کو نہیں پہچانتا وہ بے مقصد زندگی گزارتا ہے۔ اس سے اس کے جذبے میں کمی آتی ہے اور جینے اور اچھے کام کرنے کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے اور زندگی میں صحیح سمت پر چلنے میں رکاوٹ آتی ہے۔ اس کے برعکس ایمان ان مسائل کو حل کرتا ہے بلکہ حقیقت میں یہ سب کو حل کرتا ہے۔ ایک شخص اپنے خالق کو پہچاننے کے بعد خالق کی مرضی کے مطابق کام کرتا ہے اور آخر کار معاشرے کے لیے ایک بہتر انسان بن جاتا ہے۔ ذاتی طور پر وہ اپنی زندگی میں عاجز اور شکر گذار بن جاتا ہے، وہ دُوسروں کے لیے بھی احساس کرنے والا اور دیکھ بھال کرنے والا شخص بن جاتا ہے۔ اسلام نہ صرف ان تمام خوبیوں کو

خود سموئے ہوئے ہے بلکہ انہیں دُوسروں میں بھی پیدا کرتا ہے بلکہ یہ انسان کو دونوں جہانوں میں انعامات سے نوازتا ہے۔ ایمان اور عقیدے کا نظام مجموعی طور پر دُنیا کے لیے ایک نعمت ہے اور اس میں ان تمام مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت ہے جو لوگوں کو درپیش ہیں۔

2) خاندانی نظام:

اسلام مذہب ہے، ایک ایسا طرز زندگی جو ایک مثالی خاندانی نظام فراہم کرتا ہے۔ فیملی یونٹ کے تمام ممبران اپنے اپنے حقوق سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ کوئی دُوسرا مذہب یا نظریہ اسلام سے بہتر نظام فراہم نہیں کرتا۔ خاندان کے ہر فرد کے اپنے الگ الگ کردار ہیں اور یہاں تک کہ ناخوشگوار واقعات کے لیے بھی طلاق جیسا حل موجود ہے۔ بیوی کو اس کے حقوق ملیں گے اور والدین کے حقوق بھی محفوظ ہیں۔ اسی طرح، ہر ایک مختلف کردار نبھانے اور ذمہ داریوں کو ادا کرنے اور ایک متعین سمت پر چلنے سے، خاندان میں امن، سکون اور خوشحالی آتی ہے اور اسی وجہ سے معاشرے میں الحاد کو پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ کوئی بھی مذہب کے بغیر کچھ کرنے کا پابند نہیں ہے۔

3) معاشی نظام:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا مشاہدہ کیا کہ یہودیوں نے اپنی منڈیوں میں ایک ظالمانہ نظام نافذ کیا ہوا ہے جس کی بنیاد امتیازی سلوک پر ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نظام کو ایک عدل والے نظام میں تبدیل کر دیا۔ اُنھوں نے ایک ایسا متبادل اور معیاری نظام پیش کیا کہ جس نے غریب اور مظلوموں کی مدد کی اور معاشرے میں عدل و انصاف کی فراہمی کو یقینی بنایا۔ لیکن آج کی دنیا میں ہم وہی نا انصافی دیکھ رہے ہیں کہ امیر لوگ سودی نظام کے ذریعے کمائے جا رہے ہیں اور غریب آدمی ساری عمر پست حالی میں زندگی گذار دیتا ہے۔ وہی سود کہ جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ختم کیا اور ملک میں امن، خوشحالی اور خوشیاں آئیں تھیں، معاشرہ اور لوگوں کے لیے آخری درجے کی نعمت ثابت ہوا۔ اس کو دوبارہ حاصل کرنے کا واحد

راستہ اسی بابرکت نظام کو دوبارہ اپنانا ہے جسے نبی کریم ﷺ نے پیش کیا۔

4) سیاسی نظام:

نبی اکرم ﷺ ایک ایسا سیاسی نظام لائے جو تاریخ کے عظیم ترین سیاسی نظاموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ٹائم میگزن Time Magazine 1974 ورژن نے نبی اکرم ﷺ کو دُنیا کا سب سے عظیم لیڈر قرار دیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں رحمت اور یہ ایک نعمت ہے ان لوگوں کے لیے جن کو اس کی ضرورت ہے۔لیڈر لوگوں کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے اور اس کا بنیادی کام لوگوں کی فلاح و بہبود ہے۔یہی وجہ ہے کہ مائکل ہارٹ نے نبی اکرم ﷺ کو تاریخ کا سب سے زیادہ بااثر شخص منتخب کیا۔ کیونکہ وہ ایسا طرزِ حکومت لائے تھے جس نے معاشرے میں اور لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کردیا۔

5) سماجی نظام:

ایک عام آدمی کے لیے پریشانی کی بات یہ ہے کہ اس کے اردگرد کا معاشرہ کیسا ہے۔ مغربی معاشرے میں اب ڈرگز (Drugs)، فحاشی، ذھنی تناؤ اور بیماریاں اس معاشرے کے بنیادی اجزاء میں شامل ہوچکی ہیں۔ دراصل یہ آزادی کے نام پر اس بے راہ روی اور آوارہ گردی کا نتیجہ ہے کہ جس میں انسان پر کسی قسم کی روک ٹوک نہیں اور وہ مادر پدر آزاد گھومتا ہے۔لیکن اسلام نے ایک ایسا معاشرتی نظام پیش کیا کہ جو معاشرے کی سمت متعین کرتا ہے اور جو انہیں معاشرتی اقدار کا احساس دلاتے ہوئے جنسی، لسانی، رنگ و نسل کے تعصب کے بغیر زندگی گذارنے کے اُصول فراہم کرتا ہے۔ اسلام لوگوں کو اس قابل بناتا ہے کہ معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے اور مقامی حکومتوں کے ساتھ مل کر کام کریں جس کو سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے متعارف کروایا اور جس کو آج تک ساری دنیا میں فالو کیا جاتا ہے لہٰذا تمام انسانیت کو اسلام کے اس احسان کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

6) اخلاقی اقدار:

یہی معاشرتی طرزِ زندگی اسلام کی طرف سے متعارف کرائی گئی اعلیٰ اخلاقی اقدار پر مبنی ہے جو معاشرے کو چلاتا ہے۔ اسلام نے دُنیا کے سامنے اخلاقیات کے پیمانے اور اقدار پیش کیے۔ یہ معاشرے کو درپیش مسائل کا حل لے کر آیا۔ عرب ثقافت میں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، وہ قبائلی وقار کے لیے کسی کو بھی قتل کر دیتے تھے، وہ جھوٹ بولتے تھے، دھوکہ دیتے تھے اور چوری کرتے تھے، لیکن اسلام نے ان تمام اخلاقی مسائل کا خاتمہ کیا۔ وہی اہلِ عرب چند سالوں میں اعلیٰ ترین اخلاق اور ثقافت کے مالک بن گئے۔

لوگوں کے شعور کی تربیت کر کے انہیں جانوروں والے اخلاق سے انسانیت کے اخلاق کی طرف لایا گیا۔ لوگ ایک دُوسرے کا احساس کرنے والے بن گئے۔ اس پر نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کا شکریہ بنتا ہے جو ہمارے لیے مشعلِ راہ بنے۔ ملحدین ایسی کسی اخلاقی اقدار اور شفقت کے پابند نہیں۔ لہٰذا اخلاقیات کی نعمت کا اقرار کرنا لازمی ہے اور یہی اقدار دنیا کو ایک بہتر جگہ بنا سکتی ہیں۔

7) انصاف پر مبنی نظام:

دُنیا یورپ اور اسلام سے پہلے کے عرب کے تاریک ادوار میں گم تھی کہ جہاں کوئی عدل و انصاف کا نظام نہ تھا۔ صرف قبائلی عدالتیں فیصلہ کرتی تھیں جس میں سزا صرف کمزور لوگوں کو ملتی تھی اور بااثر لوگ ہمیشہ بچ جاتے تھے۔ اسلام نے اس نظام کو سرے سے تبدیل کر دیا اور ہر ایک قانون اور نظام کی نظر میں ایک جیسا ہو گیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا خلیفہ بھی ایک غیر مسلم یہودی کے سامنے مقدمہ ہار گیا اسلامی عدالت میں۔ یہ اسلامی نظامِ عدل کی برکت ہے کہ جسے اسلام نے پیش کیا کہ دنیا اور آخرت میں لوگ اللہ کے لیے برابر ہیں اور فوقیت محض تقوے کی بنیاد پر ہوگی۔

8) روحانیت:

ایمان اور اسلام لوگوں کی زندگیوں میں امن اور روحانیت لاتا ہے۔ جو لوگ زندگی کی

پریشانیوں اور مشکلات سے تنگ آجاتے ہیں وہ اسلام اور ایمان میں ایک روحانیت اور سکون پاتے ہیں۔ ہم موجودہ دُنیا میں حارث جیسے ملحدین کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے بے چین رہتے ہیں کیونکہ ان کی زندگی میں کوئی روحانیت نہیں اور یہ چیز انسان کو دُوسروں سے نفرت پر مجبور کرتی ہے اور تنہائی میں ڈپریشن اور بے چینی کا شکار بناتی ہے اور یہی معاملات انسان کو نشے جیسی تباہ کن عادتوں کی طرف دھکیلتے ہیں۔ جبکہ اسلام میں کسی بھی مسلمان کا سب سے بہترین وقت وہ ہوتا ہے جب وہ تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے اور اس سے سرگوشی کرتا ہے، اس سے اپنے گناہوں کی معافی بھی مانگتا ہے اور اپنی خواہشات بھی اسی کے سامنے رکھتا ہے۔ یہ روحانیت انسان کو ذہنی طور پر مضبوط کرتی ہے، اس کے اعصاب مضبوط کرتی ہے، اسے اندرونی اطمینان بخشتی ہے اور اسے گزرتے وقت کے ساتھ ایک اچھا انسان بناتی ہے۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ جو بظاہر نظر نہیں آتی لیکن اپنا اثر ساری زندگی کے لیے انسانی طبیعت پر چھوڑتی ہے۔

9) حتمی فتح اور حقیقی کامیابی:

فتح کا وعدہ صرف ایمان والوں سے کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایمان والے یا کافر ایک دُوسرے کے مقابلے میں آتے رہے ہیں، چاہے گرم خونریزی ہو یا سرد جنگیں۔ تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ ایمان والوں کے ساتھ ہمیشہ وعدے کے مطابق مدد آتی رہی جس کا نتیجہ جیت اور موثر فتوحات کی صورت میں سامنے آیا۔ لیکن ہاں وقتی طور پر کفار کو بھی غالب ہونے کا موقع ملا۔ البتہ حقیقی اور حتمی فتح کا وعدہ صرف ایمان والوں سے کیا گیا ہے اور یہ ہو کر رہے گا اور یہ زمین پر موجود نعمتوں میں سے ایک عظیم ترین نعمت اور انعام ہے۔

10) آخرت:

نعمتیں بے شمار ہیں، لیکن میں سب سے بڑی اور عظیم نعمت کے ساتھ بات کی تکمیل کرنا چاہتا ہوں یعنی آخرت میں جنت۔ جنتوں کا وعدہ صرف ایمان لانے والوں سے کیا گیا ہے بطور حقیقی انعام ان کے نیک اعمال کے بدلے جو وہ دُنیا میں کرتے رہے۔ اس دن کافر غمزدہ ہوں گے

اور روئیں گے اور اپنی بداعمالیوں پر پچھتائیں گے، لیکن اس کے تدارک کے لیے انھیں ایک دن یا لمحہ بھی نہیں دیا جائے گا۔ اور ایمان والے اپنے ساتھ کئے گئے وعدوں کو عملاً پورا ہوتا دیکھیں گے جبکہ کافر اپنا انجام دیکھ لیں گے۔

اللہ تعالیٰ تمام ایمان والوں کو جنت کا حقیقی انعام اور کامیابی عطا کرے۔ آمین

خاتمہ:

جذبات اور عاجزی سے بھرے دل کے ساتھ میں اپنی کتاب کا اختتام کر رہا ہوں۔

ہم نے اس کتاب میں دیکھا کہ اسلام محض ایک مذہب ہی نہیں بلکہ ایک نظامِ حیات ہے۔ یہ لوگوں کے مسائل کا حل فراہم کرتا ہے۔ لیکن حارث جیسے لوگ جن کو اُن کی جہالت اور مذہب سے نفرت نے گمراہ کر دیا، اس کی بہت سی وجوہات ہوسکتی ہیں جیسے کہ اُصول پسند اور منظم زندگی سے نفرت یا پھر کوئی اور ایجنڈا۔ لیکن جو بھی ہے ان لوگوں نے جو شبہات اللہ تعالیٰ کے وجود اور نبی کریم ﷺ اور اسلام کی سچائی کے خلاف پھیلائے ہیں، ان کا جواب دینا لازمی ہے اور یہی کام میں نے اپنی کتاب میں سرانجام دیا ہے۔ میری کتاب کے اوّلین مخاطب حق کے متلاشی وہ مسلمان لوگ ہیں، جو ان سوالوں کے جواب ڈھونڈ رہے ہیں۔ اور اس کے بعد حارث اور حارث جیسے لوگ مخاطبین ہیں۔ سچ پوچھیں تو میں یہی کہوں گا کہ حارث جیسے بیمار ذہن کے لوگوں کو قرآن نہیں پڑھنا چاہیے۔ یہ اس لائق نہیں، لیکن میں پھر بھی دعا گو ہوں کہ ان کو ہدایت ملے اور یہ اسلام کی نعمت سے مالا مال ہوں۔ رہی میری بات تو میں قارئین سے التماس کروں گا کہ اگر کسی ایک بھی لفظ سے انہیں فائدہ پہنچا ہو تو میرے لیے دعا کریں۔ جزاکم اللہ خیرا

والسلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

